قید و بند کا اسلامی تصور

ڈاکٹر محمد اعجاز

شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قید و بند کا اسلامی تصور

انتساب

والدِ محترم

علاؤ الدین (مرحوم)

کے نام

قید و بند کا اسلامی تصور

ڈاکٹر محمد اعجاز

شیخ زاید اسلامک سینٹر

جامعہ پنجاب قائداعظم کیمپس، لاہور

کتاب	:	قید و بند کا اسلامی تصور
مصنف	:	ڈاکٹر محمد اعجاز، ایسوسی ایٹ پروفیسر شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب لاہور
ترتیب و تبییض	:	حافظ محمد بلال اعجاز، اسسٹنٹ ریسرچ آفیسر
ناشر	:	شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب لاہور
کمپوزنگ و ڈیزائننگ	:	شاہد گلزار شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب، لاہور
صفحات	:	۲۶۵
تعداد	:	۳۰۰
سال اشاعت	:	جنوری ۲۰۰۹ء۔محرم الحرام ۱۴۳۰ھ
قیمت	:	۳۵۰ روپے
ISBN	:	969-8604-05-5

فہرست مضامین

پیش لفظ

شیخ زاید اسلامک سینٹر محض تعلیم و تدریس کا فریضہ ہی سرانجام نہیں دیتا بلکہ علمی و دینی موضوعات پر اعلیٰ تحقیق وتخلیق کے ساتھ ساتھ ملتِ اسلامیہ کے عملی مسائل کے حل کے لیے راہنمائی مہیا کرنا بھی اس ادارے کی ترجیحات میں شامل ہے۔

اسی مناسبت سے شیخ زاید اسلامک سینٹر کی یہ روایت ہے کہ وہ ہر سال پی ایچ ڈی کا کم از کم ایک مقالہ زیورِ طباعت سے آراستہ کرواتا ہے۔اس روایت اور اہتمام کے نتیجے میں گزشتہ چند برسوں میں بیس کے قریب کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

اسلامک سینٹر کی اس روایت کے نتیجے میں پی ایچ ڈی کی سطح پر ہونے والی تحقیقات صرف لائبریری کی زینت بننے کی بجائے اہل علم کے استفادے کے لیے منظرِ عام پر آ جاتی ہیں۔

یہ کتاب دورِ حاضر کے ایک اہم عملی مسئلے سے تعلق رکھتی ہے۔جیل خانوں کی اصلاح موجودہ دور میں حکومتوں کی ترجیحات میں شامل ہے۔اس کتاب کی طباعت اس سلسلے میں بھی بہت مفید ہوگی۔گویا یہ کتاب صرف علمی ذخیرہ میں ہی ایک اضافہ نہیں بلکہ اس کی عملی افادیت بھی ہے۔

زیرِ نظر کتاب ڈاکٹر محمد اعجاز، استاذ اسلامک سینٹر کی وہ تحقیقی کاوش ہے جس پر انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطا کی گئی تھی۔کتاب کا نام ''قید و بند کا اسلامی تصور'' ہے۔

حرفِ آغاز مقالہ کا پہلا عنوان ہے جس میں اس پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ انسانوں کے باہمی تعلق کو کسی فساد اور بے اعتدالی سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کی سزا مقرر کی ہے۔سزاؤں کی ایک صورت جیل ہے۔مصنف لکھتے ہیں کہ جیل کی سزا کی شرعی حیثیت کا تعین کرنا اس مقالے کی اصل غرض و غایت ہے۔اس کے بعد تمہید کا عنوان

قائم کیا گیا ہے۔ جو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں سزا کا معنی و مفہوم، اس کی اقسام، حدودِ اسلامی، قصاص و دیت اور تعزیر اور سزا کی مختلف دیگر صورتوں سے بحث کی گئی ہے۔

پہلا باب قید اور اس کے مترادفات اور شریعت میں قید کے مقاصد و اہداف بیالیس صفحات میں بیان کیے گئے ہیں۔

دوسرے باب میں قید و بند کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اسلام سے قبل مختلف تہذیبوں اور مذاہب میں سزائے قید، اسلامی عہد میں قید کی سزا اور دورِ جدید میں قید کی مختلف صورتوں سے بحث کی گئی ہے۔ یہ باب تین فصول اور اڑتالیس صفحات پر مشتمل ہے۔

تیسرے باب میں قرآن، حدیث، دورِ صحابہؓ میں قید کے احکام اور صورت اور سزائے قید کی عقلی ضرورت کے موضوع پر پندرہ صفحات میں بحث کی گئی ہے۔

چوتھے باب میں قید کی اقسام اور ان اقسام کی شرعی حیثیت پر تعزیری قید، حوالاتی قید، حق کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے قید، سزا پر عمل درآمد کے لیے قید اور نظر بندی پر اٹھارہ صفحات میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

پانچواں باب ۶۳ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں قید کے وجوب اور سقوط پر قلم اٹھایا گیا ہے۔ قید کے وجوب کے اسباب میں قتل یا زخمی کرنا، دین اور شعائرِ دین پر حملہ، اخلاقی بے راہ روی، مال پر زیادتی، حقوق اللہ اور حقوق العباد پر زیادتی، عدالتی نظام پر حملہ، ریاست کے خلاف اقدام پہلی فصل میں بیان کیے گئے ہیں۔ دوسری فصل میں سقوطِ قید کے اسباب، موت، جنون، معافی، سفارش، توبہ اور برأت کے عنوانات کے تحت بیان کیے گئے ہیں۔

چھٹا باب بائیس صفحات پر مشتمل ہے اور قیدی کے حقوق و تصرفات اس میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس باب میں مالی امور، عائلی امور، سماجی امور اور عدالتی امور سے متعلق تصرفات پہلی فصل میں بیان ہوئے ہیں اور دوسری فصل میں قیدی کے سیاسی، عائلی، عزتِ نفس، مرکز بحالی برائے قید، پیرول پر رہائی اور قیدی کے حق دفاع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ساتویں

اور آخری باب میں جیل اور اس کے متعلقات کے ضمن میں جیل کی شرعی حیثیت، قید خانہ میں قیدیوں کی تقسیم، جیل کے قواعد وضوابط اور جیل حکام کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔

سی باب میں چودہ صفحات پر مشتمل جیل کی اصلاح کے لیے تجاویز پیش کی گئی ہیں۔

ان عناوین اور ذیلی تشریحات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب دورِ حاضر کی ایک اہم ضرورت اور مسئلہ پر مبنی ہے۔ کتاب میں جن پہلوؤں کو خصوصاً ملحوظ رکھا گیا ہے وہ یہ ہیں:

ا۔ جیل خانوں سے متعلق دورِ حاضر میں پائے جانے والے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

۲۔ ان مسائل کی عصرِ حاضر میں سنگینی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۳۔ ان مسائل کے بارے میں شرعی نقطۂ نگاہ اس ترتیب سے بیان کیا گیا ہے کہ پہلے قرآن حکیم، پھر احادیث نبویہ، خلافت راشدہ کا تعامل اور اس کے بعد فقہائے کرام کا نقطۂ نگاہ بیان کیا گیا ہے۔

۴۔ مسئلہ زیرِ بحث میں موجود قوانین اور صورت حال پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

۵۔ کتاب کے مآخذ بنیادی ہیں۔ کہیں بھی ثانوی مآخذ موجود نہیں ہیں۔ مصنف کے اندازِ بیان میں کہیں بھی جھول نہیں ہے۔ زبان سادہ ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ کتاب اہل علم کے ساتھ ساتھ جیل خانہ جات کی اصلاح کے لیے کام کرنے والوں کے لیے بھی مفید ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مصنف اور ادارہ کی اس کاوش کو مفید بنائے۔ آمین

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر
ڈائریکٹر شیخ زاید اسلامک سینٹر
جامعہ پنجاب، لاہور

حرف آغاز

تمام تعریفیں اللہ کے لیے جس نے پوری کائنات کو پیدا فرمایا اور وہی ہے جو اس نظام کو چلا رہا ہے اور اسی نے انسان کو اشرف المخلوقات کی حیثیت سے اس دنیا میں بھیجا۔

لاکھوں رحمتیں نازل ہوں نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہیں اللہ نے قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اللہ کے پیغام کو ایک پیغامبر کی طرح صرف پہنچا ہی نہیں دیا بلکہ انہوں نے قرآن کو پہنچایا بھی، اس کی تعلیم بھی دی۔ اور اس کی روشنی میں انسانوں کا تزکیہ بھی کیا اور انہیں حکمت کی تعلیم بھی دی جس کے ذریعے وہ اس قابل ہوتے ہیں کہ اللہ کے احکامات کو ٹھیک طریقے سے ٹھیک وقت پر ٹھیک جگہ پر لاگو کر سکیں۔

هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم آیاته و یزکیهم و یعلمهم الکتٰب والحکمة۔(۱)

انسان اس دنیا میں مختلف تعلقات کے حوالے سے اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔ اسلام دین فطرت ہے اسی لیے وہ ہر تعلق کے متعلق ہدایات دیتا ہے کہ اسے اس تعلق کے حوالے سے زندگی کیسے گزارنی ہے۔ ایک تعلق انسان کا اپنے رب سے ہے تو اسلام واضح کرتا ہے کہ اس کا اللہ سے کیسا تعلق ہونا چاہیے۔ اس تعلق کو کمزور کرنے والی چیزیں کون سی ہیں۔ جس سے اسے بچنا ہے اور کن چیزوں سے یہ تعلق مضبوط ہوتا ہے جنہیں کرنا ہے۔ ایک تعلق انسان کا انسان سے ہے۔ ایک باپ کا بیٹے سے ایک بیٹے کا ماں سے، ایک حکمران کا رعایا سے، ایک فرد کا اجتماعیت سے، ایک دوست کا دوست سے، ایک بھائی کا بھائی سے، بہن سے۔ غرضیکہ سینکڑوں تعلق کی نوعیتیں ہیں۔ اسلام نے ان تعلقات سے متعلق بھی تفصیلی ہدایات دی ہیں۔ کیونکہ جب تک یہ

۱۔ سورۃ الجمعہ ۶۲:۲

تعلقات صحیح رخ پر رہیں گے معاشرہ پر امن ہوگا۔ جب ان میں بگاڑ آئے گا تو معاشرہ بدامنی کا شکار ہو جائے گا۔

فطرت کا تقاضا ہے کہ انسان کا تعلق خدا اور اس کی مخلوق سے اسی انداز میں رہے جیسا کہ دین چاہتا ہے، اسی میں اس کی اور پوری انسانیت کی بلکہ پوری کائنات کی بھلائی ہے۔

اسلام میں اس بندے کے لیے انعام رکھا گیا ہے کہ اس نے نافرمانی کے اختیار کے باوجود اللہ کی بندگی کی ہے تو اس کے ساتھ ساتھ اس فرد کے لیے سزا بھی طے کردی ہے جو اللہ کی نافرمانی میں زندگی بسر کرتا ہے اصل سزا آخرت کی ہے۔ جو مرنے کے بعد انسان کو ملے گی کیونکہ دنیا میں نہ تو بھلائی کا بدلہ ٹھیک مل سکتا ہے اور نہ برائی کی سزا۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ دین نے تمام سزائیں یوم آخرت تک موخر نہیں کردیں کہ دنیا میں جو جتنا فساد برپا کرنا چاہے کرتا رہے اور اس دنیا میں کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو آزمانا بھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دنیا کے نظام کو چلانا ہے۔ اس لیے وہ تمام چیزیں جن کے ارتکاب سے انسان اور اللہ، انسان اور انسان، فرد اور اجتماعیت کے صحیح تعلق کو نقصان پہنچتا ہے اس کے مرتکب افراد کے لیے دنیا میں سزائیں مقرر کی گئی ہیں جرم کی نوعیت کے لحاظ سے سزائیں دی جاتی ہیں۔ یہ سزائیں کبھی کوڑوں کی شکل میں، کبھی قتل کی صورت میں، کبھی جلاوطنی کی صورت میں اور کبھی قید کی صورت میں دی جاتی ہیں۔

ان سزاؤں میں سزائے قید بہت اہمیت اختیار کر چکی ہے۔ آج کے دور میں جرائم کے نتیجے میں دی جانے والی سزاؤں میں سزائے قید سرفہرست ہے۔ زیادہ تر مقدمات میں سزائے قید ہی دی جاتی ہے، یہ تو فوجداری مقدمات کا معاملہ ہے۔ دیوانی فیصلوں میں بھی متبادل سزا، سزائے قید ہی ہے۔

موجودہ نظام میں سزا کے علاوہ ملزم کو جرم ثابت ہونے تک حوالات کی شکل میں یا نظر بندی کے حوالے سے قید کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ان حالات میں بہت ضرورت ہے کہ ہم سزائے قید کی شرعی حیثیت پر بات کریں کہ قید کی

سزا شریعت میں مشروع ہے، اگر ہے تو کیسے؟ کیونکہ بیان کیا جاتا ہے کہ قید کی مشروعیت کے بارے میں فقہاء میں اختلاف ہے، کہا گیا ہے کہ حنابلہ قید کی مشروعیت کے قائل نہیں۔

نیز بعض قانون دانوں کی طرف سے عدالتوں میں یہ بیانات دیے گئے ہیں کہ اسلام میں قید کا کوئی تصور نہیں، نبی اکرم ﷺ نے کبھی کسی کو قید کی سزا نہیں دی، ان کے بقول اسلام میں سزا سے قبل قید ضرور ہے۔ بعد میں نہیں، سزا کا مقصد مجرم کو رسوا کرنا اور سماجی بائیکاٹ ہے اور باز نہ آنے پر اسے ملک بدر کیا جا سکتا ہے۔(۱)

یہ سزا آج بہت زیادہ مروج ہے اس بات کی ضرورت بڑھ جاتی ہے کہ ہم اس کی شرعی حیثیت کے حوالے سے تحقیق کریں، دلائل جمع کریں اور سامنے لائیں، موجودہ دور میں ایک رائے کے مطابق سزائے قید کو اسلام کی روح کے منافی قرار دیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ سزا تو اس لیے دی جاتی ہے کہ دوسرے لوگوں کو تنبیہ ہو، مجرم کو سزا ملے، اصول قانون کی کتابوں میں سزاؤں کا جو مقصد بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے:

"Punishment can be considered in two different aspects. in the first category the end may be (a) deterrance of the potential offender or (b) prevention of repetition of further offences by the actual wrong doer or (c) reformation of the wrong doer. (۲)

سزا کا تصور دو مختلف زاویوں سے کیا جا سکتا ہے، پہلی تقسیم کے نتیجہ میں دوسرے جرم کرنے والے کو جرم کے ارتکاب سے روکنا ہے، کہ یہ نتیجہ مجرم کو دوبارہ جرم کے ارتکاب سے روکنے یا مجرم کی اصلاح کی صورت میں نکلتا ہے۔

۱۔ روز نامہ جنگ، لاہور مورخہ ۱۲ اگست، ۱۹۹۷ء — روز نامہ جنگ، لاہور مورخہ یکم اگست، ۱۹۹۷ء۔

۲۔ A.R. Sarker, Summary of Salmonds Jurisprudence, Lahore. P.11

اوپر بیان کی گئی عبارت میں سزا کے جو مقاصد بیان کیے گئے ہیں، سزائے قید کی مخالفت کرنے والوں کی رائے کے مطابق اس سزا سے یہ مقاصد حاصل نہیں ہو رہے اس لیے قید سے گزرنے والے عادی مجرم بن جاتے ہیں ان کی اصلاح نہیں ہوتی۔ اسلام میں اگر قید کی سزا مشروع ہے بھی تو ایک محدود دائرے میں نہ کہ سزاؤں کے پورے نظام میں اس کو کلیدی حیثیت حاصل ہو، اس پہلو سے بھی تحقیق بہت اہمیت کی حامل ہے۔

یہ سوال بھی بہت اہم ہے کہ جیلیں جو کہ آج کل ایک مستقل ادارے کی شکل اختیار کر چکی ہیں۔ اس کے بارے میں اسلام کے کیا احکامات ہیں، اسلامی نقطہ نظر سے اس کی گنجائش کہاں تک ہے؟ جیل کیسی ہونی چاہیے، اور بہتری اور اصلاح کیسے ہو سکتی ہے۔

زیر نظر تحقیقی کام درجہ پی ایچ ڈی کے لیے لکھے جانے والے مقالے کے طور پر مرتب کیا گیا تھا جس کی نگرانی محترم ڈاکٹر حمید اللہ عبدالقادر صاحب نے فرمائی تھی۔ اس تحقیق کی تکمیل میں محترمہ پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحبہ کا تعاون بھی شامل حال رہا۔ اگر ان کی ترغیب و تلقین نہ ہوتی تو یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچنا بہت مشکل تھا۔ ڈائریکٹر شیخ زاید اسلامک سینٹر، پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر کی سرپرستی و راہنمائی کے پہلو بہ پہلو محترم حافظ عثمان احمد، اسسٹنٹ رجسٹرار کا عملی تعاون بھی ہمہ وقت میسر رہا، اللہ ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس کام میں جو حق و صواب ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی غلطی ہے تو میری طرف سے ہے۔ اللہ غلطیوں و کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔ آمین۔

ڈاکٹر محمد اعجاز

محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

جنوری ۲۰۰۹ء

شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب

نیو کیمپس، لاہور

تمہید

سزا کا مفہوم

سزا کے لغوی معنی جزائے بدی ہیں(۱)

عربی میں اس کے لیے ''عقوبۃ'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کے معنی الجزاء بالشر بیان ہوئے ہیں(۲) عربی میں جب کہا جاتا ہے کہ عاقبہ تو اس سے مراد ہوتا ہے اخذہ بذنبہ اسی کا اسم عقوبۃ ہے۔(۳)

لسان العرب میں بیان ہوا کہ العقاب و المعاقبۃ ان تجزی الرجل بما فعل سؤ (کسی آدمی کے برے کام کا بدلہ)(۴)

عقوبہ میں عذاب کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عقاب، عقوبۃ اور معاقبۃ عذاب کے ساتھ مخصوص ہیں۔ چنانچہ قرآن میں ہے ''فحق عقاب'' (۱۴:۳۸) تو میرا عذاب ان پر واقع ہوا''شدید العقاب '' (۱۱:۳) سخت عذاب کرنیوالا''فان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم بہ''(۱۲۶:۱۶) اگر تم تکلیف دینی چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تم کو ان سے پہنچی ہے۔''ومن عاقب بمثل ماعوقب '' (۲۰:۲۲) کوئی شخص کسی کو اتنی سزا دے جتنی سزا کہ اس کو دی گئی ہے۔(۵)

مولانا عبدالرشید نعمانی کہتے ہیں کہ عقاب کے معنی اصل میں پیچھے ہو لینے کے ہیں چنانچہ بولتے ہیں عقب الثانی الاول (دوسرا پہلے کے پیچھے ہو رہا) اور عقب اللیل النہار (رات دن کے پیچھے ہولی)

اس اعتبار سے عقاب وہ سزا ہوئی جو جرم کے پیچھے دی جاتی ہے، لہذا اس کا ترجمہ پاداش جرم کرنا چاہیے(۶)۔

انگریزی میں سزا(Punishment) کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

"Penalty Imposed for an offence or severe handling."(۷)

تو اس طرح سزا کے لغوی معنی جزائے بدی، پاداش یا جرم یا عذاب کے ہوئے۔

اصطلاح میں سزا سے مراد وہ تکلیف ہے جو انسان کو کسی جرم کے ارتکاب کی پاداش میں دی جاتی ہے۔ اس لیے جب قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی "فان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به" (۸) تو اس کے بارے میں مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت تب نازل ہوئی جب مسلمانوں نے کہا انہوں نے ہمارے مردوں کا مثلہ کیا اگر ہم ان کے زندوں کا مثلہ کریں گے (۹) تو اس آیت میں ان کے جرم کے نتیجے میں دی جانے والی تکلیف کو سزا یا عقوبہ کا نام دیا گیا ہے جرم کے نتیجے میں دی جانے والی تکلیف کو عقوبہ کا نام ہی اس لیے دیا گیا ہے کہ یہ جرم کے بعد دی جاتی ہے۔ بعض علماء نے سزا کی تعریف یوں کی ہے: "جزاء بالضرب او القطع او الرجم او القتل" (۱۰)

قانون میں سزا (Punishment) کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

Penalty inflicted on an offender after finding of the guilt.(۱۱)

سزا کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے: ایسی تعزیر جو عدالت مجرم کو دیتی ہے۔

اس طرح سے سزا کے اصطلاحی معنی یہ ہوئے کہ وہ تکلیف یا بدلہ جو کسی جرم کے نتیجے میں اور ثابت ہونے پر عدالت مجرم کو دیتی ہے۔ (۱۲)

سزا کی اقسام

شریعت میں بنیادی طور پر سزا کی تین اقسام ہیں:

۱۔ حدود

۲۔ قصاص و دیت

۳۔ تعزیر

ا۔ حدود

حدود، حد کی جمع ہے جس کے لغوی معنی "الحاجز بین الشئیین" اور "منتهی الشیئی" کے ہیں۔ (۱۳)

حد کے لغوی معنی منع کے بھی ہیں جب کہا جاتا ہے "حد الرجل عن الامر یحده حدا" تو اس سے مراد ہوتی ہے "منعه و حبسه" اسی سے حداد نکلا ہے۔ دربانوں اور جیل کے داروغہ کو حداد اس لیے کہتے ہیں کہ وہ باہر نکلنے سے روکتے ہیں۔ (۱۴)

حنفیہ نے حد کی تعریف کی ہے "عقوبة مقدرة وجبت لله تعالی زجراً فلا تجوز الشفاعة فیه بعد الوصول للحاکم" (۱۵)

حنابلہ کہتے ہیں "الحد شرعا عقوبة مقدرة لتمنع من الوقوع فی مثله ای مثل الذنب الذی شرع له و تجب اقامته و لو کان من یقیمه من امام او نائبه "(۱۶)

شافعیہ کا کہنا ہے کہ "الحد شرعاً عقوبة مقدرة وجبت حقا لله تعالیٰ کما فی الزنا او لآدمی کما فی القذف"(۱۷)

حنفیہ کے نزدیک حد وہ ہے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہو اور اس کا نافذ کرنا اللہ نے فریضہ قرار دیا ہو اور جنہیں معاف کرنے کا اختیار نہیں لہذا حنفیہ کی رائے میں حدود پانچ ہیں جو قرآن سے ثابت ہیں۔

۱۔ زنا ۲۔ قذف

۳۔ شراب نوشی ۴۔ نشہ ۵۔ چوری

حنفیہ راہزنی کو چوری کے تحت لیتے ہیں قصاص کو حدود میں شمار نہیں کرتے کیونکہ اس کو معاف کیا جا سکتا ہے (۱۸)

شافعیہ کی تعریف کے مطابق جو سزا اللہ کی طرف سے مقرر ہے چاہے اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے حد ہے، لہذا شافعیہ کے نزدیک حدود سات ہیں۔

۱۔ جراحات (اس میں جان اور اعضائے انسانی کا اتلاف بھی شامل ہے)

۲۔ بغاوت ۳۔ ارتداد

۴۔ قذف ۵۔ زنا

۶۔ چوری ۷۔ شراب نوشی (۱۹)

چونکہ حنابلہ نے حدود کی تعریف یوں کی ہے کہ ایسی سزائیں جو مقرر شدہ ہیں اور جنہیں نافذ کرنا امام یا اس کے نائب کے لیے واجب ہے لہٰذا ان کے نزدیک حدود سات ہیں:

۱۔ زنا ۲۔ قذف

۳۔ شراب نوشی ۴۔ چوری

۵۔ راہزنی ۶۔ بغاوت

۷۔ ارتداد (۲۰)

مالکیہ کے نزدیک حدود آٹھ ہیں

۱۔ اتلاف جان یا اس سے کم درجہ کا جرم ۲۔ بغاوت

۳۔ ارتداد ۴۔ زنا

۵۔ قذف ۶۔ شراب نوشی

۷۔ چوری ۸۔ مار پیٹ (۲۱)

زنا، چوری، قذف اور شراب نوشی کے حدود ہونے پر فقہاء کا اتفاق ہے مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا ہے کہ حدود وہ سزائیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں، ثابت ہونے پر اللہ کے حق کے طور پر لاگو ہونا واجب ہیں اور معاف نہیں کی جاسکتیں اور نہ کمی بیشی کی جاسکتی ہے۔

۲۔ قصاص و دیت

قصاص کے لغوی معنی پیچھے چلنے کے ہیں جب کہا جاتا ہے ''اقتص فلان'' اس سے مراد ہے۔ ''اخذ القصاص و تتبعه'' اور ''تقصص اثره'' سے مراد ہے تتبعه اسی لیے گزرے

ہوئے واقعہ کو اسی طرح بیان کرنے کو قصہ کہا جاتا ہے۔(۲۲)

اصطلاح میں قصاص یہ ہے کہ جرم کرنے والے کو اسی طرح اذیت دہ سزا دی جائے جو اذیت مجرم نے کسی جان یا جسم کے کسی حصہ کو دی ہے، پس اگر ایک شخص نے کسی کو قتل کیا تو اس کی پاداش میں وہی سزا یا قصاص کا مستحق ہوگا یعنی اسے بھی قتل کیا جائے گا۔(۲۳)

اسی لیے علامہ شربینیؒ فرماتے ہیں: "القصاص هو تتبعه لان المقتص يتبع جناية الجاني لياخذ مثلها" (۲۴)

دیت کی تعریف یوں کی گئی ہے، "المال الذی یعطی ولی المقتول بدل نفسه" (۲۵) دیت سے مراد وہ مال ہے جو مقتول کے ولی کو اس کی جان کے بدلے میں دیا جاتا ہے۔

اسی طرح مغنی المحتاج میں آیا ہے "الدية هی المال الواجب بجناية على الحر فی نفس او فيما دونها" (۲۶)

قتل عمد کی صورت میں قصاص لاگو ہوتا ہے اسی طرح جان کے علاوہ کسی عضو کو جان بوجھ کر تلف کرنے پر بھی قصاص ہوگا۔ قصاص کے ساقط ہونے پر یا قتل شبہ العمد اور قتل خطا کی صورت میں دیت واجب آتی ہے۔ اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

حدود اور قصاص دونوں اللہ کی طرف مقرر شدہ ہیں جبکہ حدود کا قائم کرنا اللہ کی طرف سے واجب ہے اور قصاص شخصی حق ہے یعنی اسے مقتول کے ورثاء معاف کر سکتے ہیں، اور حد قذف میں بھی اللہ اور آدمی کا حق مشترک ہے مگر کوئی اسے معاف نہیں کر سکتا جبکہ قصاص کو معاف کیا جا سکتا ہے اور صلح بھی ہو سکتی ہے۔(۲۷)

۳۔تعزیر

تعزیر کا لفظ عزر سے نکلا ہے۔ جس کے لغوی معنی منع کرنے کے، روکنے کے ہیں اور تادیب کرنے کے ہیں، جب کہا جاتا ہے کہ عزرہ اس سے مراد منع وردہ و ادبہ ہے۔(۲۸)

حنفیہ کے نزدیک تادیب دون الحد تعزیر ہے اس کی تعریف یوں بھی کی گئی التعزیر فھو تادیب علی ذنوب لم تشرع فیھا الحدود (۲۹)

حنابلہ کے نزدیک تعزیر کی تعریف یوں ہے ”التعزیر اصطلاحا التادیب لانه یمنع من تعاطی القبیح و ھو واجب فی کل معصیة لا حد فیھا و لا کفارة کا ستمتاع لو یوجب الحد کسرقة مالا قطع فیه و جنایة لا قصاص فیھا و القذف بغیر الزنا و نحوہ“ (۳۰)

شافعیہ کی رائے میں ”یعزر فی کل معصیة لاحد لھا و لا کفارة سواء اکانت حقا ﷲ تعالیٰ ام لآدمی بحبس او ضرب او صفح او توبیخ“ (۳۱)

تعزیر میں آدمی کا حق غالب ہے، اسی لیے اس میں معافی، سفارش اور کمی بیشی نیز تکفیل جائز ہے، حدود و قصاص کے علی الرغم اسے مقرر ہی نہیں کیا گیا ہے، ابن عابدین فرماتے ہیں۔

التعزیر لیس فیه تقدیر بل ھو مفوض الی رای القاضی ... لان المقصود منه الزجر و احوال الناس فیه مختلفة (۳۲)

اگر مندرجہ بالا سزاؤں کی تینوں اقسام پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ حدود وہ ہیں جو اللہ کے حق کے طور پر واجب ہیں اور قصاص میں اللہ اور بندوں کا حق مشترک ہے، ایسے کہ اللہ کی طرف سے مقرر شدہ ہے کہ جب کہ بندوں کو معافی اور کمی بیشی کا اختیار ہے۔ تعزیر کبھی اللہ کا حق ہوتی ہے اور کبھی آدمی کا مگر آدمی کا حق اس میں غالب ہے، اسی لیے اس میں معافی سفارش ابراء اور کمی جائز ہے۔

شریعت میں سزا کی مختلف صورتیں

شریعت میں قتل، رجم، کوڑے، قطع عضو، جلاوطنی، دیت، تاوان اور قید کی سزا مشروع ہیں۔

ا۔ قتل

ناحق جان بوجھ کر قتل کرنے، مرتد ہونے پر قتل کیے جانے کی سزا دی جاسکتی ہے۔اس کی دلیل یہ حدیث ہے لا یحل دم رجل یشهد ان لا اله الا الله باحدی ثلاثة نفر النفس بالنفس و الثیب الزانی و التارك لدینه المفارق للجماعة(۳۳)

۲۔ رجم

رجم کے لغوی معنی تو پتھر پھینکنے کے ہیں مگر شرعی طور پر اس سے مراد شادی شدہ زانی کی سزا ہے کہ اسے پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے (۳۴) جیسا کہ پچھلی حدیث میں بیان ہوا ہے کہ مسلمان کی جان صرف تین صورتوں میں حلال ہے،اس میں ایک یہ ہے کہ جب شادی شدہ زنا کا مرتکب ہو۔

۳۔ کوڑے:

شریعت میں سزا کی ایک صورت کوڑے ہیں، مثلاً زنا کے مرتکب کنوارے،کو سو کوڑوں کی سزا، شرابی اور تہمت لگانے والے کو اسی کوڑوں کی سزا مشروع ہے۔

۴۔ قطع عضو

قصاص کے طور پر قطع عضو کی سزا دی جاسکتی ہے اس کے علاوہ چوری اور راہزنی کے مرتکب کو ہاتھ یا پاؤں یا دونوں کاٹنے کی سزا دی جاسکتی ہے۔

۵۔ جلاوطنی

جلاوطنی بھی بطور سزا مشروع ہے، جمہور کے نزدیک کنوارے زانی کو سو کوڑوں کے علاوہ جلاوطن بھی کیا جائے گا جب کہ حنفیہ کے نزدیک یہ سزا بطور تعزیر ہے۔

۶۔ دیت

قتل خطاء یا قتل شبہ العمد میں یا قصاص کے بدل کے طور پر دیت مشروع ہے، اس کے

علاوہ زخموں میں بھی دیت ہے، اسے ارش کہتے ہیں۔

۷۔تاوان

تاوان بھی شریعت میں جائز سزا ہے مثلاً کسی چیز کو تلف کرنے پر عدالت اس کا تاوان ادا کرنے کا حکم دے سکتی ہے جب کہ کسی شخص کی زیادتی یا لاپرواہی ثابت ہو جائے۔

۸۔قید

شریعت میں سزا دینے کی ایک صورت قید بھی ہے جو ہماری بحث کا اصل موضوع ہے، جس پر آگے چل کر ہم تفصیل سے روشنی ڈالیں گے۔

پاکستانی فوجداری قانون میں مندرجہ ذیل سزائیں رکھی گئی ہیں۔

۱۔قصاص	۲۔دیت
۳۔ارش	۴۔ضمان یا تاوان
۵۔تعزیر	۶۔موت
۷۔عمر قید	۸۔قید (قید بامشقت یا قید محض)
۹۔جائیداد کی ضبطی	۱۰۔جرمانہ (۳۵)

شرعی سزاؤں اور پاکستان کے فوجداری قانون میں درج سزاؤں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ عمر قید تو قید کا جزو ہے جب کہ جائیداد کی ضبطی اور جرمانہ ضمان کی ایک قسم ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ شریعت میں سزاؤں کا مقصد معاشرے سے فساد دور کرنا اور مصالح کی ترویج ہے۔ نیز مجرم کو ڈرانا دھمکانا اور تادیب بھی مقصود ہے تاکہ وہ دوبارہ جرم کا ارتکاب نہ کرے اور دوسروں کے لیے باعث عبرت ہو کہ وہ جرم سے دور رہیں، سزاؤں کا سب سے بڑا مقصد مجرم کی اصلاح ہے، اسے اس قابل بنانا ہے کہ وہ صالح بن کر زندگی گزار سکے ان تمام مقاصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ جرم اور سزا میں مطابقت ہو یعنی جرم کی نوعیت کے مطابق سزا دی جائے اور اتنی مقدار میں ہو کہ جتنی ان مقاصد کے حصول کے لیے ضروری ہے نہ کم

اور نہ زیادہ۔

تمہید کے طور پر یہ بحث اس لیے کی گئی ہے تاکہ معلوم ہو کہ سزاؤں میں سزا کا کیا مقام بنتا ہے اور اسے نافذ کرتے ہوئے کن حدود میں رہنا ضروری ہے، نیز کون کون سی حکمتیں اہداف اور مقاصد پیش نظر رہیں گے۔

حوالہ جات

۱۔ سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، اردو سائنس بورڈ لاہور، ۱۹۹۵ء، ۳/ ۷۷

۲۔ جبران مسعود، الرائد، دار العلم للملایین، بیروت، ۱۹۸۶ء، ۲/ ۱۰۴

۳۔ احمد رضا شیخ، معجم متن اللغۃ، دار معجم متن اللغۃ بیروت، ۱۹۶۰ء، ۴/ ۱۵۵

۴۔ ابن منظور، لسان العرب، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۹۸۸ء، ۹/ ۳۰۵

۵۔ راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، مطبعۃ المیمنیۃ مصر، ۱۳۲۴ھ، ص ۳۴

۶۔ نعمانی، مولانا عبد الرشید، لغات القرآن، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۵۳ء، ۴/ ۳۳۲

۷۔ Chambers English Dictionary, cambridge, New York, 1988, P.1188

۸۔ سورۃ النحل ۱۶: ۱۲۶

۹۔ الالوسی، ابو الفضل شہاب الدین السید محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴/ ۲۵۷، ابن الجوزی، ابو الفرج جمال الدین عبد الرحمن بن علی بن محمد، زاد المسیر فی علم التفسیر، المکتب الاسلامی للطباعۃ والنشر بیروت، ۱۹۶۵ء، ۴/ ۵۰۸

۱۰۔ ابن عابدین، محمد امین، حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار، المکتبۃ التجاریۃ مصطفیٰ احمد الباز مکۃ المکرمۃ، ۱۳۸۲ھ، ۴/ ۳

۱۱۔ M. Anwar Ghuman, Legal Dictionary with Law Terms and phrases Lahore. P.239

۱۲۔ حنیف چوہدری، انسائیکلوپیڈیا قانونی ڈکشنری، شان بک کارپوریشن لاہور، ص: ۳۰۰

۱۳۔ ابراہیم انیس و رفقاء، المعجم الوسیط، مجمع اللغۃ العربیۃ القاہرۃ، ۱۹۷۲ء، ۱/ ۱۶۰

۱۴۔ لسان العرب، ۳/ ۸۱

۱۵۔ حاشیۃ ابن عابدین، ۴/ ۳۔۴

۱۶۔ البہوتی، منصور بن یونس بن ادریس، کشاف القناع عن متن الاقناع، مکتبۃ النصر الحدیثۃ الریاض، ۶/ ۷۷

۱۷۔ الشربینی الخطیب، محمد، مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج، مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ مصر، ۴/ ۱۵۵

۱۸۔ حاشیہ ابن عابدین میں زنا، چوری، شراب نوشی، قذف اور نشہ کو حدود کے باب میں ارتداد اور بغاوت کو کتاب الجہاد کے تحت بیان کیا گیا ہے۔

۱۹۔ مغنی المحتاج میں پہلے جراحات و دیات اور اس کے ساتھ ہی کتاب البغاۃ، کتاب الردۃ، کتاب الزنا، کتاب حد القذف، کتاب قطع السرق اور کتاب الاشربہ کا ذکر ہے۔

۲۰۔ بہوتی نے ان سات کو کتاب الحدود کے تحت بیان کیا ہے۔

۲۱۔ بعض مالکی میں الشیخ صاوی نے ان آٹھ کو یک جگہ بیان کیا ہے۔

۲۲۔ المعجم الوسیط، ۳، ۴۳۹ ے

۲۳۔ الجزیری، عبدالرحمن، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، دارالفکر، بیروت، الطبعۃ الاولی، ۲۴۴/۵

۲۴۔ مغنی المحتاج، ۴، ۳

۲۵۔ المعجم الوسیط، ۲، ۱۰۲۲

۲۶۔ مغنی المحتاج ۴، ۵۳

۲۷۔ وھبۃ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۲۶۳/۶

۲۸۔ المعجم الوسیط، ۲، ۵۹۸ اور لسان العرب ۱۸۴/۹

۲۹۔ حاشیہ ابن عابدین ۶۰/۴ اور شرح فتح القدیر ۱۱۲/۵

۳۰۔ کشاف القناع ۶، ۱۲۱

۳۱۔ مغنی المحتاج ۱۹۱/۴، ۱۹۲

۳۲۔ حاشیہ ابن عابدین ۴، ۶۲، ۳ ے

۳۳۔ الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن بن الفضل بن بہرام بن عبدالصمد، سنن الدارمی، دار احیاء السنۃ النبویۃ ۲، ۲۱۸

۳۴۔ المعجم الوسیط ۱، ۳۳۳

Criminal Law (Amendment) Act, 1997 ـ۳۵

باب اوّل

قید کا مفہوم واہداف

فصل اول: قید کی لغوی تعریف

فصل دوم: قید کی اصطلاحی تعریف

فصل سوم: قید سے متعلق دوسرے الفاظ اور ان کی تعریف

فصل چہارم: شریعت میں سزائے قید کے مقاصد واہداف

فصل اول

قید کی لغوی تعریف

قید کے لغوی معنی بند، حبس، اسیری اور روکنے کے ہیں (۱)

بند قید کے مترادف ہے جس کے لغوی معنی قید، حبس، حوالات اور مقفل کیے گئے ہیں۔ (۲)

عربی میں قید کے معنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں جیسا کہ ابن منظور نے لکھا ہے۔ (۳)

"قالت امرأة لعائشة رضی الله عنها اقید جملي۔ قال ابن الاثیر: ارادت انها تعمل لزوجها شیئا یمنعه عن غیر من النساء۔"

ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے کہا کیا میں اپنے اونٹ کو قید کروں، ابن اثیر کہتے ہیں کہ وہ عورت اپنے شوہر کے لیے ایسا عمل کرنے کا ارادہ رکھتی تھی کہ اسے دوسری عورتوں سے روک سکے۔

آگے لکھتے ہیں:

"وفی الحدیث: قید الایمان الفتك معناه ان الایمان یمنع عن الفتك بالمومن۔" (۴)

حدیث میں ہے کہ ایمان قتل کو قید کر دیتا ہے، اس سے مراد ہے کہ ایمان مومن کو قتل سے منع کرتا ہے۔ عربی زبان میں قید کے لیے مندرجہ ذیل الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

۱۔ حبس ۲۔ سجن

۳۔ اعتقال

۱۔ حبس کے لغوی معنی

حبس کے لغوی معنی منع کرنے اور پکڑنے کے ہیں (۵) جیسے کہا جاتا ہے:

"حبسه، یحبسه، حبسا، فهو محبوس، حبیس و احتبسه و حبسه: امسکه عن وجهه۔"

اس نے اس کو اس کے سامنے سے پکڑ لیا یا روک لیا۔

والحبس ضد التخلیة حبس تخلیہ یعنی کسی کو جانے دینا کی ضد ہے اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ تحبس علی کذا تو اس سے مراد ہوتا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو اس کام سے منع کیا یا روکے رکھا۔

۲۔ سجن کی لغوی تعریف

سجن کے لغوی معنی حبس (قید) کے ہیں۔ سین پر فتح کے ساتھ یہ مصدر بن جاتا ہے۔

"سجنه یسجنه سجنا ای حبسه "اس نے اسے قید کیا

السجن (سین کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد المحبس (قید کرنے کی جگہ) ہے۔(۶)

۳۔ اعتقال کی لغوی تعریف

اعتقال لغوی طور پر حبس (قید) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے: اعتقل: حبس (قید کیا گیا) عقله عن حاجته (اس نے اس کو اس کی ضرورت سے روکا) اعتقله حبسه (اس نے اسے قید کیا)

اس کے معنی باندھنے کے بھی ہیں جیسے کہا جاتا ہے "**عقل البعیر یعقله عقلا و عقله** و اعتقله: ثنی وظیفه مع ذراعیه و شدهما جمیعا فی وسط الزراع۔"

(اس نے اس کی ٹانگوں کو اس کے بازوؤں کے ساتھ ملا کر بازوؤں کے درمیان ان سب کو باندھ دیا)

اعتقال کے معنی منع کرنے کے بھی ہیں۔ اعتقل لسانه: حبس عن الکلام (اسے بات کرنے سے منع کر دیا گیا)(۷)

قید کو انگریزی میں Imprisonment کہا جاتا ہے جس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

Confinement, restraint, constraint of a person either by force or by such other coercion as restrain

him within limits against his will. (۸)

محصور کرنا، روکنا یا کسی شخص کو بزور یا کسی اور طریقہ سے پابند کرنا جس کے نتیجے میں وہ اپنی مرضی کے خلاف کچھ حدود میں مقید ہو جائے۔ مندرجہ بالا تعریفات سے معلوم ہوتا ہے کہ قید کا لغوی مفہوم وسعت رکھتا ہے، لغوی اعتبار سے قید سے مراد کسی شخص کو صرف جسمانی طور پر پابند کر دینا ہی نہیں ہے بلکہ اس کو کسی چیز میں تصرف کرنے سے منع کر دینا بھی ہو سکتا ہے۔

فصل دوم

قید کی اصطلاحی تعریف

قانون میں قید (imprisonment) کی تعریف یوں کی گئی ہے:

Detention of a person's movement and liberty under the custody of another. Restraint on liberty of movement and free choice, either in a jail or at any other place like a room, etc, amounts to imprisonment.(۹)

کسی شخص کی حرکت کی آزادی کو دوسرے کی تحویل میں پابند کر دینا، حرکت اور اختیار کی آزادی پر جیل یا کمرہ وغیرہ میں روک لگا دینا قید کہلاتا ہے۔

حبس کی اصطلاحی تعریف

حبس کا اصطلاحی مفہوم کسی شخص کو روکنا، اسے اپنے اوپر تصرف کرنے اور دینی اور اجتماعی کاموں میں شرکت کرنے کے لیے باہر نکلنے سے منع کرنا ہے۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

"المحبوس ممنوع عن الخروج الی اشغاله و مهماته و الی الجمع و الجماعات و الاعياد و تشيع الجنائز و عيادة المرضی و الزيارة و الضيافة۔"(۱۰)

محبوس کو اپنے کام کاج، ضروری معاملات کو سرانجام دینے، جمعہ کی نماز، باجماعت نماز، عیدین، جنازے میں شرکت، مریضوں کی بیمار پرسی، ملاقات کرنے اور کھانے کی دعوت پر جانے کی غرض سے باہر جانے سے روکا جائے گا۔

یہ ضروری نہیں کہ قید کی غرض سے کسی شخص کو ایک خاص مقام (جیل وغیرہ) پر رکھا جائے حاشیہ ردالمختار میں درج ہے: "و صح حبسه و لو فی بیته بان یمنعه من الخروج

منہ"(۱۱)

اگر کسی کو اس کے گھر میں ہی قید کیا جائے کہ اسے اس سے باہر نکلنے سے روک دیا جائے تو یہ درست ہے۔ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"ولا یجب حبسه بمکان معین فیجوز حبسه فی دار نفسه بحیث لایمکن من الخروج۔"(۱۲)

یہ ضروری نہیں کہ اسے ایک متعین مقام پر قید کیا جائے بلکہ اسے اس کے اپنے مکان میں بھی اس طرح قید کیا جا سکتا ہے کہ اس کا باہر نکلنا ممکن نہ رہے۔

سجن کی اصطلاحی تعریف

سجن (قید خانہ،جیل) سے مراد ایک متعین مقام اور جگہ ہے جہاں قیدیوں کو پابند کیا جاتا ہے۔جیسا کہ حضرت عمرؓ نے مکہ میں چار ہزار درہم سے ایک مکان خریدا اور اسے جیل بنا دیا۔حضرت علیؓ نے بھی جیل بنائی تھی۔(۱۳)

سورۃ یوسف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:"و دخل معه السجن فتیٰن" (۱۴)

یہاں سجن سے مراد وہ متعین مقام ہے جس میں قیدیوں کو رکھا جاتا تھا جس میں جا کر کوئی شخص تصرف اور نقل و حرکت کی آزادی کھو دیتا ہے۔

انگریزی میں سجن یا قید خانہ کو Prison کہا جاتا ہے جس کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے:

It is a place of detention, where the inmates are deprived of personal liberty and volition.(۱۵)

جیل پابندی کی ایسی جگہ ہے جہاں قیدی اپنی شخصی آزادی اور مرضی کھو دیتے ہیں۔

یوں قید کا اصطلاحی مفہوم اس طرح ہوا کہ کسی شخص کی نقل و حرکت اور تصرف کی آزادی کو اس طرح سلب کر لینا کہ وہ باہر نہ نکل سکے اور ایک جگہ پابند کر دیا جائے مگر ضروری نہیں کہ اسے جیل میں ڈالا جائے،کسی دوسری جگہ بھی مقید کیا جا سکتا ہے۔

فصل سوم

قید سے متعلق دوسرے الفاظ اور ان کی تعریف

عربی میں قید سے متعلق دوسرے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ نفی ۲۔ حجر

۳۔ وقف ۴۔ حصر

۱۔ نفی

نفی کے لغوی معنی نکال دینے یا جلاوطن کر دینے کے ہیں۔

یقال: نفیت الرجل و غیهر انفیه نفیا اذا طردته (میں نے اس شخص اور دوسرے کو نکال دیا)(۱۶)

یقال: نفی الحاکم فلانا: اخرجه من بلده و طرده (اس نے اس کو شہر سے نکال دیا)(۱۷)

نفی کے لغوی معنی قید کرنے کے بھی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "او ینفوا من الارض"(۱۸)

ابن منظور لکھتے ہیں:

"و قیل: نفیهم اذا لم یقتلوا ولم یاخذوا ما لا ان یخلدوا فی السجن الا ان یتوبوا"(۱۹)

"کہا گیا ہے کہ ان کی نفی جبکہ انہوں نے قتل و غارت نہ کی ہو اور مال نہ لوٹا ہو یہ ہے کہ وہ ہمیشہ قید میں رہیں سوائے یہ کہ وہ توبہ کر لیں۔"

حنفیہ کے نزدیک نفی سے مراد قید ہے۔ "امام کاسانی "نفی من الارض" کے ذیل میں ابراہیم النخعی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انه یحبس حتی تحدث توبة و فیه نفی عن وجه الارض مع قیام الحیاۃ الا عن الموضع الذی حبس فیه و مثل هذا فی عرف الناس یسمی نفیا عن وجه

الارض و خروجا عن الدنیا"(۲۰)

(نفی سے مراد یہ ہے کہ) اسے قید میں ڈال دیا جائے تآنکہ وہ توبہ کرے۔ ایسا کرنے سے روئے زمین سے جلاوطنی بھی ہو جاتی ہے سوائے اس جگہ کے کہ جہاں وہ قید ہے اور اس کی زندگی بھی برقرار رہتی ہے۔ اس قسم کے اقدام کو عرف عام میں روئے زمین سے جلاوطنی اور دنیا سے خروج کا نام دیا جاتا ہے۔

ابن عابدین نفی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"حبس و ھو المراد بالنفی فی الایة لان النفی من جمیع الارض محال و الی بلد اخری فیہ ایذا اھلھا فلم یبق الا الحبس والمحبوس منفیا من الارض لانہ لاینتفع بطیبات الدنیا ولذاتھا و لا یجتمع باقاربہ و احبابہ۔"

آیت میں نفی سے مراد قید ہی ہے کیونکہ پوری زمین سے نکالنا محال ہے اور دوسرے شہر بدر کرنے میں وہاں رہنے والوں کے لیے تکلیف ہے تو قید کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہتا اور قیدی زمین سے جلاوطن ہوتا ہے کیونکہ وہ دنیا کی لذتوں سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور اپنے عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ نہیں رہتا۔

اس حوالے سے صالح بن عبدالقدوس کا شعر لکھتے ہیں:

"خرجنا من الدنیاو نحن من اھلھا
فلسنا من الاحیاء فیھا و لا الموتی
اذا جاء نا السجان یوما لحاجة
عجبنا و قلنا جاء ھذا من الدنیا" (۲۱)

ہم دنیا سے نکل گئے جبکہ ہم وہاں رہنے والوں میں سے ہیں، ہم اس میں نہ زندہ ہیں نہ مردہ جب ایک دن ضرورت سے جیلر ہمارے پاس آیا، ہم خوش ہوئے اور ہم نے کہا یہ دنیا سے آیا ہے۔

مالکیہ کی رائے میں نفی سے مراد قید اور جلاوطنی ہے۔

ابن رشد فرماتے ہیں:

"ان النفی ہو السجن و قیل ان النفی ہو ان ینفی من بلد الی بلد فیسجن فیه الی ان تظہر توبته و ہو قول ابن القاسم عن مالك و یکون بین البلدین اقل ما تقصر فیه الصلاة" (۲۲)

نفی قید ہے اور کہا گیا ہے کہ نفی یہ ہے کہ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف نکال دیا جائے پھر اس شہر میں اسے قید رکھا جائے۔ جب تک وہ توبہ نہ کرے، یہ قول ابن قاسم نے مالک سے روایت کیا ہے، اور دونوں شہروں میں کم از کم اتنا فاصلہ ہو کہ نماز قصر کی جا سکے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں: "وقال مالك و الکوفیون: نفیهم سجنهم فینفی من سعة الدنیا الی ضیقها فصار کانه اذا سجن فقد نفی من الارض الا من موضع استقراره (۲۳)"

مالک اور کوفیوں کا کہنا ہے کہ ان کی نفی ان کا قید کیا جانا ہے، اس طرح وہ دنیا کی وسعت سے جیل کی تنگی کی طرف نکال دیے جاتے ہیں، قید کے بعد وہ ایسے ہیں جیسے انہیں زمین سے نکال دیا گیا ہو سوائے ان کے رہنے کی جگہ کے۔ جلاوطنی کی صورت میں صرف مرد کو جلاوطن کیا جائے گا، عورت کو نہیں

وقال مالك یغرب الرجل و لا تغرب المرأة و به قال الاوزاعی (۲۴)

امام مالک فرماتے ہیں کہ مرد کو جلاوطن کیا جائے گا اور عورت جلاوطن نہیں کی جائے گی، امام اوزاعی نے بھی یہ فرمایا ہے۔

شافعیہ کے نزدیک نفی کے معنی جلاوطنی، قید اور قتل کرنے کے ہیں، جبکہ نفی سے مراد یہ بھی ہے کہ حرابہ کے مرتکب افراد کے فرار ہونے پر انہیں طلب کیا جائے تاکہ انہیں پکڑ کر حد قائم کی جائے۔

شیرازی رقم طراز ہیں: قوله او ینفوا من الارض ای یطردوا ... و قال بعضهم نفیهم ان یحبسوا وقال بعضهم نفیهم ای یقتلوا فلا یبقوا (۲۵)

ارشاد باری تعالیٰ "او ینفوا من الارض" سے مراد ہے کہ انہیں جلاوطن کر دیا جائے بعض فقہاء نے کہا ان کی نفی یہ ہے کہ انہیں قید کر دیا جائے اور ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ قتل کیے جائیں کہ وہ باقی نہ رہیں۔

مختصر المزنی میں آیا ہے

"و نفیهم اذا هربوا ان یطلبوا حتی یوخذوا فیقام علیهم الحد قال الشافعی فبهذا اقول۔" (۲۶)

امام شافعی نے فرمایا: ان کی نفی جب وہ فرار ہو جائیں یہ ہے کہ انہیں طلب کرنے کے بعد پکڑا جائے پھر ان پر حد قائم کی جائے۔ (مزنی کہتے ہیں) میری بھی یہی رائے ہے۔

حنابلہ کی رائے میں نفی سے مراد تغریب (جلاوطنی) ہے۔ (۲۷)

ظاہریہ کے نزدیک نفی سے مراد یہ ہے کہ شخص کو زمین کی ہر جگہ سے نکالا جائے اور توبہ کرنے تک اسے سوائے کھانے اور نیند کے کسی جگہ قرار نہ کرنے دیا جائے، امام ابن حزم لکھتے ہیں:

فالواجب ان ینفی ابدا من کل مکان من الارض و ان لا یترك یقر الا مدة اکله و نومه و مالابد له من الراحة التی ان لم ینلها مات و مدة مرضه لقول الله تعالیٰ (و تعاونوا علی البر و التقوی) فواجب ان لا یقتل و ان لایضیع لکن ینفی ابدا حتی یحدث توبة فاذا احدثها سقط عنه النفی۔ (۲۸)

ضروری ہے کہ اسے زمین کی ہر جگہ سے ہمیشہ نکالا جاتا رہے اور اسے کسی جگہ قرار نہ لینے دیا جائے سوائے اتنی مدت کے کہ وہ کھانا کھائے، سوئے اور اتنا آرام کرے کہ جو اس کے لیے بہت ضروری ہے کہ اس کے بغیر وہ مر جائے اور اس کی بیماری کی مدت کے چونکہ، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"تعاونوا علی البر و التقوی"

تو واجب ہے کہ اسے نہ مارڈالا جائے اور نہ ضائع کیا جائے مگر ہمیشہ علاقہ سے نکالا جاتا

رہے جب تک وہ توبہ نہ کرے، جب وہ توبہ کرے اس کی نفی ختم ہو جائے گی۔

مندرجہ بالا تعریفوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نفی کا اصل مفہوم تو جلاوطنی اور نکالا جانا ہی ہے مگر اکثر فقہاء کی رائے میں قید سے نفی کے مقاصد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

۲۔ حجر

الحجر مصدر ہے جس کے معنی منع کرنے کے ہیں (۲۹) جب کہا جاتا ہے کہ

حجر علیه القاضی یحجر حجرا اذا منعه من التصرف فی ماله (۳۰)

(جب وہ اسے اس کے مال میں تصرف کرنے سے منع کر دیتا ہے)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک جنون، بچپنا اور غلامی کی وجہ سے کسی کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے روکنا حجر ہے۔ صاحبین کی رائے میں بے وقوفی، فضول خرچی، مالدار آدمی کے ادائیگی قرض میں ٹال مٹول کرنے، قرض چڑھنے اور قرض دار کے تجارت کرنے سے مال کے ضائع ہونے کے اندیشے، بعض وارثوں کے لیے جائیداد خاص کرنے کے خوف اور قرض خواہوں کے سوا دوسرے لوگوں کے حق میں اقرار کرنے کے خوف سے بھی کسی کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے روکنا حجر ہے۔ (۳۱)

حنفیہ مزید اضافہ کرتے ہیں کہ یہ روکنا تصرف قولی میں ہے نہ کہ فعلی میں:

الحجر شرعا منع من نفاذ تصرف قولی لا فعلی لان الفعل بعد و قوعه لا یمکن رده فلا یتصور الحجر علیه (۳۲)

شریعت میں حجر سے مراد قولی تصرف کے نفاذ کو روکنا ہے نہ کہ تصرف فعلی کو کیونکہ فعل کے واقع ہو جانے کے بعد اسے لوٹانا ممکن نہیں اس لیے اسے روکنے کا بھی کوئی تصور نہیں۔

مالکیہ کی رائے میں حجر سے مراد یتیموں کو تصرف مالی سے روکنا ہے ان کے نزدیک عاقل اور بالغ افراد کو بھی روکا جا سکتا ہے، جبکہ ان کی طرف سے اسراف ہو رہا ہو یا وہ بے وقوف ہوں۔

ابن رشد فرماتے ہیں:

اجمع العلماء علی وجوب الحجر علی الایتام لم یبلغوا الحلم لقوله تعالیٰ (وابتلوا الیتامیٰ حتیٰ بلغوا النکاح) و اختلفوا فی الحجر علی العقلاء الکبار اذا ظهر منهم تبذیر لا موالهم فذهب مالك و الشافعی و اهل المدینة و کثیر من اهل العراق الی جواز ابتداء الحجر علیهم بحکم الحاکم و ذلك اذا ثبت عنده سفههم (۳۳)

علماء کا یتیموں پر حجر کے واجب ہونے پر اجماع ہے جب تک کہ بالغ نہ ہو جائیں، اس کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ: "وابتلوا الیتامیٰ حتیٰ اذا بلغوا النکاح"

اور عاقل بالغ افراد پر حجر میں اختلاف ہے، جب وہ مال میں اسراف کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ امام مالک، امام شافعی، اہل مدینہ اور اہل عراق میں سے بہت سوں کی رائے میں حاکم کے حکم سے ان پر حجر کا اطلاق جائز ہے اور اسی طرح جب اس کے نزدیک ان کی بیوقوفی ثابت ہو جائے۔

شافعیہ کی رائے میں حجر یتیم کو مال میں تصرف کرنے سے روکنے کو کہتے ہیں، بلوغ اور رشد کے بعد یہ ولایت اسے منتقل ہو جاتی ہے (۳۴) حجر کے اسباب میں بے وقوفی اور بڑھاپا بھی شامل ہے۔ (۳۵)

حنابلہ کے نزدیک حجر سے مراد کسی انسان کو اس کے مال میں تصرف کرنے سے روکنا ہے۔

"الحجر هو فی الشریعة منع الانسان من التصرف فی ماله۔"(۳۶)

شریعت میں حجر سے مراد کسی انسان کو اس کے مال میں تصرف کرنے سے روکنا ہے۔

ظاہریہ کے نزدیک صرف بچپنا اور جنون کی وجہ سے مال میں تصرف کرنے سے روکنا حجر ہے۔

"لا یجوز الحجر علی احد فی ماله الا علی من لم یبلغ او علی مجنون فی حال جنونه" (۳۷)

کسی پر اس کے مال میں حجر جائز نہیں، سوائے اس پر جو بالغ نہ ہوا ہو یا مجنوں پر اس کی جنون کی حالت میں۔

مندرجہ بالا آراء کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ حجر میں قید کی طرح پابندی، اور روک ہے، مگر اس پابندی کا تعلق تصرف سے ہے نہ کہ جسم سے۔

۳۔ وقف

وقف کے لغوی معنی حبس (قید) کے ہیں (۳۸)

کہا جاتا ہے "وقف الارض علی المساکین وقفا: حبسها" (۳۹)

اس نے زمین کو مساکین کے لیے وقف کر دیا یعنی اس نے اسے روک لیا یا مقید کر دیا۔

حنفیہ وقف کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

الوقف شرعا حبس العین علی حکم ملك الواقف و التصدق بالمنفعة (۴۰)

وقف سے شرعی طور پر مراد کسی چیز کو اس حکم پر روک لینا کہ ملکیت وقف کرنے والے کے پاس رہے اور منفعت صدقہ کر دی جائے۔

شافعیہ نے وقف کی تعریف یوں کی ہے:

حبس الاصل و سبل الثمرة۔ الحبس ضد الاطلاق و التخلیة ای اجعله محبوسا لا یباع و یوهب و سبل الثمرة اجعل لها سبیلا ای طریقا لمصرفها (۴۱)

اصل یعنی عین کا حبس کرنا اور ثمرہ یعنی منفعت کو راستہ دینا۔ حبس آزاد کرنے اور چھوڑنے کی ضد ہے، اس سے مطلب یہ ہوا کہ اسے محبوس کر دیا جائے کہ نہ بیچا جائے اور نہ ہبہ کیا جائے اور سبل الثمرۃ سے مراد ہے کہ اس کے لیے راستہ بنایا جائے یعنی ایسا راستہ یا طریق جس سے اسے استعمال کیا جائے۔

حنابلہ کے نزدیک وقف سے مراد ہے

تحبیس الاصل و تسبیل الثمرة ..... اصله قول النبی علیه السلام ان شئت

حبست اصلها و تصدقت بها غير انه لايباع اصلها و الايوهب ولا يورث (۴۲)

اصل کو روکنا اور ثمرہ (منفعت کو راستہ دینا) اس کی دلیل نبی ﷺ کا ارشاد پاک ہے، اگر تو چاہے اس کی اصل روک کر صدقہ کر دے، اس شرط کے ساتھ کہ اس کی اصل نہ بیچی جائے نہ خریدی جائے، نہ ہبہ کی جائے اور نہ وراثت میں منتقل کی جائے ہو۔ وقف کو حبس کا نام دیا گیا ہے کہ اس میں روکنے اور پابند کرنے کا حکم ہے کہ موقوف کی ملکیت آگے منتقل نہیں ہوتی اس سے صرف فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

۴۔ حصر

حصر کے لغوی معنی قید کے ہیں، جیسے کہا جاتا ہے: حصره المرض : حبسه

اس کے مرض نے اسے قید کر لیا یعنی روک لیا)

و الحصير : المحبس (قید کی جگہ)(۴۳)

ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے: "وجعلنا جهنم للكافرين حصيرا۔" (۴۴)

اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنایا ہے۔

کہا جاتا ہے: الحصر : الحبس عن السفر وغيره (۴۵)

سفر وغیرہ سے روک تھام لیا جانا۔

حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک دشمن، بیماری، محرم کی موت یا نفقہ کی ہلاکت کی وجہ سے حج کی ادائیگی سے رک جانا حصر ہے۔

"الاحصار شرعاً منع عن ركن اذا احصر بعدو او مرض او موت محرم او هلاك نفقته۔" (۴۶)

احصار سے شریعت میں مراد کسی دشمن، بیماری، محرم کی موت یا نفقہ کی ہلاکت کی وجہ سے (حج کے) رکن سے رک جانا ہے۔ ابن رشد فرماتے ہیں:

"بل المحصر ههنا الممنوع من الحج باى نوع امتنع اما بمرض او

بعدو او بخطاء فی العدد او بغیر ذلک۔" (۴۷)

محصر سے مراد یہاں حج سے روک دیا جانے والا ہے، روکنے کی وجہ کوئی بھی ہو سکتی ہے۔ چاہے بیماری یا دشمن یا ایام کے گننے میں غلطی یا اس کے علاوہ کوئی اور وجہ۔

شافعیہ کی رائے میں دشمن، قید، غلام کا مالک کی اجازت کے بغیر اور عورت کا اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر احرام باندھنا حصر کا سبب ہو سکتا ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں:

"الا حصار الذی ذکرہ اللہ تبارك و تعالیٰ فقال (فان احصر تم فما استیسر من الھدی) (۴۸)نزلت یوم الحدیبیۃ و احصر النبی علیہ الصلاۃ و السلام بعد و ...... و ھکذا السلطان ان حبسہ فی سجن او غیرہ و ھکذا العبد یحرم بغیر اذن سیدہ و کذلك المراۃ تحرم بغیر اذن زوجھا۔"(۴۹)

احصار کا ذکر ارشاد باری تعالیٰ میں موجود ہے۔" فان احصرتم فما استیسر من الھدیٰ" یہ آیت حدیبیہ کے روز نازل ہوئی، جب نبی ﷺ کو دشمن نے حج سے روک لیا اور اسی طرح جب حکمران یا کوئی دوسرا اسے جیل میں قید کر دے اور اسی طرح جب غلام مالک کی اجازت کے بغیر اور عورت شوہر کی اجازت کے بغیر احرام باندھ لے (تو یہ حصر ہے)

حنابلہ کی رائے میں دشمن یا قید حق کی وجہ سے حج سے رک جانے کو حصر کہتے ہیں۔

"اجمع اھل العلم علی ان المحرم اذا حصرہ عدو من المشرکین او غیر ھم فمنعوہ الوصول الی البیت ولم یجد طریقا آمنا لہ التحلل ...... فاما من حبس بحق علیہ یمکنہ الخروج منہ لم یکن لہ التحلل لا نہ لا عذر لہ فی الحبس و ان کان معسرا بہ عاجزا عن ادائہ فحبسہ بغیر حق فلہ التحلل۔" (۵۰)

اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ محرم کو مشرکین میں سے یا کوئی اور دشمن گھیر لے اور انہیں بیت اللہ پہنچنے نہ دے اور وہ کوئی راستہ پر امن نہ پائیں تو ان کے لیے احرام کھولنا جائز ہے۔

جہاں تک قید حق کا تعلق ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ خروج کو ممکن بنائے، احرام کھولنا اس

کے لیے جائز نہیں کیونکہ قید میں رہنے کا اس کے پاس کوئی عذر نہیں، اور اگر وہ تنگ دست ہے تو اس کی قید ناحق ہے تو اس کے لیے احرام کھولنا جائز ہے۔ ظاہریہ کے نزدیک جو بھی چیز کسی کو حج یا عمرے سے روکے حصر ہے۔

''الاحصار فان کل من عرض له ما يمنعه من اتمام حجه او عمرته قارنا كان اومتمتعا من عدو اومرض او كسراو خطاء طريق او خطاء في روية الهلال او سجن او اى شي كان فهو محصر۔''(۵۱)

احصار یہ ہے کہ کوئی بھی چیز جو کسی کو حج یا عمرہ چاہے قرآن ہو یا تمتع سے روک دے چاہے دشمن ہو، بیماری ہو، ٹوٹ پھوٹ ہو، راستے کی غلطی ہو، چاند دیکھنے میں غلطی ہو۔ جیل ہو یا کوئی اور چیز وہ محصر ہے۔

مندرجہ بالا تعریفات سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف چیزیں یا اعمال جو کسی کو حج وعمرہ سے روک دیں حصر کہلاتے ہیں، قید بھی ان میں شامل ہے۔ جس کی وجہ سے کوئی حج سے رک جاتا ہے۔

فصل چہارم

شریعت میں سزائے قید کے مقاصد واہداف

اسلام میں عدلیہ کا بنیادی ہدف حقوق اللہ اور حقوق العباد کے سلسلے میں انسانوں پر نگرانی کرنا، ان حقوق کی ادائیگی میں ہونے والی کوتاہیوں پر ان کی اصلاح کرنا۔ حق سے محرومی پر ان کا حق دلوانا۔ قانون شکنی پر مجرم کو سزا دینا۔ یہ سب اس وقت ممکن ہوگا، جب عدل ہو۔ اس لیے اسلام نے عدالتی نظام میں عدل پر زور دیا ہے کہ شریعت میں سزا کے ذریعے عدل کی فراہمی کو یقینی بنایا جاتا ہے۔ عدل کے بغیر کوئی معاشرہ قائم نہیں رہ سکتا ہے۔ اس لیے قرآن میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر عدل کا بہت زیادہ تقاضا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل۔" (۵۲)

امام شوکانی فرماتے ہیں: "العدل ہو فصل الحکومة علی مافی کتاب اللہ و سنة رسولہ ﷺ" (۵۳)

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے مطابق فیصلہ کرنا عدل ہے۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اعدلوا ہو أقرب للتقویٰ و اتقوا اللہ۔" (۵۴)

اس آیت کی تفسیر میں امام رازی فرماتے ہیں:

"أمر اللہ جمیع الخلق بأن لا یعاملوا احدا اِلا علی سبیل العدل و الاِنصاف و ترك المیل و الظلم۔" (۵۵)

کہ اللہ تعالیٰ نے پوری مخلوق کو حکم دیا ہے، ہر ایک سے عدل اور انصاف کا معاملہ کرو اور جانبداری و ظلم چھوڑ دو۔ مزید ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"ان اللہ یامر بالعدل و الاحسان و ایتاء ذی القربیٰ۔" (۵۶)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ عدل کا حکم دیتا ہے جبکہ حضرت علیؓ کا قول ہے: "العدل الانصاف" (۵۷)

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پوری زندگی میں عدل اور انصاف پر چلنے کی ہدایت کی ہے۔ اس لیے کہ عدل و انصاف کے بغیر نظام زندگی کا چلنا ناممکن ہے۔

سورۃ الحدید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لقد أرسلنا رسلنا بالبينٰت و أنزلنا معهم الكتاب و الميزان ليقوم الناس بالقسط و انزلنا الحديد فيه بأسٌ شديد و منافع للناس۔" (۵۸)

امام طبری اس آیت کی تشریح اور تفسیر میں بیان فرماتے ہیں، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ذکر کیا ہے:

"لقد أرسلنا بالمفصلات من البيان والدلائل و أنزلنا معهم الكتاب بالأحكام و الشرائع و الميزان بالعدل ليعمل الناس بينهم بالعدل۔" (۵۹)

کہ ہم نے رسولوں کو برھان اور دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتابیں نازل کیں جن میں احکام اور قوانین ہیں اور اس کے ساتھ عدل کی میزان نازل کی تاکہ لوگ اپنے درمیان عدل کے مطابق معاملہ کریں۔ یعنی اس شریعت کو نازل کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان عدل قائم ہو۔ اس لیے سزاؤں کے نظام میں اس مقصد اور ہدف کو پیش نظر رکھنا لازمی ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں بہت خوبصورتی سے الکتاب، المیزان اور الحدید میں مختلف نوعیت کی مناسبتیں بیان کی ہے۔ جو اس موضوع کو بہت اچھے طریقے سے واضح کرسکتی ہے۔ امام رازی کی بیان کی گئی بحث کا خلاصہ ہم پیش کرتے ہیں۔

متذکرہ بالا تین چیزوں میں مناسبت اس اعتبار سے کہ تکلیف کا مدار کن امور پر ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ اس کا مدار دو امور پر ہے: "احداهما فعل ماينبغي فعله و الثاني ترك ما ينبغي تركه۔"

پھر آگے فرماتے ہیں:

فالكتاب هو الذى يتوسل به الى فعل ماينبغي من الأفعال القسانية لان يتميزا الحق من الباطل والحجة من الشبهة و الميزان هو الذى يتوسل به الى فعل ماينبغي من الأفعال البدنية ...... والميزان هو الذى يتميز به العدل عن الظلم و

الزائد عن الناقص و أما الحديد ففيه بأس شديد و هو زاجر للخلق عما لاينبغي۔ (٦٠)

اس سے معلوم ہوا کہ روحانی مصالح کی حفاظت کے لیے کتاب اور جسمانی مصالح کے لیے میزان نازل کی گئی پھر حق اور باطل، عدل اور ظلم میں تمیز ہو جانے کے باوجود پھر کوئی ایسا فعل کرے جو اسے نہیں کرنا چاہیے تو اس کے لیے بطور زجر حدید نازل کیا۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ شریعت کی نظر میں عدل کا قائم کرنا مقصود ہے اور اس ہدف اور مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سزا کو مشروع قرار دیا گیا۔ لہٰذا سزا کے نتیجے میں عدل قائم ہونا چاہیے۔

امام رازی نے ایک اور اعتبار سے ان تین الفاظ میں مناسبت بیان کی ہے کہ انسان مقام حقیقت یعنی مقام نفس مطمئنہ پر ہوتا ہے یا مقام طریقت یعنی مقام نفس لوامہ یا شریعت یا نفس لوامہ کے مقام پر ہوتا ہے۔ مقام حقیقت کے حامل انسان کے لیے سکون اللہ کے پاس ہے وہ کتاب اللہ پر ہی عمل کرتا ہے۔ مقام طریقت والے کے لیے ضروری ہے کہ میزان ہوتا کہ وہ افراط و تفریط سے بچ سکے اور صراط مستقیم پر قائم رہے، مقام شریعت کے حامل کو مجاہدہ شدید اور سخت مشق کی ضرورت ہوتی ہے۔

ان الفاظ کی ایک اور اعتبار سے تعلیق کرتے ہوئے امام رازی فرماتے ہیں کہ دین اصول و فروع کا مجموعہ ہے، اصول قرآن سے اخذ ہوتے ہیں اور فروع سے مقصود ایسے افعال ہیں جن میں انسان کی مصلحت اور عدل پایا جاتا ہے، ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: "ذلك بالميزان فإنه اشارة الى رعاية العدل و الحديد لتاًديب من ترك ۔ "(٦١)

کہ جو میزان سے کام لے کر عدل کی رعایت نہ کرے تو اس کی تادیب ہوگی، لفظ حدید اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ یعنی سزا اور تادیب کا مقصد عدل کی فراہمی ہے۔

شریعت میں جرم پر سزا رکھی ہی اس لیے گئی ہیں کہ لوگ جرم اور نافرمانی سے باز رہیں اور ان کی زندگی عدل کی بنیاد پر استوار ہوتا کہ اس کے نتیجہ میں وہ اخروی نجات حاصل کر سکیں اور ان کی دنیاوی زندگی میں معاشرت کی حفاظت ہو۔ بہوتی فرماتے ہیں، مقرر شدہ سزاؤں کو حدود کا نام

ہی اس لیے دیا گیا: لأنها تمنع من الوقوع في مثل ذلك الذنب و أن تكون سميت بالحدود التي هي المحارم لكونها زواجر عنها۔ (۶۲)

جرائم میں سزاؤں کو شروع اسی لیے قرار دیا گیا ہے کہ لوگ اپنے درمیان ایک دوسرے پر جان، مال، عقل اور قرض وغیرہ میں جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان جرائم سے روکنے کے لیے سزائیں مقرر فرمائیں، ان سزاؤں میں مصلحت کا لحاظ رکھا کہ وہ ضرورت سے تجاوز نہ کریں۔

کسی فعل کے کرنے کی صرف ممانعت یا حکم اس بات کی ضمانت نہیں کہ لوگ اس پر عمل کریں یا باز رہ جائیں گے بلکہ سزا نہ ہونے کی صورت میں اوامر و نواہی ضائع اور بے کار ہو جائیں گے، سزا ہی کے ذریعے کسی حکم یا ممانعت کا کوئی قابل فہم معنی اور کوئی امید افزا نتیجہ سامنے آ سکتا ہے۔ سزا کے ڈر سے عموماً لوگ جرائم سے باز رہتے ہیں۔ دنیا میں خرابی پیدا کرنے سے رکتے اور مضر رساں کاموں سے اجتناب کرتے ہیں اور خیر و فلاح کے کام سرانجام دیتے ہیں۔

سزاؤں کو اگرچہ مفاد عامہ کے نقطہ نظر سے قانونی حیثیت دی گئی ہے۔ مگر سزاؤں کے خود اپنے اندر اور کوئی مصلحت پنہاں نہیں ہے بلکہ اپنی ذات کے لحاظ سے یہ مفاسد ہیں۔ شریعت اسلامیہ نے سزائیں اس لیے مقرر کی ہیں کہ ان کے ذریعے اجتماعیت کا حقیقی مفاد حاصل ہوتا ہے اور اس کا تحفظ ہوتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جرائم بھی کچھ مفادات پر مشتمل ہوں، مگر شریعت نے ان مفادات کو نظر انداز کر کے ان کی اس لیے ممانعت کی ہے کہ بالآخر ان کے نتائج فساد پر مبنی ہوتے ہیں۔ چنانچہ زنا، شراب نوشی، چوری، استھانوں پر چڑھاوے چڑھانا یا پوجا کرنا، دوسروں کا مال چھیننا، گھر والوں کو چھوڑ دینا اور زکوٰۃ نہ دینا سارے ہی ایسے اعمال ہیں جن میں فرد کا کوئی نہ کوئی فائدہ ہے مگر ان فوائد کا شارع کی نظر میں کوئی لحاظ نہیں بلکہ شارع نے ان کاموں سے منع کر دیا ہے کہ یہ اعمال انجام کار معاشرے کے فساد کا باعث بنتے ہیں۔ ایسے افعال کم ہی ہوتے ہیں کہ جن میں خالص فوائد اور نقصانات ہوتے ہیں۔ انسان طبعی طور پر ان امور کو ترجیح دیتا ہے

جن کا فائدہ زیادہ ہو، شریعت اسلامیہ نے سزاؤں میں تہدید اور زجر کا عنصر اسی لیے رکھا ہے کہ طبیعت انسانی کا علاج ہو جائے، کیونکہ اس صورت میں جب انسان اپنے ذاتی مفاد اور اس پر مرتب ہونے والی سزاؤں کی جانب توجہ کرتا ہے تو طبعی طور پر اس سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔(۶۳)

جرم اور سزا میں نسبت

شریعت اسلامیہ میں سزاؤں کا مقرر کیا جانا حکمت کے طور پر ہے۔ یہ نہیں ہے کہ جرم ہو گیا تو بہت سزا ہو بلکہ جو سزائیں دی جائیں وہ معاشرے سے فساد کو دور کرنے اور مصالح کے حصول کا ذریعہ بنیں۔ سزا جرائم کے مطابق اور مناسب ہو۔ جرم اور سزا میں مناسبت ہو، اسی لیے صرف سزا کو لاگو کر دینے کی نسبت سزا کا مقصد و ہدف زیادہ اہم ہے۔ اسلام میں سزاؤں کی ترتیب یا فرق مراتب جرائم کے فرق مراتب پر مبنی ہے، اگر جرم اللہ کے حق یا دوسرے الفاظ میں معاشرہ کی مجموعی بہبود و مصلحت کے خلاف ہے تو سزا سخت ہے اور اگر کسی فرد کے حق کا معاملہ ہے تو سزا میں نرمی اختیار کی جا سکتی ہے جس میں اس فرد یا اس خاندان کی مرضی سے صلح یا معافی بھی شامل ہے۔

جسٹس تنزیل الرحمٰن فرماتے ہیں کہ دراصل اسلامی شریعت میں قصاص یعنی بدلہ سزاؤں کی بنیاد ہے، لہٰذا جو شخص کسی کو ناحق قتل کرے گا قتل کیا جائے گا اور جو کسی کی آنکھ ضائع کرے گا، اس کی آنکھ ضائع کر دی جائے گی جو کسی کو ناجائز ضرب پہنچائے گا اس کو ایسی ہی ضرب پہنچائی جائے گی۔ یہ اصول ان حقوق سے متعلق ہو گا جو شخصی یا انفرادی ہیں لیکن جو حقوق معاشرہ کے ہیں ان کی خلاف ورزی پر سزا کا پیمانہ مختلف ہو گا۔ چنانچہ ایسے جرائم میں جرم کی مقدار نہیں دیکھی جاتی بلکہ جرم کی شدت اور معاشرے پر اس کے اثرات کے تحت ان کی سزائیں مقرر کی جاتی ہیں۔(۶۴)

جرائم اور ان پر مقرر سزاؤں پر غور کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ شارع نے جرم اور سزا میں مطابقت اور مناسبت رکھی ہے۔ جرم کی نوعیت کے مطابق سزا رکھی گئی ہے۔ اگر جرم کا تعلق نفس سے ہے تو سزا بھی ایسی مقرر کی ہے، جس کا اثر نفس پر ہوتا ہے۔ اور اگر جرم کا تعلق جسم سے ہو تو سزا بھی جسمانی ہے، مثلاً جان کے بدلے جان ہے۔ زنا، شراب نوشی اور قذف مین انسان کو

لذت محسوس ہوتی ہے۔لہٰذا سزا بھی ایسی رکھی گئی ہے کہ جو لذت کیخلاف ہے کہ جتنی لذت نفس نے محسوس کی اتنی تکلیف سہے اور اسے کوڑے لگائے جاتے ہیں۔اسی طرح چور چوری کرتے ہوئے ہاتھ استعمال کرتا ہے۔ راہزنی میں ہاتھ اور پاؤں دونوں استعمال ہوتے ہیں تو اسی مناسبت سے قطع عضو کی سزا ہے۔

مقاصد شریعت اور سزائیں

شریعت کا مقصد بندوں کے مصالح ہیں۔شریعت نے جتنے بھی احکام دیے ہیں، چاہے ان کا تعلق اوامر سے ہو یا نواہی سے، اور یا عقاب و سزا سے، ان سب سے مطلوب و مقصود بندوں کی مصلحت ہے۔ فقہاء اسلام نے قرآن و سنت سے استنباط کر کے پانچ اصولوں کی راہنمائی فرمائی ہے۔جن پر مصلحت حیات انسانی کا دارومدار ہے۔ اور جن کی حفاظت کو ضروریات قرار دیا ہے کہ ان کے بغیر حیات انسانی کی مصلحت کی رعایت وحفاظت ناممکن ہے۔ مصلحت حیات انسانی کا دارومدار مندرجہ ذیل پانچ امور پر ہے۔

۱۔حفاظت دین ۲۔حفاظت نفس

۳۔حفاظت مال ۴۔حفاظت نسل

۵۔حفاظت عقل (۶۵)

شریعت کے جتنے بھی احکام ہیں وہ ان پانچ مصلحتوں کے گرد گھومتے ہیں۔موضوع کے حوالے سے صرف مقاصد شریعت اور سزاؤں میں مناسبت ہی بیان کی جائیگی کہ سزائیں ان مقاصد کے حصول میں کس طرح کردار ادا کرتی ہیں۔

چنانچہ جو مسلمان اسلام سے منکر ہو کر مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو جائیں اور عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور دین اسلام میں فتنہ و فساد برپا کرنے کے درپے ہوں ان کو قتل کر دینے کا حکم ہے کیونکہ وہ دین کی بنیاد کو منہدم کرنے کے درپے ہیں۔قتل عمد میں قصاص کا حکم اس لیے ہے کہ انسانی جانیں ظلم اور تعدی سے محفوظ رہیں اور سزا کے ذریعے انسانی جان کی حرمت کا احساس عام ہو جائے۔قصاص کو معاف کرنے اور دیت کا حکم اس لیے ہے کہ بدلے کی

آگ آئندہ نسلوں کو بھی برباد نہ کر دے اور دیت کے ذریعے مقتول کے خاندان کے مالی نقصان کو پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ عقل انسانی کو محفوظ رکھنے کے لیے شراب نوشی اور نشہ پر سزا ہے کیونکہ شراب اور نشہ انسانی عقل کو مفلوج کرتا ہے۔ زنا کی سزا کا وجوب اس مقصد کے لیے ہے کہ اولاد کا نسب خلط ملط نہ ہو اور نسل کی حفاظت ہو۔ خاندانی نظام میں نسب کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی سی ہے۔ چور اور راہزن پر سزا اس وجہ سے لاگو ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کا مال خفیہ یا اعلانیہ طور پر ناجائز طریقہ سے حاصل کرتے ہیں اور لوگوں میں مال کے عدم تحفظ کا احساس عام ہوتا ہے۔ یہ احساس ان کو امن و سکون کے ساتھ راتوں کو سونے نہیں دیتا چنانچہ غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مندرجہ بالا اصول پانچ انسانی مصلحتیں جن کا حصول ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے ان میں کسی ایک پر دست اندازی کو سزا کے ذریعے روکنا عین مصلحت ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ شریعت میں سزاؤں کا مقصد و ہدف معاشرے سے فساد دور کرنا، مصالح کی ترویج اور عدل فراہم کر کے معاشرے سے بے چینی اور عدم مساوات کے احساس کو دور کرنا، معاشرے کے افراد کو اس قابل بنانا کہ دنیا کے اندر وہ ایسا طرز عمل اختیار کریں جس کے نتیجے میں معاشرے میں امن و امان ہو۔ لوگوں کی حق تلفی کا ازالہ ہو۔ شارع کے اوامر و نواہی کی اطاعت ہو تاکہ وہ آخرت میں فلاح و نجات کے مستحق ٹھہر سکیں۔ سزا کے مقاصد میں سے یہ بھی مصلحت ہے کہ حیات انسانی کی حفاظت ہو نیز سزاؤں کے ذریعے مجرم کو ڈرانا دھمکانا اور تادیب بھی مقصود ہے تاکہ وہ دوبارہ جرم کا ارتکاب نہ کرے اور دوسروں کے لیے باعث عبرت ہو کہ وہ جرم کے ارتکاب سے باز رہیں۔ سزاؤں کا مقصد مجرم کی اصلاح ہے اس کو اس قابل بنانا کہ وہ صالح بن کر زندگی گزار سکے اور معاشرے کا کارآمد شہری بن سکے ان تمام مقاصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ جرم اور سزا میں مطابقت ہو یعنی جرم کی نوعیت اور شدت کے مطابق سزا دی جائے اور اتنی مقدار میں دی جائے کہ جتنی ان مقاصد و اہداف کے حصول کے لیے ضروری ہو۔

جدید قانون اور سزا کے اہداف

ابتدائی زمانہ میں ستم رسیدہ اور متضرر شخص اپنا انتقام خود لیا کرتے تھے اور سزا میں انتقامی

جذبہ کارفرما ہوتا تھا۔ اس کے بعد انسانی رویہ میں تبدیلی واقع ہوئی اور سزا کا مقصد زجر و توبیخ ٹھہرا کہ مجرم کو سختی برداشت کرنی پڑے اور معاشرے کے دوسرے افراد کو تنبیہہ ہو تا کہ وہ جرم کے ارتکاب سے باز رہیں۔ دور جدید میں سزا بغرض اصلاح دیے جانے کا رجحان ہے۔ سزا اس لیے دی جائے کہ اس کے نتیجے میں مجرم کی اصلاح ہو۔ ماہرین قانون نے سزا کے چار مقاصد بیان کیے ہیں۔(۶۶)

۱۔ عبرت (Deterrance)

۲۔ انسداد جرائم (Prevention)

۳۔ اصلاح مجرم (Reformation)

۴۔ انتقام (Retribution)

اس سے سزا کے مندرجہ ذیل اہداف متعین ہوتے ہیں۔

۱۔ مجرم عارضی طور پر یا مستقلاً تکرار جرم پر قادر نہ رہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ سزا کا عمل مجرم کے جسم پر ہو۔

۲۔ سزا بھگتنے کے نتیجہ میں مجرم کے اخلاق کی اصلاح عمل میں آئے اسکے لیے لازمی ہے کہ سزا کا اثر اس کے دماغ پر ہو کہ وہ مجرمانہ ذہنیت بدل لے۔

۳۔ ضرر رسیدہ شخص کی تسکین ہو۔ دوسری صورت میں اس کے اندر انتقامی جذبات بھڑکتے رہیں گے۔ جو اسے جرم پر آمادہ کر سکتے ہیں۔

۴۔ سزا کے ذریعے معاشرے کے اخلاقی احساسات کو بلند کیا جائے۔(۶۷)

ان چاروں مقاصد اور اہداف کا خیال رکھنا ضروری ہے کیونکہ ان میں عدم توازن بگاڑ کا باعث بن سکتا ہے۔ جبکہ عصر حاضر میں سزا میں مجرم کی اصلاح کا عنصر غالب رکھنے پر زور ہے۔ اسی لیے سزائے موت کے خاتمے، کوڑوں کی سزا کو ظالمانہ قرار دینے اور قطع عضو و مجرم پر زیادتی کے نعرے عام ہیں۔ ان لوگوں کا پلڑا ایک طرف جھک گیا ہے جو راہ اعتدال سے ہٹا ہوا ہے۔

سزائے قید کے اہداف

چونکہ قید بھی سزا کی ایک نوعیت ہے اس لیے متذکرہ بالا مقاصد واہداف سزائے قید میں بھی پیش نظر رکھے ہوں گے۔ ماہرین قانون نے سزا کے جو مقاصد واہداف بیان کیے ہیں، علماء اسلام نے تقریباً وہی مقاصد تعزیری سزا کے مقاصد واہداف میں پیش کیے ہیں۔

سزائے قید دراصل تعزیری سزاؤں کی ایک نوعیت ہے۔ مثلاً بیان ہوا: التعزیر قد یکون بالحبس (۶۸)

تعزیری سزا کے مقاصد سزائے قید کے مقاصد واہداف ہوں گے۔ علماء نے تعزیری سزا کے مندرجہ ذیل اہداف بیان کیے ہیں۔

۱۔ زجر وتوبیخ

زجر کے معنی دھمکانا، منع کرنا اور روکنا ہے۔ زجر کے معنی مجرم کو عادی مجرم بننے یا جرائم میں حد سے گزرنے سے روکنا اور غیر مجرم کے لحاظ سے زجر کے معنی اسے ارتکاب جرم سے روکنا ہے۔

التعزیر تادیب دون الحدود اصله من العزر بمعنى الرد و الردع ..... و المقصود منه الزجر (۶۹)

تعزیر کی اصل عزر ہے جس کے معنی روکنے اور باز رکھنے کے ہیں اور اس سے مقصود زجر ہے۔

مغنی میں بیان ہوا کہ ذلك يسمى تعزير لأنه منع من الجناية۔

اس سزا کا نام تعزیر اس لیے ہے کہ یہ جرم سے روکتی ہے۔ آگے بیان ہوا: انها عقوبة مشروعة للردع و الزجر "کہ اس سزا کی مشروعیت کا مقصد روکنا اور دھمکانا ہے۔"(۷۰)

سزاؤں میں حکمت ہی یہ ہے کہ لوگوں کو تنبیہ ہو اور انہیں جرائم کے ارتکاب سے دور رکھا جائے، معاشرے کو فساد سے محفوظ رکھا جائے اور گناہوں سے پاک کیا جائے۔ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"من رحمة الله سبحانه و تعالىٰ ان شرع العقوبات فى الجنايات الواقعة بين

الناس بعضهم على بعض فى النفوس والابدان والاموال و العقل والجراح و القذف والسرقة فاحكم سبحانه و تعالىٰ وجوه الزجر الرادعة عن هذه الجنايات غاية الاحكام و شرعا على اكمل الوجوه المتضمنة لمصلحة الردع والزجر مع عدم المجاوزة لما يستحقه الجانى من الردع۔ (۷۱)

چونکہ تعزیری سزا کا مقصد مجرم کو ارتکاب جرم سے باز رکھنا ہے اس لیے یہ سزا اس قدر ہونی چاہیے کہ جس سے مقصد پورا ہو جائے نہ تو اس قدر کم ہو کہ مجرم ارتکاب جرم سے باز نہ آئے اور نہ اس قدر زیادہ ہو کہ جس کی ضرورت نہ ہو۔ اس لیے قید کی سزا ضرورت کے تحت دی جائے بغیر ضرورت قید میں ڈالنے سے منفی اثرات بھی مرتب ہو سکتے ہیں۔

۲۔ اصلاح و تربیت

شریعت نے مجرم کی اصلاح و تربیت اور اس کی ہدایت و نصیحت کو مقاصد سزا دہی میں سر فہرست رکھا ہے تا کہ مجرم محض خوف سزا کی وجہ سے جرم سے باز نہ رہیں بلکہ وہ پاکی نفس، جرم سے نفرت، خوف خدا اور حصول رضائے الٰہی کے پیش نظر ارتکاب جرم سے باز رہیں۔ ابو یعلی فرماتے ہیں: واما التعزیر فھو تادیب استصلاح۔ (۷۲)

جہاں تک تعزیر کا تعلق ہے یہ ایسے گناہوں کی سزا ہے جن پر حدود لاگو نہیں ہوتیں اور یہ ایک طرح سے حدود سے موافقت بھی رکھتی ہے کہ اس کے ذریعے اصلاح مقصود ہوتی ہے چونکہ یہ نافرمانی پر تادیب ہی اس لیے ہے کہ اس کے ذریعے مجرم کی اصلاح ہو لہٰذا سزائے قید میں یہ مقصد اور ہدف سامنے رہنا چاہیے کہ عرصہ قید میں مجرم اپنی اصلاح کرے نہ کہ جرائم کی دنیا کا بادشاہ بن کر نکلے۔

۳۔ انتقامی جذبہ کی تسکین

جرم افراد معاشرہ کے دلوں میں مجرم کے خلاف نفرت پیدا کرتا ہے اور مظلوم کے حق میں ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ اور خصوصاً متضرر کے اندر انتقامی جذبہ پیدا ہوتا ہے تو سزا در حقیقت معاشرتی

ردعمل ہے۔ معاشرہ سزا کی صورت میں مجرم سے انتقام لیتا ہے، مظلوم کی تسلی ہوتی ہے۔ (۷۳)

سزائے قید میں بھی چونکہ مجرم کو اس کے کچھ حقوق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اسے قید کر کے اذیت پہنچائی جاتی ہے۔ تو یہ بھی ایک ذریعہ ہے انتقامی جذبہ کی تسکین کا۔ لہٰذا مجرم کو قید کرتے وقت یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ اسی طریقے سے قید کیا جائے کہ مضروب و متضرر کے انتقامی جذبہ کی تسکین ہو۔

متذکرہ بالا مقصد و اہداف کے علاوہ سزائے قید کے اور بھی مقاصد ہیں جو قید کے ساتھ خاص ہیں۔ مثلاً کسی کے حق کو محفوظ کرنے کیلیے مدعی علیہ کو قید کرنا یا ملزم کو الزام کے ثبوت یا برات تک قید کرنا کسی کو دوسرے کے حق کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے قید کرنا مثلاً قرض دار اور ایلاء کرنے والے کو قید کرنا۔

اس کے علاوہ جب کسی شخص کو معاشرے سے دور رکھنا ہو اور معاشرے کو اس شخص کے شر سے محفوظ رکھنا ہو، مگر اسے قتل نہ کیا جا سکتا ہو تو اسے قید میں رکھا جاتا ہے۔ تاکہ وہ معاشرے سے کٹ کر رہے اور کسی کو گزند نہ پہنچا سکے۔ معلوم ہوا کہ قید بطور سزا ہی نہیں دی جاتی بلکہ حق کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے اور مقدمے کے فیصلے تک بھی قید کیا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات، نیا ایڈیشن، فیروز سنز، لاہور، ص: ۸۶۵
اور خواجہ عبدالحمید، جامع اللغات، ملک دین محمد اینڈ سنز، لاہور، ۴/ ۳۸

۲۔ فیروز اللغات، ص: ۱۹۵ جامع اللغات، ۲/ ۵۳

۳۔ لسان العرب ۸/ ۳۶۷

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۱ء، مسند الزبیر بن العوام، ۱/ ۲۷۰، ۲۷۱

۵۔ الفیروز آبادی، مجدالدین، القاموس المحیط، المکتبۃ التجاریۃ الکبری بمصر ۱۳۷۳ء، ۱۹۵۴ء، ۲/ ۲۵

۶۔ لسان العرب، ۶/ ۱۸۳، اور القاموس المحیط ۴/ ۲۳۳

۷۔ لسان العرب، ۹/ ۲۲۷ اور القاموس المحیط ۴/ ۱۹

۸۔ Webster's third New International Dictionary of English Language unabridged, Published by William Benton, 1966, Vol: II P.1137

۹۔ M. Ilyas Khan, Hand book of Legal Terms and phrases, Karachi, 1968, P.220

۱۰۔ الکاسانی، علاؤالدین، ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ۷/ ۱۷۴

۱۱۔ حاشیۃ ابن عابدین، ۴/ ۶۶

۱۲۔ ابن تیمیۃ تقی الدین، الفتاوی الکبری، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۸۷ء، ۳/ ۳۹۸

۱۳۔ الشیرازی، ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف، المہذب فی الفقہ علی مذہب الامام الشافعی، مطبعۃ عیسیٰ البابی الحلبی وشرکاہ بمصر، ۲/ ۲۹۴

۱۴۔ سورۃ یوسف ۱۲: ۳۶

۱۵۔ James Hastings, Encyclopaedia of Religion and Ethics, Great Britain, 1930, Vol: X, P:338

۱۶۔ لسان العرب ۱۴/ ۲۴۷ ۱۷۔ لسان العرب، ۱۴/ ۲۴۷

۱۸۔ المعجم الوسیط ۲/ ۹۵۱ ۱۹۔ سورۃ المائدۃ ۵: ۳۳

۲۰۔ بدائع الصنائع ۷/ ۹۵ ۲۱۔ حاشیہ ردالمختار ۴/ ۱۱۴

۲۲۔ ابن رشد، ابو الولید محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، مطبعۃ الاستقامۃ بالقاہرۃ ۱۹۲۸ء، ۲/ ۴۴۶

۲۳۔ القرطبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، مطبعۃ دارالکتب، ۱۹۵۸ء، ۶/ ۱۵۲

۲۴۔ بدایۃ المجتہد ۲/ ۴۲۲ ۲۵۔ المہذب ۲/ ۲۸۵

۲۶۔ المزنی، ابو ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ مختصر المزنی، دار المعرفۃ، بیروت، ص ۲۶۵

۲۷۔ ابن قدامۃ، ابو محمد عبد اللہ بن احمد، المغنی مع الشرح الکبیر الابی فرن، دار الفکر، بیروت ۱۹۸۴ء، ۱۰۔ ۱۳

۲۸۔ ابن حزم، ابو محمد علی احمد بن سعید، المحلی، تحقیق لجنۃ احیاء التراث العربی دار الجیل، بیروت، ۱۱/ ۱۸۳

۲۹۔ القاموس المحیط ۲/ ۴

۳۰۔ لسان العرب ۳/ ۵۷

۳۱۔ بدائع الصنائع ۷/ ۱۶۹

۳۲۔ حاشیۃ رد المختار ۶/ ۱۴۲۔ ۱۴۳

۳۳۔ بدایۃ المجتہد ۲/ ۲۷۵۔ ۲۷۶

۳۴۔ الام ۳/ ۲۱۵

۳۵۔ مختصر المزنی ص: ۱۰۵

۳۶۔ المغنی ۴/ ۵۵۰

۳۷۔ المحلی ۸/ ۲۷۸

۳۸۔ القاموس المحیط ۳/ ۵۔ ۲

۳۹۔ لسان العرب ۱۵/ ۳۷۲

۴۰۔ حاشیۃ رد المختار ۴/ ۴۳۷

۴۱۔ المہذب ۱/ ۴۴۰

۴۲۔

۴۳۔ لسان العرب ۳/ ۲۰۱

۴۴۔ سورۃ الاسراء ۱۷/ ۸

۴۵۔ القاموس المحیط ۲/ ۵۹۰

۴۶۔ حاشیۃ ابن عابدین ۲: ۵۹۰

۴۷۔ بدایۃ المجتہد ۱/ ۳۴۲

۴۸۔ سورہ البقرہ ۲: ۱۹۶

۴۹۔ الام ۲/ ۲۱۸

۵۰۔ المغنی ۳/ ۳۷۴

۵۱۔ المحلی ۷/ ۲۰۳

۵۲۔ سورۃ النساء ۴: ۵۸

۵۳۔ فتح القدیر ۵/ ۶۱۳

۵۴۔ سورۃ المائدۃ ۵: ۸

۵۵۔ تفسیر کبیر ۱۱/ ۱۸۵

۵۶۔ سورۃ النحل ۱۶: ۹۰

۵۷۔ قرطبی ۱۰/ ۱۰۹

۵۸۔ سورۃ الحدید ۵۷: ۲۵

۵۹۔ طبری ۲۷/ ۲۳۶

۶۰۔ تفسیر کبیر ۲۹/ ۲۴۱۔ ۲۴۲

۶۱۔ محولہ بالا

۶۲۔ کشاف القناع ۶/ ۷۷

۶۳۔ التشریع الجنائی الاسلامی ۱/ ۲۹

۶۴۔ اسلامی قوانین ص: ۴

۶۵۔ الموافقات ۲/ ۴

۶۶۔ Zafar Iqbal, Salmond's Jurisprudence, P.64-65

۶۷۔ مبادی قانون فوجداری ص: ۴۷۔ ۵۶

۶۸۔ ملا مسکین شرح کنز الدقائق ۱/ ۲۸۲

۶۹۔ شرح فتح القدیر ۵/ ۱۱۲

۷۰۔ المغنی ۱۰: ۳۴۲، ۳۴۴

۷۱۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶/ ۱۴

۷۲۔ الاحکام السلطانیہ ص: ۲۹۲

۷۳۔ عبد العزیز عامر، التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیۃ ۲/ ۱۷۔ ۱۸

باب دوم

قید و بند کی تاریخ

فصل اول: بعثت نبوی سے قبل سزائے قید

فصل دوم: سزائے قید عہد اسلامی میں

فصل سوم: دور جدید میں قید کی مختلف صورتیں

فصل اول

بعثت نبوی سے قبل سزائے قید

ا۔ سزائے قید یہودیت میں

یہودیت میں سزا کی جو مختلف نوعیتیں مروج تھیں ان میں قید بھی اہم سزا تھی۔ عہد نامہ قدیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیت میں سزا کی غرض سے قید کرنا عام تھا یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی قید سے سابقہ پیش آیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو پاکبازی کی سزا دینے کے لیے قید میں ڈالا گیا:

''یوسف کے آقا نے اس کو قید خانہ میں جہاں بادشاہ کے قیدی بند تھے ڈال دیا سو وہ وہاں قید خانہ میں رہا لیکن خداوند یوسف کے ساتھ تھا اس نے اس پر رحم کیا اور قید خانہ کے داروغہ نے سب قیدیوں کو جو قید میں تھے، یوسف کے ہاتھ میں سونپا۔'' (۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف سزائے قید دی جاتی تھی کہ بلکہ قید خانہ بھی موجود تھا۔

اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کے دور میں بھی قید و بند کی سزا دی جاتی تھی اور حضرت یعقوب کے ذمہ جو کام تھے ان میں سے ایک اہم کام قیدیوں کو قید سے آزاد کرانا تھا۔

''میں خداوند نے تجھے (یعقوب) صداقت سے بلایا۔ میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لیے تجھے دوں گا کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے نکالے اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں قید خانہ سے چھڑائے۔'' (۲)

آگے بیان ہوتا ہے کہ: لوگوں کے لیے تجھے ایک عہد ٹھہراؤں گا تاکہ ملک کو بحال کرے اور ویران میراث وارثوں کو دے تاکہ قیدیوں کو کہے کہ نکل جاؤ۔ (۳)

حضرت یعقوبؑ خود بیان فرماتے ہیں:

"خداوند کی روح مجھ پر ہے کیونکہ اس نے مجھے مسح کیا تا کہ حلیموں کو خوشخبری سناؤں، اس نے مجھے بھیجا ہے کہ شکستہ دلوں کو تسلی دوں، قیدیوں کی رہائی اور اسیروں کے لیے آزادی کا اعلان کر دوں۔" (۴)

یرمیاہ نبی جب قوم کی اصلاح کے لیے اٹھے تو انہوں نے ان کو برداشت نہ کیا اور قوم نے ان کو قید کر دیا:

"اور امراء یرمیاہ پر غضبناک ہوئے اور اسے مارا اور یونتن منشی کے گھر اسے قید کیا کیونکہ انہوں نے اس گھر کو قید خانہ بنا رکھا تھا۔" (۵) اس طرح "سامریہ کے اسرائیلی بادشاہ اخیاب نے حضرت میکایاہ کو حق گوئی کے جرم میں جیل بھیجا اور حکم دیا کہ اس شخص کو مصیبت کی روٹی کھلانا اور مصیبت کا پانی پلانا۔" (۶)

یہودی بابل کی قید اور اسیری میں رہے قرآن کی آیت "ثم رددنا لکم الکرۃ علیھم و امددنکم باموال و بنین و جعلنکم اکثر نفیرا۔" (۷) میں اس مہلت کی طرف اشارہ ہے جو یہودیوں کو بابل کی اسیری سے رہائی کے بعد عطا کی گئی۔ (۸)

یہودی قانون میں مختلف جرائم کی سزائیں بیان کی گئی ہیں ان میں سزائے موت، جلاوطنی، قید، مال کی ضبطی اور کوڑوں کی سزائیں شامل ہیں۔ ۴۵۸ ق م میں ایک جلاوطن گروہ کے ساتھ حضرت عزیر (عزرا) یہودیہ پہنچے اور شاہ ایران ارتخشتا نے ایک فرمان کی رو سے ان کو مجاز کیا کہ "جو کوئی تیرے خدا کی شریعت پر اور بادشاہ کے فرمان پر عمل نہ کرے اس کو بلاتوقف قانونی سزا دی جائے خواہ موت یا جلاوطنی یا مال کی ضبطی کی یا قید کی۔" (۹)

پیک بائبل کی کمنٹری میں لکھتا ہے:

The Diaspora Jews could only inflict flogging, scourging and imprisonment.(۱۰)

فلسطین سے باہر رہنے والے یہودی صرف کوڑوں، جسمانی تشدد اور قید کی سزا دے سکتے تھے۔
سیسل روتھ لکھتا ہے:

"Scripture makes provision for both physical and financial judicial penalties. The physical penalties include death ..., exile and flogging."(۱۱)

عہد نامہ قدیم میں جسمانی اور مالی دونوں سزاؤں کے بارے میں دفعات موجود ہیں۔ جسمانی سزاؤں میں موت، جلاوطنی اور کوڑے شامل ہیں۔ اس کے بعد ہم چند جرائم کا ذکر کرتے ہیں جن کی سزا یہودی شریعت میں قید مقرر کی گئی ہے۔ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو، اسے قید کیا جاتا۔ اور "وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے۔"(۱۲)

خاندان سے کاٹ ڈالے جانے سے مراد قید خانہ میں ڈالا جانا ہے۔

خمیری روٹی کھانے کی پاداش میں قید کی سزا دی جاتی۔ "سات دن تک تم بے خمیری روٹی کھانا اور پہلے ہی دن سے خمیر اپنے گھر سے باہر کر دینا اس لیے کہ جو کوئی پہلے دن سے ساتویں دن تک خمیری روٹی کھائے وہ شخص اسرائیل میں سے کاٹ ڈالا جائے۔"(۱۳)

سبت کو کام کرنا سزائے قید کا موجب تھا "پس تم سبت کو ماننا اس لیے کہ وہ تمہارے لیے مقدس ہے جو کوئی اس کی بے حرمتی کرے وہ ضرور مار ڈالا جائے جو اس میں کام کرے وہ اپنی قوم میں سے کاٹ ڈالا جائے۔"(۱۴)

نجاست کی حالت میں قربانی کا گوشت کھانے کی سزا قید تھی "لیکن جو شخص نجاست کی حالت میں خداوند کی سلامتی کے ذبیحہ کا گوشت کھائے وہ اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے۔"(۱۵)

ڈھٹائی سے گناہ کرنے والے کی سزا قید بیان ہوئی ہے۔ "لیکن جو شخص بے باک ہو کر گناہ کرے خواہ وہ دیسی ہو یا پردیسی وہ خداوند کی اہانت کرتا ہے، وہ شخص اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے۔"(۱۶)

حکمرانوں کی ناراضگی بھی قید میں ڈالے جانے کا باعث بنتی۔ تب آسمانے اس غیب بین سے خفا ہوکر اسے قید خانے میں ڈال دیا کیونکہ وہ اس کلام کے سبب نہایت غضب ناک ہوا۔" (۱۷)

ایسا مجرم جس پر قتل ثابت ہو گیا ہو مگر کسی وجہ سے سزائے موت نہ دی جا سکتی ہو اسے ایسی قید میں ڈالا جاتا جہاں وہ جلدی مر سکتا، ہیسل روتھ لکھتا ہے:

"Thus if murder (but no other offense) was established by eye-witnesses but technical reasons prevented the imposition of the death penalty, the murderer was subjected to a form of imprisonment calculated to hasten death. Repeated wilful transgression of a commandment for which a man had already been punished with the same form of flogged twice was imprisonment."(۱۸)

اگر قتل (کوئی اور جرم نہیں) چشم دید گواہوں سے ثابت ہو جائے مگر بعض تکنیکی وجوہات سزائے موت میں حائل ہو جائیں تو قاتل کو ایسی قید میں رکھا جائے گا جس میں اس کی موت جلد واقع ہو جائے ایسے شخص کو جو جان بوجھ کر کسی ایسے حکم کو توڑے جس وجہ سے اسے دو مرتبہ کوڑے لگ چکے ہوں۔ اسی طرح کی قید میں ڈالا جائے گا۔

شریعت موسوی میں حوالاتی قید کا تصور بھی موجود ہے: "اور اسرائیلی عورت کے بیٹے نے پاک نام پر کفر کیا اور لعنت کی تب لوگ اسے موسیٰ کے پاس لے گئے، اس کی ماں کا نام "سلومیت" تھا جو "دبری" کی بیٹی تھی، انہوں نے اسے حوالات میں ڈال دیا تا کہ خداوند کی جانب سے اس بات کا فیصلہ ان پر ظاہر کیا جائے۔" (۱۹)

"اور جب بنی اسرائیل بیابان میں رہتے تھے، ان دنوں ایک آدمی ان کو سبت کے دن

لکڑیاں جمع کرتا ہوا ملا اور جن کو وہ ملا وہ اسے موسیٰ اور ہاروں اور ساری جماعت کے پاس لے گئے ، انہوں نے اسے حوالات میں رکھا کیونکہ ان کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ اس کے ساتھ کیا کرنا چاہیے ،تب خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ یہ شخص ضرور جان سے مارا جائے گا ۔''(۲۰)

یہودیت میں سزا کی مختلف نوعیّتوں میں ایک اہم سزا قید تھی ۔ جس کے لیے باقاعدہ قید خانہ کا تصور بھی ملتا ہے ۔ جن جرائم میں سزائے قید دی جاتی تھی ،ان میں اہم جرائم ختنہ نہ کرانا، خمیری روٹی کھانا ، یوم سبت کو کام کرنا ،نجاست کی حالت میں گوشت کھانا ، بے باکی سے معصیت خداوند کا مرتکب ہونا تھے ۔ نیز قتل کی سزا موت نہ دے سکنے کی صورت میں ایسی قید میں ڈالا جاتا کہ اسے جلدی موت آ جائے ۔ اس کے علاوہ حوالاتی قید بھی موجود تھی ۔

ب ۔ سزائے قید عیسائیت میں

عیسائیت کی تاریخ میں سزائے قید کا ذکر ملتا ہے بلکہ حضرت عیسیٰ کو بھی قید میں ڈالا گیا ۔

حضرت عیسیٰ کے حواریوں یہوداہ اسکریوتی نے ان کو گرفتار کروایا:

''اس وقت ان بارہ میں سے ایک نے جس کا نام اسکریوتی تھا سردار کاہنوں کے پاس جا کر کہا کہ اگر میں اسے گرفتار کرا دوں تو مجھے کیا دو گے ،انہوں نے چاندی کے ۳۰ سکے تول کر دے دیے ۔''(۲۱)

حضرت عیسیٰ قید میں تھے جب لوگوں سے پوچھا گیا کہ برابا نامی ڈاکو کو رہا کیا جائے یا حضرت عیسیٰ کو تو انہوں نے برابا ڈاکو کو چھوڑنے کا کہا:'' حاکم کا دستور تھا کہ عید پر لوگوں کی خاطر ایک قیدی جسے وہ چاہتے تھے چھوڑ دیتا تھا اس وقت برابا نام ایک مشہور قیدی تھا ..... حاکم نے ان سے کہا کہ ان دونوں میں سے کس کو چاہتے ہو کہ تمہاری خاطر چھوڑ دوں (برابا کو یا یسوع)؟ انہوں نے کہا برابا کو ''(۲۲)

حاکم نے اپنی محبوبہ کے کہنے پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قید خانہ میں ڈالا اور بعد میں سر قلم

کر کے محبوبہ کو پیش کیا۔" ہیرودیس نے اپنے آدمی کو بھیج کر یوحنا کو پکڑ وا دیا اور اپنے بھائی فلپس کی بیوی ہیرودیاس کے سبب اسے قید خانہ میں باندھ رکھا تھا کیونکہ اس ہیرودیس نے اسے بیاہ کر لیا تھا۔" (۲۳)

اس کے بعد حضرت عیسٰی کے حواری پطرس کو بھی قید کیا گیا۔ "جب (ہیرودیس نے) دیکھا کہ یہ بات یہودیوں کو پسند آئی تو پطرس کو بھی گرفتار کر لیا اور یہ عید فطیر کے دن تھے اور اس کو پکڑ کر قید کیا اور نگہبانی کے لیے چار چار سپاہیوں کے چار پہروں میں رکھا اس ارادہ سے کہ فسح کے بعد اس کو لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ پس قید خانہ میں تو پطرس کی نگہبانی ہو رہی تھی مگر کلیسیا اس کے لیے بدل و جان خدا سے دعا کر رہی تھی۔" (۲۴)

پولس کو جو پہلے یہودی تھا بعد میں عیسائیت کا پرچارک بنا بھی گرفتار کیا گیا۔ "اس پر پلٹن کے سردار نے نزدیک آ کر اسے (پولس کو) گرفتار کیا اور دو زنجیروں سے باندھنے کا حکم دیا۔" (۲۵)

اس سے پہلے پولس خود بھی عیسائیوں کو قید میں ڈال کر موت کے گھاٹ اتارتا رہا۔ "(پولس نے کہا) میں یہودی ہوں اور کلکیہ کے شہر ترسس میں پیدا ہوا، مگر میری تربیت اس شہر میں گملی ایل کے قدموں میں ہوئی اور میں نے باپ دادا کی شریعت کی خاص پابندی کی تعلیم پائی اور خدا کی راہ میں ایسا سرگرم تھا جیسے تم سب آج کے دن ہو، چنانچہ میں نے مردوں اور عورتوں کو باندھ کر اور قید خانہ میں ڈال کر مسیحی طریق والوں کو یہاں تک ستایا کہ مروا بھی ڈالا۔" (۲۶)

اس دور میں کچھ متعین جرائم تھے جن کی سزا قید تھی۔ جیسا کہ سردار کلودیس لوسیاس نے فلیکس کو پولس کے بارے میں لکھا کہ "معلوم ہوا کہ وہ اپنی شریعت کے مسئلوں کی بابت اس (پولس) پر نالش کرتے ہیں لیکن اس پر ایسا الزام نہیں لگایا گیا کہ قتل یا قید کے لائق ہو۔" (۲۷)

۶۴ء میں جب یونان، روم، شام اور فلسطین میں مسیحیوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہو چکی تھی، نیرو نے ان پر حریف روم ہونے کا جھوٹا الزام لگایا اور اس کے حکم سے ہر وہ شخص جس نے مسیحی ہونے کا اقرار کیا قید کر لیا گیا۔ (۲۸)

جہاں تک حضرت عیسیٰ کی شریعت میں مختلف جرائم کے لیے سزاؤں کا تعلق ہے، جن جرائم کا ذکر یہودیت کے ذیل میں کیا گیا ہے، جن کی سزا قید تھی، شریعت عیسوی میں بھی ان کو باقی رکھا گیا کیونکہ حضرت عیسیٰ کا قول ہے: "یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں، منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔" (۲۹)

ج۔ ہندو تہذیب اور سزائے قید

ہندوؤں کے ہاں جرم کی نوعیت کے مطابق سزا دی جاتی تھی۔ اقرار لر لینے کی صورت میں مجرم کی سزائیں کم کر دی جاتی تھی۔ فوجداری مقدمات میں جو سزائیں عام طور پر رائج تھیں۔ ان میں میخیں گاڑنا، ہاتھی سے کچل دینا اور بیل کی ٹانگ سے باندھ دینا شامل تھیں۔ دیوانی مقدمات میں جرمانے اور جائیداد کی ضبطی وغیرہ کی سزائیں دی جاتی تھیں۔ (۳۰)

منوشاستر کی رو سے جرائم کبیرہ مثلاً قتل عمد، یا زنا وغیرہ کی سزا ضبطی جائیداد، ملک بدر کرنا یا موت تھی۔ چوری کی سزائیں پانچ قسم کی ہیں۔ پہلی دفعہ زبانی سزا دے یعنی تم نے اچھا کام نہیں کیا، پھر ایسا کام نہ کرنا، دوبارہ جھڑک کے اور لعنت کر کے اس کام سے ہٹا دے اگر سہ بارہ کرے تو جرمانے کی سزا دے، اگر اس پر نہ مانے تو قید اور جسم کے کسی عضو کو کاٹنے کی سزا دے (۳۱)

اگر ویش محفوظ برہمنی سے جماع کرے تو اسے ایک سال تک جیل میں قید کر دیا جاتا اور اس کا سب مال چھین لیا جاتا (۳۲)

جبر و تشدد کے ذریعے جانداروں کو تکلیف پہنچانے کی سزا قید یا قطع اعضاء ہو سکتی ہے۔ (۳۳)

منوشاستر میں جنگی قوانین کے حوالے سے بیان ہوا ہے کہ ایسے اشخاص جو لڑائی میں براہ راست ملوث نہ ہوں انہیں پکڑ کر قید خانے میں ڈالا جائے اور ان کی خوراک اور پوشاک کا مکمل انتظام کرنا چاہیے، جب امن ہو جائے تو باعزت رہا کر دیا جائے اور جن اشخاص سے مستقبل میں مزاحمت کا اندیشہ ہو انہیں حبس دوام کی سزا دینی چاہیے۔ شکست خوردہ راجا ہاتھ آئے تو اس کے مرتبے کا خیال رکھتے ہوئے قید کر دیا جائے۔ (۳۴)

د۔ رومی قانون اور سزائے قید

قدیم رومی قانون میں جیل ایسی جگہ تھیں جہاں پر عام طور پر جرمانے کی ادائیگی کرنے یا سزا پر عمل درآمد تک مجرموں کو بند کیا جاتا تھا اور اس کا مقصد سزا کے طور پر قید کرنا نہیں ہوتا تھا یہ کوئی مستقل سزا نہ تھی۔ (۳۵)

اگرچہ آزادی سے محرومی بذات خود سزا ہے جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ہے:

"After 2000 years we are coming back to old Roman definition of prison. "Prison will be primarily for safe custody and there will be no penal infliction is, after all only and beyond deprivaiton of liberty which greatly Punished. (۳۶)

دو ہزار سال بعد ہم قید خانے کی اسی تعریف کی طرف واپس آ رہے ہیں جو قدیم رومیوں کے ہاں تھی کہ قید خانہ صرف محفوظ تحویل کے لیے ہوگا اور آزادی سے محروم کرنے کے سوا کوئی دوسری تعزیری سزا نہیں دی جائے گی جو کہ آخر کار بہت بڑی سزا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قدیم رومیوں کے ہاں قید کی صورت میں موجود تھی لیکن یہ سزا کے طور پر نہیں بلکہ سزا کے نفاذ میں تاخیر کی بنا پر دی جاتی تھی۔

ھ۔ قدیم امریکہ اور سزائے قید

شمالی امریکہ میں عمومی طور پر موت، تاوان، دوہرا تاوان، جرمانہ اور عوام میں تذلیل کرنا جیسی سزائیں دی جاتی تھیں۔ (۳۷)

میکسیکو اور وسطی امریکہ میں سزائے موت، تاوان اور بائیکاٹ وغیرہ عام طور سے دی جاتی تھیں، قید میں سزا کی غرض سے بہت کم رکھا جاتا تھا۔ قید خانہ کا استعمال صرف یہ تھا کہ سزائے

موت کے مجرموں یا قربان کیے جانے والے افراد کو اس میں محصور کر دیا جائے۔(۳۸)

پیرو اور جاپان میں اسقاط حمل، بد اخلاقی، زنا، قتل چوری وغیرہ میں اکثر اوقات سزائے موت دی جاتی جبکہ چھوٹے جرائم میں سزائے قید دی جاتی تھی۔(۳۹)

پتہ یہ چلتا ہے کہ قدیم امریکہ کی تہذیبوں میں قید کی مختلف صورتیں تو موجود تھیں لیکن بطور سزا اس کا نفاذ بہت کم تھا۔

فصل دوم

سزائے قید عہدِ اسلامی میں

ا۔ سزائے قید عہد نبوی ﷺ

اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے دور میں کسی کو قید میں رکھا گیا یا نہیں؟ بعض علماء کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نہ کوئی قید خانہ تھا اور نہ ہی کسی کو قید میں رکھا گیا امام ابن حزم کہتے ہیں:

"ماكان لرسول الله ﷺ سجن قط"(۴۰)

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کوئی قید خانہ نہیں تھا۔

جبکہ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو قتل کے الزام میں مدینہ میں نظر بند کیا تھا:

"عن بهز بن حكيم عن ابيه عن جده ان النبي حبس رجلا في تهمة" (۴۱)

بہز بن حکیم نے اپنے باپ سے انہوں نے ان کے دادا سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو ایک الزام میں قید کیا تھا۔ نبی ﷺ نے قرض ادا نہ کرنے والے کو بھی قید کیا، عمر بن الشرید اپنے باپ سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لـــی الواجد يحل عرضه و عقوبته قال ابن المبارك :تحل عرضه يغلظ له و عقوبته يحبس له(۴۲)

مالدار قرضدار کا ٹال مٹول کرنا اس کی عزت اور سزا کو جائز بنا دیتا ہے۔ ابن مبارک نے کہا کہ اس کی عزت حلال ہونے سے مراد اس کی تذلیل کرنا اور اس کی سزا قید کیا جانا ہے۔

ہرماس بن حبیب اپنے باپ سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"اتیت النبی ﷺ بغریم لی فقال لی الزمه، ثم قال یا اخابنی تمیم ما ترید ان تفعل باسیرک؟"(۴۳)

"میں نبی ﷺ کے پاس اپنے قرض دار کو لایا تو آپ نے فرمایا اسے پابند کر لو، پھر آپ نے فرمایا، اے بنو تمیم کے بھائی تو اپنے قیدی کے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے یعنی تو اسے قید میں رکھ کے کیا کرے گا (اسے چھوڑ دے)۔"

نبی ﷺ نے قتل کرنے والے کو قتل اور پکڑنے والے کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

عن اسماعیل بن امیة قال "اقتلوا القاتل و اصبروا الصابر" قال ابو عبید: قوله اصبروا الصابر یعنی احبسوا الذی حبسه" (۴۴)

اسماعیل بن امیہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا قاتل کو قتل کرو اور پکڑنے والے کو پکڑو، ابو عبید نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کے ارشاد اصبروا الصابر سے مراد ہے کہ پکڑنے والے کو قید میں کیا جائے۔

مزید ابن عمر سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: "اذا امسک الرجل الرجل و قتله الآخر، یقتل الذی قتله و یحبس الذی امسک۔"(۴۵)

جب کوئی شخص کسی شخص کو پکڑے اور دوسرا اسے قتل کر دے تو قتل کرنے والے کو قتل کیا جائے اور پکڑنے والے کو قید کیا جائے۔

یہ بات تو ثابت شدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں قید خانہ موجود تھا۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کسی کو قید نہیں کیا۔ بلکہ نبی کریم ﷺ نے مختلف مقدمات میں ملزموں کو حوالات میں بھی رکھا۔ نیز دور نبوی ﷺ میں استیثاقی قید بھی موجود ہے جیسے کہ قرض کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے قید کیا گیا۔ بعض افراد کا کہنا کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں قید کو سزا کے طور پر دینے کا تصور نہیں ملتا۔ آپ نے صرف فیصلہ تک ملزم کو قید رکھا۔ آپ نے سزا کے طور پر کسی کو قید نہیں کیا، درست نہیں کیونکہ آپ نے اپنے غلام کو جان بوجھ کر قتل کرنے والے اور قتل میں

مدد کرنے والے کو قید کی سزا دی۔

سزائے قید خلفائے راشدین کے دور میں

۱۔عہد صدیقی میں سزائے قید

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور خلافت میں جیل خانہ موجود تھا مگر مختلف جرائم میں قید کی سزا دی جاتی تھی، اگر کوئی شخص اپنے غلام کو قتل کر دیتا تو حضرت ابو بکر اسے قید کر دیتے تھے۔

"عن عبداللہ بن عمرو قال: کان ابو بکر و عمر لا یقتلان الرجل بعبدہ کانا یضربانہ مئۃ و یسجنانہ سنۃ و تحرمانہ سھمہ مع المسلمین سنۃ اذا قتلہ عمداً۔"(۴۶)

عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ابو بکر اور عمر کسی شخص کو اپنے غلام کے قتل کے بدلے میں قتل نہیں کرتے تھے، وہ دونوں اسے سو کوڑے لگاتے اور ایک سال کے لیے قید کر دیتے اور ایک سال کے لیے مسلمانوں کو ملنے والا وظیفہ اس پر روک لیتے اگر اس نے قتل جان بوجھ کر کیا تھا۔

حضرت ابو بکر قرضدار کو قید میں رکھتے ہوئے، اگر وہ تنگ دست ہوتا تو اس سے حلف لیتے کہ اس کے پاس مال نہیں ہے، جس سے وہ قرض چکائے اور اگر مال پایا جاتا ہے تو اس میں سے ادا کرواتے بعد میں اسے چھوڑ دیتے۔(۴۷)

ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ مجرموں کو مارتے اور علاقہ سے نکال دیتے تھے۔(۴۸)

"عن صفیۃ بنت ابی عبید ان رجلا وقع علی جاریۃ بکر فاحبلھا فاعترف و لم یکن احصن فامر بہ ابو بکر فجلدہ مائۃ ثم نفی۔" (۴۹)

صفیہ بنت ابی عبید سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک کنواری لونڈی سے زنا کیا اور وہ حاملہ ہو گئی، اس نے اعتراف کر لیا وہ شادی شدہ نہ تھا، ابو بکر نے سو کوڑے مارنے کا حکم دیا پھر

علاقہ سے نکال دیا۔

قید بھی جلاوطنی کی ایک صورت جس میں کسی شخص کو اس کے گھر بار اور وطن سے نکال کر دوسری جگہ مقید کیا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص دو دفعہ سزا بھگتنے کے بعد پھر چوری کرتا تو اس کے بارے میں ابوبکرؓ کا حکم تھا کہ اسے قید میں ڈال دیا جائے۔(۵۰)

ب۔عہد فاروقی میں سزائے قید

عہد نبوی ﷺ اور صدیقیؓ میں با قاعدہ جیل یا قید خانہ موجود نہ تھا۔

حضرت عمرؓ نے مکہ میں ایک مکان خرید کر قید خانہ بنایا۔

''اشتری نافع بن عبدالحرث دارالسجن بمكة من صفوان بن امية على ان عمر ان رضی فالبیع بیعه و ان لم یرض عمر فلصفوان اربعمائة و سجن ابن زبیر بمكة''(۵۱)

نافع بن عبدالحرث نے مکہ میں صفوان بن امیہ سے جیل کے لیے ایک مکان خریدا اس شرط پر خریدا کہ اگر عمر راضی ہوئے تو یہ بیع ان کی ہوگی اور اگر راضی نہ ہوئے تو صفوان کو چار سو (درہم) دیے جائیں گے اور ابن زبیر کا قید خانہ مکہ میں تھا۔

حضرت عمرؓ نے حطیئہ نامی شاعر کو ھجو کرنے پر قید میں ڈالا۔ جب زبرقان نے حطیئہ کی شکایت حضرت عمرؓ سے کی اور اس کے شعر سنائے تو عمرؓ نے اس سے کہا کہ مجھے تو نہیں لگتا کہ اس نے تیری ھجو کی ہے پھر حسان بن ثابتؓ کی طرف بھیج کر ان کی رائے پوچھی تو انہوں نے کہا:

''لم یھجه و لكن سلح علیه؟ فحبسه عمرو قال :یاخبث لاشغلنك عن اعراض المسلمین''(۵۲)

اس سلسلہ میں یہ تفتیش کی گئی کہ اس پر نشہ کا اثر ہے پھر حضرت عمرؓ نے اسے قید کر دیا اور کہا کہ

اے خبیث ہم تجھ سے مسلمانوں کی عزتوں کو ضرور بچائیں گے۔

اغانی میں آیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس کو کنوئیں میں قید کر دیا۔(۵۳)

حضرت عمرؓ نے بیت المال کی نقلی مہر بنانے پر قید کی سزا دی:''ان معن بن زائدة عمل خاتما علی نقش خاتم بیت المال، ثم جاء به صاحب بیت المال، فاخذ منه مالا، فبلغ عمر فضربه مائة و حبسه''(۵۴)

معن بن زائدہ نے بیت المال کی نقلی مہر بنائی بیت المال کے ذمہ دار نے اسے پکڑا اور اُس سے مال نکلوایا، پھر عمرؓ کے پاس بھیج دیا، آپ نے اسے سو کوڑے لگائے اور قید کر دیا۔

حضرت عمرؓ جھوٹے کو قید کی سزا دیتے تھے:''عن عبداللہ بن عامر قال اتی عمرؓ بشاهد زور فوقفة للناس یوما الی اللیل یقول هذا فلان یشهد بزور فاعرفوه ثم حبسه۔(۵۵)

عبداللہ بن عامر سے روایت ہے انہوں نے کہا جھوٹے گواہ کو عمرؓ کے پاس لایا گیا تو آپ ﷺ نے سارا دن رات تک اسے لوگوں کے درمیان کھڑا رکھا اور کہتے یہ فلاں ہے جو جھوٹی گواہی دیتا ہے تاکہ لوگ اسے جان لیں، پھر آپ نے اسے قید کر دیا۔

''عن مکحول ان عمر بن خطاب کتب الی عماله فی کور الشام فی شاهد الزور ان یجلد اربعین و یحلق راسه و یسخم و جهه و یطاف به ویطال حبسه''۔(۵۶)

مکحول سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب نے شام کی چھاؤنیوں میں اپنے عمال کو جھوٹے گواہ کے بارے میں لکھا کہ اسے چالیس کوڑے مارے جائیں اور سر مونڈھ کر اور چہرہ کالا کر کے گھمایا جائے اور لمبی قید میں رکھا جائے۔

حضرت عمرؓ ایسے شخص کو جو اپنے غلام کو جان بوجھ کر قتل کر دے، سو کوڑے لگاتے اور قید کر دیتے تھے۔(۵۷)

حضرت عمرؓ جو چور تیسری بار چوری کرتا اسے قید میں ڈال دیتے: "عن عبدالرحمان بن عائذ الازدی عن عمر انه اتی برجل قد سرق، یقال له سدوم ، فقطعه ثم اتی به الثانية فقطعه ثم اتی به الثالثة، فاراد ان يقطعه ، فقال له علی لا تفعل، انما علیه ید و رجل ولكن احبسه" (۵۸)

عبدالرحمٰن بن عائذ الازدی حضرت عمرؓ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص چوری کرنے پر ان کے پاس لایا گیا۔ جسے سدوم کہا جاتا تھا، تو آپ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا، پھر دوسری مرتبہ سے لایا گیا آپ نے اس کا پاؤں کاٹ دیا۔ جب تیسری مرتبہ لایا گیا تو اس کا دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دینا چاہتے تھے تو ان سے علیؓ نے کہا ایسا نہ کیجئے آپ صرف ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ سکتے ہیں مگر آپ اسے قید کر دیجئے۔

اگر قاتل کو مقتول کے وارث معاف بھی کر دیں تو حضرت عمرؓ کی رائے میں قاتل کو قید کیا جا سکتا ہے۔ابن رشد فرماتے ہیں: واختلفوا فی القاتل عمدا یعفی عنه هل یبقی للسلطان فيه حق ام لافقال مالك و الليث انه يجلدمائة و يسجن سنة و به قال اهل المدينه وروی ذلك عن عمر۔ "(۵۹)

جان بوجھ کر قتل کرنے والے جس کو معاف کر دیا گیا ہو، کے معاملے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ کیا حاکم کے پاس اس کے بارے میں کوئی اختیار باقی رہ جاتا ہے کہ نہیں، امام مالک اور لیث نے کہا کہ اسے سو کوڑے لگائے اور ایک سال قید میں رکھے، اہل مدینہ نے یہی کہا ہے اور عمرؓ سے بھی یہ روایت کیا گیا ہے۔

ج۔ دور عثمانی میں سزائے قید

حضرت عثمانؓ کے بارے میں بیان کیا گیا کہ انہوں نے ایک شخص ضابی کو قید کیا۔ ابن قتیبہ ذکر کرتے ہیں۔

هو ضابی بن الحارث ار طاة من بنی غالب بن حنظلة، من البراجم و كان استعار كلبا من بعض بنی جرول بن فهشل، فطال مكثه عنده، فطلبوه فامتنع عليهم، فعرضوا له فاخذوه منه فغضب و رمی امهم بالكلب .... فاستعدوا عليه عثمان بن عفان، فحبسه ولم يزل في حبس عثمان الى ان مات " (۶۰)

وہ براجم میں سے بھی غالب بن حنظلہ سے تعلق رکھنے والا ضابی بن حارث بن ارطاۃ تھا جس نے بنی جدول بن فھشل میں سے کسی سے کتا مستعار لیا تو اس کے پاس کافی مدت گزر گئی، جب انہوں نے واپس مانگا تو وہ دینے سے رک گیا انہوں نے زبردستی اس سے لے لیا اس بنا پر وہ ناراض ہو گیا اور ان کی ماں کو کتے کے ساتھ متّہم کر دیا، انہوں نے عثمانؓ کے پاس دعویٰ کیا تو انہوں نے اس کو قید کر دیا اور وہ عثمانؓ کی قید میں رہا جب تک اسے موت نہ آئی۔

حضرت عثمانؓ حج اور عمرہ کی اکٹھی نیت پر ایک شخص کو قید کر دیا تھا۔

"عن عبدالعزيز عن ابيه ان عثمان بن عفان سمع رجلا يهل بعمرة و حج فقال: علی بالمهل فضربه و حلقه "(۶۱)

عبدالعزیز اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان نے ایک شخص کو عمرہ اور حج کے لیے نیت کرتے ہوئے سنا تو اس نے کہا میرے اوپر ایسے نیت کرنا فرض ہے، تو آپؓ نے اسے دُرے لگائے اور قید کیا۔

د۔ سیدنا علیؓ کے دور میں قید

اگر کوئی غلام اپنے آقا کے حکم سے کسی شخص کو قتل کر دیتا تو حضرت علیؓ غلام کو جیل میں ڈال دیتے:

"عن خلاس ان علی بن ابی طالب قال: اذا امرا الرجل عبده ان يقتل رجلا فقتله فهو كسيفه وسوطه، اما السيد فيقتل، و اما العبد فيستودع فی السجن"(۶۲)

خلاس سے روایت ہے کہ علی بن ابی طالب نے فرمایا جب کوئی شخص اپنے غلام کو کسی شخص کے قتل کرنے کا حکم دے اور وہ اسے قتل کردے تو غلام اس کی تلوار یا ڈنڈے کی طرح ہے۔ آقا قتل کیا جائے گا اور غلام کو جیل ڈال دیا جائے۔

کسی کے حق کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے حضرت علیؓ قید کردیتے تھے۔

علیؓ قرض کی ادائیگی کے لیے بھی قید کردیتے تھے، جابر نے کہا: "کان علی یحبس فی الدین" (٦٣)

علیؓ قرض کی وجہ سے قید کیا کرتے تھے۔

قید کرنے کا مقصد صرف قرضدار کا حال معلوم کرنا ہوتا تھا، اگر اس کا حال معلوم ہو تو ایسی صورت میں حضرت علیؓ اسے قید کرنا درست خیال نہیں کرتے تھے۔

"عن محمد بن علی بن الحسین قال :قال علی بن ابی طالب :حبس الرجل فی السجن بعد مایعرف ما علیه من الدین ظلم" (٦٤)

محمد بن علی حسین سے روایت ہے، انہوں نے کہا علی بن ابی طالب نے فرمایا کسی شخص کو یہ جاننے کے بعد کہ اس پر کتنا قرض ہے، قید میں ڈالنا ظلم ہے۔

ایلاء کی صورت میں چار ماہ گزرنے پر علیؓ آدمی کو قید کردیتے تھے کہ یا رجوع کرے یا طلاق دے:

"عن مجاهد عن علی قال: اذا مضت الا ربعة' فانه یحبس حتی یفئی او یطلق" (٦٥)

مجاہد سے روایت ہے کہ علیؓ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا جب چار (ماہ) گزر جائیں تو اسے رجوع کرنے تک یا طلاق دینے تک قید میں رکھا جائے۔

اگر ایک شخص کسی کو پکڑے اور دوسرا قتل کردے تو علیؓ پکڑنے والے کو موت تک قید کی سزا دیتے:

عن الشبعی عن علی فی رجل قتل رجلا و حبسه آخر، قال: یقتل القاتل و یحبس الآخر فی السجن حتی یموت"(۶۶)

شعبی سے روایت ہے کہ علیؓ نے ایسے شخص کے بارے میں جس نے ایک شخص کو قتل کیا جبکہ دوسرے نے اسے پکڑ رکھا ہو فرمایا قاتل، قتل کیا جائے گا اور دوسرا مرنے تک جیل میں قید کیا جائے گا۔

تیسری مرتبہ چوری کرنے والے کو قید میں ڈال دیتے تھے: عن الشعبی قال: کان علی لایقطع الا الید و الرجل و ان سرق یعد ذلك سجن و نکل و کان یقل: انی لاستحیی الله الا ادع یداً یا کل بھا و یستنجی"(۶۷)

شعبی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا علیؓ ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کے علاوہ نہیں کاٹتے تھے اگر اس کے بعد بھی چوری کرتے تو اسے قید کردیتے اور کہا کرتے مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ میں اس کا ایک ہاتھ بھی نہ چھوڑوں جس سے وہ کھائے اور استنجاء کرے۔

تاریخی حقائق اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرصدیقؓ کے عہد تک باقاعدہ جیل موجود نہ تھی، حضرت عمرؓ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے باقاعدہ قید خانہ بنوایا۔ ان کے عہد سے پہلے قید خانہ کی بہت زیادہ ضرورت بھی نہ تھی۔ ریاست بہت چھوٹی تھی اور جرائم بھی کم تھے تو مکان وغیرہ میں مقید کردیا جاتا تھا۔ دور فاروقی میں سلطنت کی وسعت اور جرائم میں زیادتی اس امر کی متقاضی تھی کہ باقاعدہ قید خانوں کا نظام وضع کیا جائے۔

حضرت ابوبکرصدیقؓ نے غلام کو قتل کرنے، قرض کی ادائیگی نہ کرنے، زنا اور دو دفعہ سزا بھگتنے کے بعد پھر چوری کرنے پر قید کی سزا دی۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے ہجو کرنے، نقلی مہر بنانے، جھوٹی گواہی دینے، اپنے غلام کو قتل کرنے اور تیسری مرتبہ چوری کرنے پر قید کی سزا دی۔ حضرت عمرؓ ورثاء کے معاف کرنے کے باوجود قاتل کو قید کی سزا دیتے، مرتد کو موت کی سزا دینے سے پہلے توبہ کی مہلت دینے کے لیے قید کرتے۔ حضرت عمرؓ کے ہاں ملزم کی حوالاتی قید کا ذکر بھی

ملتا ہے۔

حضرت عثمانؓ نے شعر میں دوسرے کو مہتم کرنے پر شاعر کو اور حج اور عمرہ کی اکٹھی نیت کرنے پر ایک شخص کو قید کیا۔ حضرت علیؓ آقا کے حکم میں قتل کرنے والے غلام اور قتل میں مدد دینے والے کو قید کر دیتے۔ کسی فرد سے حق دلوانے کے لیے قید کر دیتے، ایلاء کے چار ماہ گزرنے پر رجوع کرنے یا طلاق دینے پر مجبور کرنے کے لیے قید کر دیتے۔ تیسری مرتبہ چوری کرنے پر چور کو قید میں ڈال دیتے، اس کے علاوہ حضرت علیؓ کے حالات میں حوالاتی قید کا بھی ذکر ملتا ہے۔

سزائے قید بنوامیہ کے دور میں

خلفائے راشدین کے دور میں قید کی سزا وسعت اختیار کر چکی تھی اس کے بعد کے دور میں سزائے قید زیادہ عام ہوگئی۔ عہد بنوامیہ میں قید خانے تعمیر کیے گئے۔ اس کے علاوہ مکہ میں عبداللہ بن زبیرؓ کا قید خانہ تھا۔(۶۸)

مسلمانوں نے جن علاقوں کو فتح کیا ان علاقوں کے سابقہ حکمرانوں کے محلوں اور قلعوں کی طرح ان کی جیلوں سے بھی استفادہ کیا۔ جیسا کہ تذکرہ ملتا ہے کہ اکاسرہ کی جیل معاویہ بن ابی سفیانؓ کے دور تک قائم رہی۔(۶۹)

بنوامیہ کے عہد حکومت میں بڑے پیمانے پر سزائے قید حکومت کے مخالفین یا حکم نہ ماننے والوں کو دبانے کے لیے استعمال کی گئیں۔ خراسان کے حاکم نصر بن یسار میں یوسف بن عمرؓ کے حکم پر یحییٰ بن زید بن علی کو گرفتار کر کے مرو میں قید کر دیا۔(۷۰)

امویوں نے جیلوں کی تعمیر کو وسعت دی کیونکہ قیدیوں کی تعداد میں اضافہ ہوگیا تھا۔ حجاج نے متعدد جیلیں بنوائیں اور ان کے مختلف نام رکھے۔ بعض نام ان کے وقوع کی جگہ کی مناسبت سے رکھے۔ جیسے سجن لعلع لعلع بصرہ اور کوفہ کے درمیان ایک جگہ تھی جہاں حجاج نے جیل بنوائی اور بعض کے نام ان کی صفت کی بنیاد پر رکھے۔ مثلاً سجن الدیماس اس کا نام دیماس اس کے اندھیرے

ہونے کی وجہ سے رکھا۔ حجاج نے بعض قدیم قلعوں کو جیل قرار دیا۔ مثلاً ابرز کا قلعہ (۷۱)

عہد بنو امیہ میں مخالفین کو بڑے پیمانے پر قید کیا گیا۔ حجاج کی ابن الاشعث سے دشمنی تھی کیونکہ ابن الاشعث نے حجاج کا رتبیل کے ملک میں لشکر داخل کرنے کا حکم نہیں مانا تھا۔ اس کے نتیجے میں بغاوت کی سی کیفیت رونما پیدا ہو گئی۔ لوگوں نے حجاج کی بجائے ابن الاشعث کی بیعت کر لی۔ ۸۳ھ کے آغاز میں حجاج نے ابن الاشعث کی فوج پر قابو پا لیا اور اس کے ہزاروں افراد کو قید کر دیا ان میں سے اکثر بعد میں قتل کر دیے گئے۔ (۷۲)

کوفہ کے مشہور قاضی شریح کہا کرتے تھے کہ ہمارا اختیار تو اتنا ہے کہ ہم تمہارے درمیان فیصلہ کر دیں تو جو فیصلہ تسلیم کرے تو اچھا ہے، اور جو نہ کرے تو اسے قید خانے بھیج دینے کا حکم دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ ہمارے فیصلے کو قبول کر لے۔ (۷۳)

مدینہ کے قاضی محمد بن عمران طلحی نے ایک شخص کو توہین عدالت پر قید کی سزا دی:

سلیمان بن ابی شیخ نے کہا محمد بن عمران کے پاس ایک شخص آیا اور کسی امر پر بات کی، اس شخص نے کہا کہ اگر کسی کو خچر کے قدموں میں کھڑا کر دیا جائے اور خچر آگے سے بندھا ہو تو وہ اسے کیسے کھولے گا؟ ابن عمران نے کہا تُو مجھ سے ٹھٹھہ کرتا ہے، اے فلاں اسے جیل لے جا۔ (۷۴)

سلیمان بن عبدالملک کے گورنر یزید بن مہلب قتیبہ بن مسلم کے قاتل وکیع بن سود کو پکڑ کر سزا دی اور قید کر دیا۔ (۷۵)

عمر بن عبدالعزیز نے سرکاری بیت المال میں جمع نہ کروانے پر یزید بن مہلب کو جیل بھیجنے کا حکم دیا۔ (۷۶)

مندرجہ بالا بحث سے ظاہر ہوتا ہے، بنو امیہ کے دور میں قید و بند نے خاصی وسعت اختیار کی۔ اور اس کا سب سے زیادہ استعمال مخالفین اور باغیوں کو دبانے اور ان کی شورشوں سے نپٹنے کے لیے کیا گیا۔ اس کے علاوہ مختلف جرائم مثلاً قتل، چوری، غبن اور توہین عدالت کے ارتکاب پر سزائے قید دی گئی۔ اس کے علاوہ حوالاتی قید کا تصور بھی ملتا ہے۔ غرض عدالتوں نے پہلے ادوار کی

نسبت مجرموں کو قید کی سزا زیادہ دی۔

عہد عباسی میں سزائے قید

عباسی عہد میں بھی قید کی سزا جرائم کے سلسلے میں دی جانے والی سزاؤں میں ایک اہم سزا تھی۔ اس غرض کے لیے عباسیوں نے بہت سے قید خانے بنوا رکھے تھے۔ ان میں زمین دوز قید خانے بھی تھے۔(۷۷)

حکومت کے مخالفین اور باغیوں کو اکثر قید کی سزا سے دوچار ہونا پڑا:

عبداللہ بن علی نے اپنے بھتیجے ابو جعفر منصور کے خلاف بغاوت کی تو منصور نے عبداللہ بن علی کو بنی اسامہ کے گھر قید کر دیا اور وہ سات سال قید خانے میں رہ کر مر گیا (۷۸) ابو جعفر منصور عبداللہ بن محمد بن حسن بن علی بن ابی طالب کے متعلق وہم میں مبتلا ہو گیا کہ وہ اس کے خلاف بغاوت کریں گے۔ منصور نے عبداللہ اور اس کے خاندان کو قید کر دیا اور ان کو مدینہ سے عراق کے قید خانے میں بیڑیاں ڈال کر منتقل کیا گیا اور ہاشمیہ میں قید کر دیا گیا۔(۷۹)

یحیٰ بن عبداللہ نے عباسیوں کے خلاف خروج کیا، ہارون الرشید نے صلح کرنے کے بعد ان کی غیر معمولی مقبولیت اور علویوں کی دوبارہ شورش سے خائف ہو کر انہیں جیل میں ڈال دیا اور جیل ہی میں اس کا انتقال ہوا۔(۸۰)

حکمرانوں کی ناراضگی بھی قید کا ایک بہت بڑا سبب تھی۔ منصور جب مدینہ میں اپنے نائب حسن بن یزید حسن سے ناراض ہوا تو اسے مارا اور قید کر دیا۔(۸۱) مہدی نے موسیٰ کاظم کو بغداد میں قید کر دیا۔(۸۲)

حج کے زمانہ میں ہارون الرشید رسول اللہ ﷺ کے روضہ اطہر پر سلام کرنے آیا تو موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بھی ساتھ تھے ہارون نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ یا ابن عم تو موسیٰ نے کہا السلام علیک یا ابت ھارون نے کہا اے ابوالحسین یہ فخر کی بات ہے۔ پھر ہمیشہ یہ بات اس کے دل میں کھٹکتی رہی حتیٰ کہ ۱۶۹ھ میں موسیٰ کو لمبے عرصے کے لیے قید کر دیا۔(۸۳)

ٹیکس کی عدم ادائیگی پر قید کی سزا دی جاتی تھی۔ ہارون الرشید نے ایک شخص کو مامور کیا کہ جو ٹیکس کی ادائیگی نہ کرے اسے مارے اور قید کرے۔(۸۴)

قرض کی ادائیگی پر بھی جیل میں ڈال دیا جاتا تھا۔ صفی الدین عبدالمومن بن یوسف بن فاخر جو علم موسیقی پر معروف ترین عرب مصنفوں میں سے تھا کہا کہ آخری عباسی خلیفہ کے دور میں محض تین سو دینار کے قرض کی وجہ سے زنداں میں ڈال دیا گیا۔(۸۵)

جھوٹی گواہی کی سزا یہ تھی کہ لمبے عرصے کے لیے قید کر دیا جاتا علی بن مسھر سے روایت ہے کہ جب مجھے قاضی مقرر کرتے ہوئے مہدی نے کہا جھوٹی گواہی کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا:

اے امیر المومنین اس میں سے بہت سے قول ہیں شریح کا قول ہے کہ اسے علاقے میں لایا جائے، پھر علاقہ والوں کو آگاہ کیا جائے کہ یہ ہے جس نے جھوٹی گواہی دی ہے تاکہ وہ اسے پہچان لیں۔ عمر بن خطاب کا قول ہے کہ اسے چالیس کوڑے لگائے جائیں اس کا سر مونڈھ دیا جائے، اس کا چہرہ سیاہ کیا جائے اور اسے چکر لگوایا جائے اور لمبے عرصے کے لیے قید کر دیا جائے، اس پر اس نے کہا عمر کے قول کو پکڑ لو۔(۸۶)

عباسی دور میں قید و بند کے سلسلے نے اور بھی زیادہ وسعت اختیار کی۔ اس دور میں جتنے نئے شہر آباد کیے گئے، جہاں محل اور دوسری عمارتیں بنائی جاتیں وہاں قید خانے بھی تعمیر کیے گئے۔ مثلاً انہوں نے ہاشمیہ، بغداد اور سامراء آباد کیے تو وہاں جیلیں بھی تعمیر کیں۔(۸۷)

عرب میں دو طرح کی جیلیں تھیں ایک سطحی اور دوسری جوفی۔ سطحی جیلیں زمین کے اوپر اور جوفی جیلیں زیر زمین تعمیر کی جاتیں۔ سطحی جیلوں کی مثالیں، یمامہ، نجران یا مکہ کی جیلیں ہیں جبکہ جوفی جیلیں تہہ خانوں یا کنوؤں کی شکل میں بنائی جاتیں مثلاً حجاج کی دیماس والی جیل جو اندھیری ہونے کی وجہ سے مشہور تھیں۔(۸۸)

فصل سوم

دورِ جدید میں قید کی مختلف صورتیں

قدیم زمانے میں جرم سے نجات پانے کا طریقہ یہ تھا کہ مجرموں سے نجات حاصل کی جائے نہ کہ جدید دور کی طرح مجرموں کی اصلاح کی جاتی اور مجرم بننے سے روکنے کے لیے اقدامات کیے جاتے۔ اس زمانے میں جرم کو روکنے کے لیے مندرجہ ذیل طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔ (الف) سزائے موت (ب) رسوا کرنا (ج) کوڑے (د) تاوان (ھ) جرمانہ (و) جلاوطنی

یہودیوں، یونانیوں، رومیوں اور جرمنوں کے ہاں یہ ایک اہم اور مفید سزا تھی کہ متاثرہ فریق کو تاوان ادا کیا جائے۔ بعد میں جاگیرداروں اور مڈل ایج کے چرچ نے اسے قید، جسمانی تشدد، رسوائی اور موت میں تبدیل کر دیا۔ (۸۹)

پرانے رومی قانون میں جیل ایسی جگہ تھی جس میں عبوری طور پر لوگ کو مقید کیا جاتا تھا۔ مجرموں کو سزا دینے کی جگہ نہیں تھی۔ Castle Keep یا Dungeon of the Lords کو عام طور پر ایسی جگہ کے لیے استعمال کیا جاتا جہاں پر ایسے لوگوں کو رکھا جاتا جو جرمانہ ادا کرنے یا سزا پر عملدرآمد کا انتظار کر رہے ہوتے۔ (۹۰)

موجودہ جیل کا آغاز سب سے پہلے ۱۱۶۶ء میں ہوا جب شاہ ہنری دوم نے انگلستان میں جیلیں بنانے کا حکم دیا جن میں مقدمات کے منتظر افراد کو رکھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ غنڈوں، بھکاریوں اور قرض نادہندگان کو بھی رکھا جاتا تھا۔ پہلی حقیقی جیلیں نصف سولھویں اور سترھویں صدی میں تعمیر کی گئیں۔ یہ ورک ہاؤسز یا اصلاحی مقامات (Houses of Correction) تھے (۹۱) جنہیں ۱۵۷۶ء ایکٹ کے تحت قائم کیا گیا۔ ان کو 1552ء میں لندن میں قائم ہونے والے "Bride Well" کی طرز پر بنایا گیا۔ ان کا مقصد عادی

بھکاریوں، بیروزگاروں اور آوارہ لوگوں کو تنخواہ پر جبری ملازمت دینا تھا۔

جیلوں کا نظام جیسا کہ ہمیں آج کل میں سمجھ آتا ہے اٹھارہویں صدی کے اختتام پر وجود میں نہ آیا تھا اگرچہ منفرد تجربے یورپ کے مختلف حصوں میں کیے گئے۔ مثلاً ۱۵۹۳ء میں پروٹیسٹنٹس (Protestants) نے ایمسٹرڈیم میں عورتوں کے لیے جیل بنائی جس کا مقصد کام اور مذہبی اثرات کے ذریعے ان کی اخلاقی اصلاح کرنا تھا، پتہ چلتا ہے کہ اس طرح کے تجربے ''جرمنی'' اور ''ہیسنٹک ٹاؤن'' میں بھی کیے گئے۔

۱۷۰۳ء میں کلیمنٹ گیارہویں نے نوجوان مجرموں کے لیے روم میں سینٹ مائیکل کی مشہور جیل تعمیر کی۔ ۱۷۷۸ء میں Prison Act پاس کیا گیا جو انگلستان کے جیل کے نظام کا آغاز تھا۔ مشقت، اخلاقی اور مذہبی تعلیم کے ساتھ قید تنہائی، قید کی شرط تھی۔ (۹۲)

چارلس دوم کے دور میں کچھ وجوہات نے جلاوطنی کے نظام کی طرف راغب کیا۔ ایسے مجرم جن کی سزائے موت میں کمی کر دی جاتی، کو امریکی کالونیوں میں براہ راست جلاوطنی کی سزا پانے والوں کے ساتھ بھیج دیا جاتا تھا۔ یہ نظام ۱۷۷۶ء میں امریکی کالونیوں کے ہاتھ سے نکلنے تک جاری رہا، جب بحری جہاز جنہیں ہلکس (Hulks) کہا جاتا ہے وجود میں آئے، اگلا مرحلہ وہ آیا جب ایسی جیلیں وجود میں آئیں جن میں مجرموں کو قید تنہائی میں رکھا جاتا۔ صبح و شام وہ تنہائی میں ہوتے جبکہ کام اور کھانے میں اکٹھے ہوتے (۹۳) یہ آغاز انیسویں صدی کی بات ہے کہ امریکہ نے جیل کے نظام کی مشکلات کے حل کے لیے یہ قرار دیا کہ ان کو قید تنہائی میں رکھا جائے جو تنبیہی بھی ہے اور اصلاحی بھی نتیجتاً انگلستان نے ۱۸۳۹ء میں ایک ایکٹ پاس کیا جس کے تحت قید تنہائی والی جیلیں وجود میں آئیں۔ پہلی جیل ۱۸۴۲ء میں وجود میں آئی جس میں ۱۸ سے ۳۵ سال کے مجرموں پر تجربہ کیا گیا۔ جنہیں جلاوطنی کی سزا دی گئی تھی۔ قید تنہائی کا عرصہ اٹھارہ ماہ تھا اور مکمل تنہائی میں رکھا جاتا تھا حتیٰ کہ چہروں کو بھی چھپا کر رکھتے کہ پہچانے نہ جائیں۔ (۹۴)

اس زمانے میں انگریزی نظام کی دو بنیادی خصوصیات تھیں:

۱۔قید تنہائی ۲۔سخت مشقت

۱۸۷۶ء میں نیویارک میں نوجوان بالغ پہلی مرتبہ جرم کے مرتکب افراد کے لیے ایک نئی قسم کی جیل قائم کی گئی۔ یہ جیل اس اصول پر چلائی گئی کہ کسی کو سزا دینے سے بہتر ہے کہ اس کی اصلاح کی جائے اس لیے اس کو "Reformatory" کہا جاتا تھا۔(۹۵)

۱۹۰۸ء میں جرائم کی روک تھام کا قانون The Prevention of Crime Act پاس کیا گیا، اس قانون نے دو بڑے نتائج حاصل کیے۔

الف) بورسٹل نظام کا قیام

ب) احتیاطی نظر بندی (Preventive Detention) کا نظام جس کے ذریعے معاشرے کو خطرناک اور عادی مجرموں سے محفوظ رکھا جا سکے۔

ایسے مجرموں جن کی عمر سولہ سے اکیس سال کے درمیان ہو اور عدالت مطمئن ہو کہ مجرم میں جرم کی عادت یا وابستگی ثابت ہو گئی ہے تو عدالت کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اسے تین سال کے لیے بورسٹل ادارے میں نظر بند کر دے۔ اس کا نام بورسٹل نامی گاؤں سے لیا گیا جہاں پہلا تجربہ کیا گیا۔(۹۶)

جدید جیلوں کی انواع

الف۔ مقامی جیلیں (Local Prisons)

یہ جیلیں ۱۸۷۸ء کے ایکٹ کے تحت وجود میں آئیں جن میں ان افراد کو رکھا جاتا جن کو دو سال تک سزا ہوئی ہو۔

ب۔ مجرموں کی بستیاں (Convict Settlements)

سب سے پہلے پینل سروتیچوڈ ایکٹ ۱۸۵۳ء کے تحت برطانیہ میں متعارف کروائی گئیں۔

یہ ایسے مجرموں کے لیے ہیں جنہیں تین سال سے عمر قید تک کی سزا ہوئی ہو۔

ج- احتیاطی نظر بندی کی جیلیں **(Prevention Detention Prisons)**

یہ جیلیں جرائم کی روک تھام کا قانون ۱۹۰۸ء کے تحت قائم ہوئیں ایسے مجرموں کے لیے جن کو تین سال سے زائد سزا ہوئی اور ان کا عادی مجرم ہونا ثابت ہو گیا ہو۔

د- عادی نشئی مجرموں کی جیلیں **(Criminal Inebriate Prisons)**

کریمنل ان ایبریٹ ایکٹ ۱۸۹۸ء کے تحت ایسے عادی نشئی لوگوں کے لیے بنائی گئیں جو جرائم میں ملوث ہوں ان میں ان کو لمبی سزا کے لیے بھیجا جاتا ہے۔

ھ- پاگل مجرموں کی جیلیں (Criminal Lunatic Prisons)

یہ ایسی جیلیں ہیں جہاں ایسے مجرم رکھے جاتے ہیں جو جرم کے ارتکاب کے وقت یا مقدمے کے دوران یا جیل میں پاگل ہو جائیں۔

و- بورسٹل ادارے (Borstal Institutions)

یہ ادارے جرائم کی روک تھام کا قانون ۱۹۰۸ء کے تحت ایسے افراد کے لیے قائم کیے گئے جن کی عمریں سولہ سے تیئس سال کے درمیان ہوں۔

ز- اصلاحی جیلیں (Reformatories)

ایسے لڑکے اور لڑکیوں کے لیے جن کی عمر سولہ سال سے کم ہو اور ان پر جرم ثابت ہو جائے اور انہیں تین سے پانچ سال تک نظر بند کیا جائے۔

جدید جیلوں کی تقسیم (Classification)

پاکستانی جیل قوانین کے مطابق جیلوں کی چار اقسام ہیں:

الف۔ مرکزی جیلیں (Central Prisons)

ب۔ خصوصی جیلیں (Special Prisons)

ج۔ ضلعی جیلیں (District Prisons)

د۔ سب جیلیں (Sub Prisons)

الف۔ مرکزی جیلیں

ہر ڈویژن میں ایک مرکزی جیل کا ہونا ضروری ہے جس کی ایک ہزار سے زائد قیدیوں کی گنجائش ہو۔

ب۔ خصوصی جیلیں

خواتین کی جیلیں، بورسٹل ادارے اور جوینائل تربیتی مراکز خصوصی جیلیں کہلاتی ہیں۔

ج۔ ضلعی جیلیں

مرکزی اور خصوصی جیلوں کے علاوہ تمام جیلیں ضلعی جیلیں کہلاتی ہیں۔ ضلعی جیلوں کے تین درجات ہیں۔ درجہ اول کی جیل وہ ہے جس میں 500 سے زائد ایسے قیدیوں کی گنجائش ہو جن کو پانچ سال تک کی سزا ہوئی ہو۔ درجہ دوم کی جیل وہ ہے جس میں 300 سے 500 تک قیدیوں کی گنجائش ہو جن کو تین سال تک کی سزا ہوئی ہو۔ درجہ سوم کی جیل وہ ہے جس میں 300 سے کم قیدیوں کی گنجائش ہو جن کو ایک سال تک سزا ہوئی ہے۔

د۔ سب جیل

اس سے مراد وہ جگہ ہے جسے صوبائی حکومت عارضی طور پر خصوصی احکام کے تحت قیدیوں کو مقید کرنے کے لیے متعین کرے۔ (۹۷)

موجودہ دور میں قید سب سے زیادہ دی جانے والی سزا ہے بلکہ قید کے علاوہ دوسری تمام سزاؤں کا تناسب قید کی نسبت نہ ہونے کے برابر رہ جاتا ہے۔ جیلوں میں ملزموں کی تعداد مجرموں سے زیادہ ہوگئی ہے اس کے علاوہ نظر بندی کا اطلاق بھی وسیع پیمانے پر ہوا ہے۔ آج کل جیسے ہر جگہ مثلاً ریلوے سٹیشن، بازار، لاری اڈے، ہسپتال وغیرہ رش ہے، اسی طرح جیلیں بھی بھری پڑی ہیں بلکہ ابلی پڑتی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ پیدائش، باب:۳۹، آیت:۲۰۔۲۲
۲۔ یسعیاہ، باب:۴۲، آیت:۶، ۷
۳۔ یسعیاہ، باب:۴۹، آیت:۱۱۔۱۲
۴۔ یسعیاہ، باب:۵۹، آیت:۳
۵۔ یسعیاہ، باب:۴۹، آیت:۸۔۹
۶۔ یسعیاہ، باب:۶۱، آیت:۱
۷۔ یرمیاہ، باب:۳۷، آیت:۱۵
۸۔ سلاطین، باب:۲۲، آیت:۲۶۔۲۷
۹۔ سورۃ بنی اسرائیل ۱۷:۶
۱۰۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، یہودیت قرآن کی روشنی میں، ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص:۱۴۸
۱۱۔ عذرا، باب:۷، آیت:۲۶
۱۲۔ Peaker's commentory on the Bible, 600d, P. 689
۱۳۔ Cecil Roth, The standard Jewish Encyclopedia, London, P.1558
۱۴۔ پیدائش، باب:۱۷، آیت:۱۴
۱۵۔ خروج، باب:۱۲، آیت:۱۵
۱۶۔ خروج، باب:۳۱، آیت:۱۴
۱۷۔ احبار، باب:۷، آیت:۲۰
۱۸۔ گنتی، باب:۱۵، آیت:۳۰
۱۹۔ تواریخ باب:۱۶، آیت:۱۰
۲۰۔ The Standard Jewish Encyclopedia, P.1559
۲۱۔ احبار، باب ۲۴، آیت:۱۱۔۱۲
۲۲۔ گنتی، باب:۱۵، آیت:۳۲۔۳۵
۲۳۔ متی، باب:۲۶، آیت:۱۴۔۱۵
۲۴۔ متی، باب:۲۷، آیت:۱۶۔۱۷۔۲۱
۲۵۔ مرقس، باب:۶، آیت:۱۷
۲۶۔ اعمال، باب:۱۲، آیت:۳۔۵
۲۷۔ اعمال، باب:۲۳، آیت:۲۹
۲۸۔ اعمال، باب:۲۳، آیت:۲۹
۲۹۔ اعمال، باب:۲۳، آیت:۲۹
۳۰۔ اعمال، باب:۲۰، آیت:۶
۳۱۔ Peaker's Commentory on the Bible, 794a, P.911
۳۲۔ Giblon, Early Days of Christianity, Vol.II, Chap.16, P.988
۳۳۔ متی، باب:۵، آیت:۱۷
۳۴۔ J.Duncan M. Derett, Religion, Law and teh state in India, Fabre and Faber, London, 168, P.213-214
۳۵۔ گستاؤلی بان، تمدن ھند (ترجمہ سید علی بلگرامی) مقبول اکیڈمی لاہور، ص۲۸۰ اور عبدالقیوم جالندھری، منو کا قانون، سید محبوب عالم، لاہور، ۱۹۶۸، ص:۴۹
۳۶۔ منو کا قانون ص:۴۷
۳۷۔ دیانند سرسوتی، ستھیارتھ پرکاش (مترجم، چھوپتی) مہاشہ کرشن، منتری آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب گوردت بھون لاہور، ص:۱۶۷
۳۸۔ ستھیارتھ پرکاش، ص:۱۴۷، ۱۵۹
۳۹۔ Encyclopaedia Britannica, Vol:18, P-514
۴۰۔ Encyclopaedia Britannica, Vol:18, P.518

۴۱۔ James Hastings, Encyclopaedia of Religion and Ethics, New York, 1930, Vol: vii, P.814

۴۲۔ Encyclopaedia of Religion and Ethics, Vol. viiP. 815

۴۳۔ Encyclo Paedia of Religion and Ethcis, Vol. vii P.817

۴۴۔ المحلی ۱۶۹/۸

۴۵۔ ابوداود، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داود، کتاب الاقضیۃ، باب فی الحبس فی الدین وغیرہ، دار الجیل بیروت، ۳۱۴/۳

۴۶۔ محولہ بالا ۴۷۔ محولہ بالا

۴۸۔ سنن البیہقی ۵۱/۸ اور عبدالرزاق، ابوبکر بن ہمام، المصنف ۴۸۱/۹

۴۹۔ العسقلانی، ابن حجر، بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام قدیمی کتب خانہ، کراچی، ص: ۳۵۳

۵۰۔ سنن البیہقی ۲۷۶/۱۰ ۵۱۔ المغنی، ۳۴۳/۱۰

۵۲۔ سنن البیہقی، ۱۴۱/۱۰

۵۳۔ سنن البیہقی، ۱۴۶/۱۰ اور مصنف عبدالرزاق ۳۲۶/۸

۵۴۔ مصنف عبدالرزاق ۴۰۷/۹ ۵۵۔ مصنف عبدالرزاق، ۴۹۱/۹

۵۶۔ علی المتقی، علاء الدین بن حسام الدین الھندی، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۵، ۱۵

۵۷۔ الترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع الصحیح، مصطفی البابی الحلبی واولادہ بمصر ۱۹۶۲ء، ۳۴/۴ اور المحلی ۱۸۳/۱۱

۵۸۔ المحلی ۱۸۴/۱۱

۵۹۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراتشی، ۱۹۸۷ء، ص ۱۷۴

۶۰۔ البخاری محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الخصومات، باب الربط والحبس فی الرحم، دار الفکر بیروت، ۱۹۸۱ء، ۱۹/۲، اور المحلی ۷۱/۸

۶۱۔ ابن قتیبۃ، ابومحمد عبداللہ بن مسلم، الشعر والشعراء، دار الثقافۃ بیروت، ۱۹۶۴ء، ۲۴۵/۱

۶۲۔ ابن واصل الحموی، تجرید الاغانی، مطبعۃ مصر شرکۃ مساھمۃ ۱۹۵۵ء، ۲۳۳/۱

۶۳۔ المغنی، ۳۴۳/۱۰ ۶۴۔ سنن البیہقی، ۱۴۱/۱۰

۶۵۔ سنن البیہقی، ۱۴۶/۱۰ اور مصنف عبدالرزاق ۳۲۶/۸ ۶۶۔ مصنف عبدالرزاق ۴۰۷/۹

۶۷۔ المحلی ۱۳۵۵/۱۱ اور مصنف عبدالرزاق ۱۸۶/۱۰ ۶۸۔ بدایۃ المجتہد ۳۹۶/۲

۶۹۔ الشعر والشعراء ۲۶۷/۱۔۲۶۸ ۷۰۔ المحلی ۱۰۷/۷

۷۱۔ المحلی ۵۰۸/۱۰ ۷۲۔ مصنف عبدالرزاق، ۱۸۶/۱۰

۷۳۔ الجامع الصحیح للبخاری ۹۱/۲

۷۴۔ یاقوت الحموی، شہاب الدین ابی عبداللہ بن عبداللہ، معجم البلدان، دار صادر بیروت، ۱۷۴/۳

۷۵۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۹۸۹ء، ۲۸۲/۲۳

۷۶۔ معجم البلدان ۲/ ۵۴۴، ۵/ ۳۴۹، اور مجلہ تحقیق، کلیہ علوم اسلامیہ وادبیات شرقیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۸۲ء، س: ۳۶

۷۷۔ البدایہ والنہایۃ، ۹/ ۸۴۔۱۰۸

۷۸۔ ایضاً ۱۰/ ۴۸۰ اور اخبار القضاۃ ۳/ ۹۳

۷۹۔ البدایہ والنہایۃ ۱۰/ ۵۰۶۔۵۰۸

۷۰۔ ایضاً ۱۰/ ۴۹۹

۷۱۔ ایضاً ۱۰/ ۶۱۱

۷۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۲۳/ ۸۶

۷۳۔ البدایہ والنہایۃ ۱۰/ ۶۱۱

۷۴۔ ایضاً ۱۰/ ۶۶۴

۷۵۔ ایضاً ۱۰/ ۶۶۵

۷۶۔ البدایۃ والنہایۃ ۱۰/ ۶۶۶

۷۷۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۲/ ۱۴۰، ۱۴۱

۷۸۔ وکیع محمد بن خلف بن حیان، اخبار القضاۃ، عالم الکتب، بیروت، ۲/ ۲۲۹

۷۹۔ اخبار القضاۃ ۱/ ۱۹۰، ۱۹۱

۸۰۔ البدایہ والنہایۃ، ۹/ ۲۵۲

۸۱۔ البدایہ والنہایۃ، ۹/ ۶۷۱

۸۲۔ ۳۶۔ البدایہ والنہایۃ ۱۰/ ۵۷۸

۸۳۔ اخبار القضاۃ، ۳/ ۲۱۹۔۲۲۰

۸۴۔ معجم البلدان، ۳/ ۱۷۴، ۵/ ۳۸۹

۸۵۔ البلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر، فتوح البلدان، مکتبۃ النہضۃ المصریۃ القاہرۃ، ۲/ ۴۳۲، ۳/ ۵۱۰، معجم البلدان ۲/ ۵۴۴، ۵/ ۲۷۰ اور الشعر والشعراء، ۱/ ۲۷۰

۸۶۔ Encyclopaedia of Religion and Ethics, New York, 1930, Vol.X, P.339

۸۷۔ Encyclopaedia Britannica, Vol 18, P.514

۸۸۔ Comptom's Pictured Encyclopedia, Chicago, U.S.A, 1950, Vol:II, P.505C

۸۹۔ Encyclopedia Britannica, Vol:18, P.514

۹۰۔ Encyclopaedia of Religion and Ethics, Vol:X, P.339

۹۱۔ Encyclopaedia Britannica, Vol:18, P.515

۹۲۔ Compton's Pictured Encyclopedia, Vol:II, P.505 d.

۹۳۔ Encyclopaedia of Religion and Ethics, Vol.X, P.340

۹۴۔ Pakistan Prison Rules (Jail Manual) (U/S 59 Prisons Act, 1894) (Rules for the Superientendence and Management of Prisons of Pakistan) R.No. 4-8

۹۵۔ James Hastings, Encyclopaedia of Religion and Ethics, New York, 1930, Vol: vii, P.814

۹۶۔ Encyclopaedia of Religion and Ethics, Vol. viiP. 815

۹۷۔ IBID

باب سوم

سزائے قید کی شرعی حیثیت

ا۔ سزائے قید قرآن کی روشنی میں

ب۔ سزائے قید حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں

ج۔ سزائے قید عمل صحابہؓ کی رو سے

د۔ سزائے قید عقل کی رو سے

ا۔ سزائے قید قرآن کی روشنی میں

سزائے قید قرآن کی رو سے مشروع اور جائز ہے۔ اس قول کی تائید میں بہت سی آیاتِ قرآنیہ کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ فقہاء نے قید کے جواز پر اس آیت سے استدلال کیا ہے:

''والّلاتی یأتین الفاحشة من نسائکم فاستشهدوا علیهن اربعة منکم فان شهدوا فامسکوهن فی البیوت حتی یتوفهن الموت أو یجعل الله لهن سبیلا۔''(۱)

''تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کی مرتکب ہوں ان پر چار گواہ قائم کرو، جب وہ گواہی دے دیں تو ان کو گھروں میں اس وقت تک روکے رکھو جب تک ان کو موت آجائے یا اللہ ان کے لیے کوئی راہ نکال دے۔''

ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے: ''انه کان حد الزانیین بدء و أنه نسخ بالجلد و الرجم۔'' (۲)

یہ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ زانی کی آغاز میں ابتدائی سزا تھی جو کوڑوں اور رجم سے منسوخ ہو گئی۔

ابوبکر جصاص فرماتے کہ اس آیت کا حکم ''فامسکوهن فی البیوت'' منسوخ ہوا، اس حدیث سے جو عبادۃ بن الصامتؓ نے روایت کی:

''خدوا عنی قد جعل الله لهن سبیلا البکر بالبکر جلد ماة و تغریب عام والثیب بالثیب الجلد و الرجم۔ (۳)

پھر یہ حد غیر شادی شدہ سے اس آیت سے منسوخ ہو گئی: الزانیة و الزانی فاجلد و اکل

واحد منهما مائة جلدة(۴)

اور محصن سے ماعز اور غامدیہ کو کوڑوں کے بغیر رجم کرنے سے منسوخ ہوگئی۔ امام جصاص آگے فرماتے ہیں کہ وہ قید اور اذیت سے حدیث عبادۃؓ کے حکم کی طرف منتقل کیے گئے۔ پھر سورۃ النور کی یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے بعد ماعزؓ اور غامدیہؓ کا قصہ رونما ہوا۔(۵)

ابن العربی اس آیت کے منسوخ نہ ہونے کے قائل ہیں بلکہ وہ اس کے عدم نسخ پر اجماع امت کا دعویٰ کرتے ہیں، اجمعت الأمة علی أن هذه الآیة لیست منسوخة لأن نسخ أنما یکون فی القولین المتعارضین من کل وجه الذین لایمکن الجمع بینهما بحال۔ (۶)

جبکہ اس آیت کے حکم اور حدیث کے حکم میں مطابقت پیدا کی جا سکتی ہے کہ حکم ابتداء عبوری تھا اس لیے نسخ کی ضرورت نہیں، دراصل یہ نسخ کی تعریف میں اختلاف کا پتہ دیتا ہے جس کے نتیجے میں منسوخ آیات کی تعداد سینکڑوں سے لے کر پانچ تک بیان کی جاتی ہے۔ بعض علماء نسخ کے مفہوم میں احکام کی ہر قسم کی تبدیلی کو شامل کر دیتے ہیں، مثلاً حنفیہ کے نزدیک تخصیص کی بعض صورتیں اور الزیادۃ علی النص نسخ ہی شمار ہوتی ہیں جبکہ یہ حقیقی طور پر نسخ نہیں۔ اصولیین نے نسخ کی مختلف صورتیں بیان کرتے ہوئے ایک صورت بیان کی ہے کہ اس حکم کی آیت کی قرأت منسوخ نہ ہوئی جبکہ حکم جزوی طور پر منسوخ ہوا ہو۔ سورۃ النساء کی اس آیت کو اس اصول کے تحت بیان کیا جا سکتا ہے کہ اس آیت کی قرأت بھی باقی ہے۔ زانی کے حق میں تو حکم مرفوع ہے مگر اس آیت سے مطلق سزائے قید پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔

اسی لیے ابن العربی قید اور قید خانہ کی مشروعیت اس آیت سے ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

هذا الا مساك و الحبس فی البیوت كان فی صدر الاسلام قبل ان یكثر الجناة فلما كثروا اخشی قوتهم اتخذلهم سجن "(۷)

یہ گھروں میں پابند کرنا، یا قید کرنا اسلام کے آغاز میں جرائم کے بڑھنے سے پہلے تھا، جب جرائم بڑھنے لگے، ان کی طاقت اور قوت کے خوف سے جیل بنائی گئی۔

امام جلال الدین سیوطی نے سعید بن جبیر کا قول نقل کیا ہے کہ فامسکوھن فی البیوت سے مراد ہے احبسو ھن فی السجون (ان کو جیل میں قید کر کے رکھو) آگے بیان کرتے ہیں کہ:

"وکان ھذا فی اول الاسلام کانت المرأة اذا شھد علیھا اربعة من المسلمین عدول بالزنا حبست فی السجن" (۸)

یہ اسلام کے آغاز کی بات ہے کہ جب چار عادل مسلمان کسی عورت کے زنا میں ملوث ہونے پر گواہی دے دیتے تو اسے جیل میں قید کر دیا جاتا۔

اس کے علاوہ سورۃ المائدۃ کی آیت "انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ...... ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم و ارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض"(۹) سے بھی سزائے قید کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے۔

امام کاسانی نے "اوینفوا من الارض" کے ذیل میں ابراہیم النخعی کا قول نقل کیا ہے:

"انہ یحبس حتی یحدث توبتہ و فیہ نفی عن وجہ الارض مع قیام الحیاة الاعن الموضع الذی حبس فیہ و مثل ھذا فی عرف الناس یسمی نفیا عن وجہ الارض و خروجا عن الدنیا۔"(۱۰)

(نفی سے مراد یہ ہے کہ) اسے قید میں ڈال دیا جائے تا آنکہ وہ توبہ کر لے۔ ایسا کرنے سے روئے زمین سے جلاوطنی بھی ہو جاتی ہے۔ سوائے اس جگہ کے جہاں وہ قید ہے اور اس کی زندگی بھی برقرار رہتی ہے، اس قسم کے اقدام کو عرف عام میں روئے زمین سے جلاوطنی اور دنیا سے خروج کا نام دیا جاتا ہے۔

ابن عابدین نفی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حبس و ھو المراد بالنفی فی الآیة لان النفی من جمیع الارض محال و الی بلد

اخری فیہ ایذاء اھلھا فلم یبق الا الحبس و المحبوس منفیا من الارض لانہ لاینتفع بطیبات الدنیا و لذاتھا و لا تجتمع باقاربہ و احبابہ''(۱۱)

آیت میں نفی سے مراد قید ہے کیونکہ پوری زمین سے نکال لے جانا ناممکن ہے اور دوسرے شہر بدر کرنے میں وہاں رہنے والوں کے لیے تکلیف ہے تو اس صورت میں قید کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ،قیدی زمین سے جلاوطن ہی ہوتا ہے کیونکہ وہ دنیا کی لذتوں سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور اپنے عزیزوں دوستوں کے ساتھ نہیں رہتا۔

ابن رشد فرماتے ہیں:''ان النفی ھو السجن و قیل ان النفی من بلد الی بلد فیسجن فیہ الی ان تظھر توبتہ و ھو قول ابن ابن القاسم عن مالک و یکون بین البلدین اقل ماتقصر فیہ الصلاۃ۔''(۱۲)

نفی قید ہی ہے اور کہا گیا کہ نفی یہ ہے کہ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف نکال کر اس شہر میں قید کیا جائے جب تک وہ توبہ نہ کرے۔

یہ قول ابن قاسم نے مالک سے روایت کیا ہے اور دونوں شہروں میں کم از کم اتنا فاصلہ ہو کہ نماز قصر کی جا سکے۔

امام قرطبی''اوینفوا من الارض '' کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:''وقال مالک و الکوفیون : نفیھم سجنھم فینفی من سعۃ الدنیا الی ضیقھا فصار کأنہ اذا سجن فقد نفی من الارض الا من موضع استقرارہ''(۱۳)

امام مالک اور کوفیوں کا کہنا ہے کہ ان کی نفی ان کا قید کیا جانا ہے۔اس طرح وہ دنیا کی وسعت سے جیل کی تنگی کی طرف دھکیل دیے جاتے ہیں قید کی صورت میں وہ ایسے ہیں جیسے انہیں زمین سے نکال دیا گیا ہو،سوائے اس جگہ کے جہاں وہ رہتے ہیں۔

جب محارب مسلمانوں کو ڈرائیں ،دھمکائیں ،لیکن قتل و غارت یا لوٹ مار نہ کریں تو امام شافعی کہتے ہیں کہ امام ان کو پکڑ کر تعزیر کرے گا اور ان کو قید کر دے گا۔کیونکہ زمین سے ان کی نفی سے

مراد صرف قید ہے۔ (۱۴) مکحول روایت کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سب سے پہلے جیل میں قید کیا اور فرمایا: ''احبسه حتى اعلم منه التوبة ولا انفيه من بلد الى بلد فيو ذيهم۔'' (۱۵)

میں اس کو تو بہ جاننے تک قید رکھوں گا اور دوسرے شہر بدر نہیں کروں گا کیونکہ وہ دوسروں کو تکلیف دے گا۔

ابن العربی او ینفوا من الارض کے ذیل میں فرماتے ہیں، ''فيه اربعة اقوال الاول يسجن قاله ابو حنيفة و اهل الكوفة و هو مشهور مذهب مالك ..... والحق يسجن فيكون السجن له نفيا من الارض'' (۱۶)

اس میں چار اقوال ہیں پہلا یہ ہے کہ قید کیا جائے، اسے ابوحنیفہ اور کوفہ والوں نے کہا اور یہ مالک کا مشہور مذہب ہے اور حق یہی ہے کہ قید کیا جائے کیونکہ قید اس کے لیے زمین سے نکالے جانا ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک مذکورہ آیات قرآن سزائے قید کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن کی آیت ﴿تحبسونهما من بعد الصلاة فيقسمان بالله﴾ (۱۷) سے بھی قید کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے۔

ابن العربی فرماتے ہیں: وفى ذلك دليل على حبس من وجب عليه حق (۱۸)

اس آیت میں ایسے شخص کو جس پر کسی کا حق ہو قید کرنے کی دلیل موجود ہے۔

قید کے حوالے سے قرآن کی آیت ﴿و خذوهم و احصروهم﴾ (۱۹)

کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔ حصر کے بارے میں ہم جان چکے ہیں کہ اس سے مراد قید کرنا بھی ہے۔

طبری فرماتے ہیں؛ وخذوهم يقول و اسروهم و احصروهم يقول منعوهم من التصرف فى بلاد الاسلام و دخول مكة (۲۰)

وخذوھم سے مراد ہے کہ ان کو قید بنالیا جائے، و احصروھم سے مراد ہے کہ ان کو

اسلامی شہروں میں تصرف اور مکہ میں داخلہ سے روکا جائے۔

زمخشری اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:(او خذوهم)و اسروهم و الاخيذ الاسير (احصروهم) وقيدوهم و امنعوهم من التصرف فى البلاد''(۲۱)

و خذوهم سے مراد ہے کہ اس کو قیدی بنالو اور پکڑا جانے والا قیدی ہوتا ہے، و احصروهم سے مراد ہے کہ ان کو قید کر دو اور شہروں میں تصرف کرنے سے روک دو۔ اور یہ حکم منسوخ بھی نہیں کہ زمخشری فرماتے ہیں:

وهذا الحكم ثابت فى كل وقت و عن الحسنؓ هى محكمة الى يوم القيامة(۲۲)

یہ اور حکم ہر وقت ثابت ہوتا ہے، حسنؒ سے روایت ہے کہ یہ قیامت تک کے لیے ثابت شدہ حکم ہے۔

قرآن کی آیت ﴿حتىٰ اذا اثخنتموهم فشدوا الوثاق﴾(۲۳) سے بھی قید کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے کہ اس میں قیدی کو باندھنے کا حکم ہے اور قید یا جیل کا مقصد تو یہی ہے کہ۔ اور یہ آیت منسوخ بھی نہیں ہے۔(۲۴)

مندرجہ بالا آیات قرآنیہ اور ان کی تشریح سے واضح ہو گیا کہ سزا کے طور پر یا ادائیگی حق پر مجبور کرنے کے لیے اور معاشرے کے دوسرے افراد کو مجرموں کے شر سے محفوظ کرنے کے لیے قید کرنا مشروع ہے۔

ب۔ سزائے قید حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے

یہ ثابت شدہ امر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قید خانہ موجود نہ تھا مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو قید نہیں کیا یا آپ نے قید کو جواز نہیں دیا بلکہ آپ نے ایک ملزم کو جس پر قتل کا الزام تھا۔ مقدمہ کے فیصلے تک قید کر دیا جیسا کہ بھزم بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں: "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حبس رجلا فی تھمۃ"(۲۵)

اس حدیث سے تو صرف الزامی یا حوالاتی قید کا جواز ملتا ہے۔ اس کے بعد اس حدیث کو پیش کیا جاتا ہے جس سے ثابت ہوگا کہ کسی کو دوسرے کے حق کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے قید بھی کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض ادا نہ کرنے والے کو قید کرنا جائز قرار دیا۔ عمرو بن الشرید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لی الواجد یحل عرضہ و عقوبتہ"(۲۶)

مال دار قرض دار کا ٹال مٹول کرنا اس کی عزت اور سزا کو جائز بنا دیتا ہے۔

عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ اس کی عرض حلال ہونے سے مراد اس کی توہین و تذلیل کرنا اور اسکی سزا اس کو قید کرنا ہے۔ یہی بات ایک دوسری حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے جسے ہرماس بن حبیب اپنے باپ اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں: "اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بغریم فقال لی الزمہ ثم قال یا اخابنی تمیم ماترید ان تفعل باسیرک"(۲۷)

قرض دار کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے جب اسے قید کرنے کو کہا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اپنے قیدی کا کیا کرے گا۔

قرض خواہ کا قرض دار کے مقید کو طلب کرنا ظاہر کرتا ہے کہ اس طرح کہ مقدمات میں قید کیا جاتا تھا اور قید کرنے کا مقصد قرض دلوانا ہوتا مگر متذکرہ واقعہ میں تنگدستی کی وجہ سے قرض دار

ادائیگی پر قادر نہیں تھا اس لیے آپ نے اسے کہا کہ اپنے قیدی کا کیا کرے گا۔

احادیث نبویہ سے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ سزا کے طور پر بھی قید کیا جا سکتا ہے۔ جو شخص اپنے غلام کو جان بوجھ کر قتل کر دے اسے قید کر دیا جائے گا۔ اس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے جسے عمرو بن شعیب اپنے والد اور ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں: "قتل رجل عبده عمدا متعمداً فجلده رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مائة و نفاه سنة" (۲۸)

"ایک شخص نے جان بوجھ کر اپنے غلام کو قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سو کوڑے لگائے اور ایک سال کے لیے جلا وطنی کی سزا دی۔"

قید جلا وطنی کی ایک صورت ہے، لہٰذا اس حدیث کی رو سے جان بوجھ کر اپنے غلام کو قتل کرنے والے کو ایک سال کے لیے قید کرنا مشروع ہے۔ اس لیے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اپنے غلاموں کو کوڑے لگاتے اور ایک سال کے لیے قید کرتے تھے۔ (۲۹)

احادیث نبویہ میں سزا کے طور پر قید کرنے کا ایک اور مسئلہ قتل سے متعلق ہے کہ اگر کوئی قاتل کی قتل میں مدد کرتے تو مدد کرنے والے کو قید کر دیا جائے گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو قید کرنے کا حکم دیا جو کسی کو پکڑے اور دوسرا شخص پکڑے ہوئے شخص کو قتل کر دے۔

اسماعیل بن امیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اقتلوا القاتل و اصبروا الصابر۔"

"قاتل کو قتل کرو اور پکڑنے والے کو پکڑو۔"

ابو عبید نے کہا: "قوله اصبروا الصابر يعنى احبسوا الذى حبسه" (۳۰)

"کہ پکڑنے والے کو قید کرو۔"

اسی طرح ابن عمرؓ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اذا امسك الرجل الرجل و قتله الآخر ، يقتل الذى قتله و يحبس الذى امسك" (۳۱)

"جب کوئی شخص کسی شخص کو پکڑے اور دوسرا اسے قتل کر دے تو قتل کرنے والے کو قتل اور پکڑنے

والے کو قید کیا جائے۔''

مندرجہ بالا احادیث سزائے قید کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں کہ جس طرح ملزم کو مقدمہ کے فیصلے تک قید میں رکھنا جائز ہے اور جس طرح کسی کو دوسرے کے حق کی ادائیگی مجبور کرنے کے لیے قید کیا جا سکتا ہے اسی طرح سزا کے طور پر قید کیا جا سکتا ہے۔

ج۔ سزائے قید عمل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رو سے

صحابہ کرامؓ کا عمل اور فیصلے اس پر دلیل ہیں کہ سزا کے طور پر قید کرنا مشروع ہے جیسا کہ پہلے تذکرہ گزر چکا ہے کہ کسی شخص کے دو دفعہ سزا بھگتنے کے بعد تیسری مرتبہ چوری کرنے پر ابوبکرؓ، عمر بن خطابؓ اور علیؓ اسے قید دیتے تھے۔ (۳۲)

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اپنے اپنے عہد میں اپنے غلام کو جان بوجھ کر قتل کرنے والے شخص کو قید کر دیتے تھے۔ اس حوالے سے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے: "کان ابو بکر و عمر لایتقلان الرجل بعبده، کان یضربانه منة و یسجنانه سنة و یحرمانه سهمه مع المسلمین اذا قتله عمداً۔" (۳۳)

کہ اسے کوڑے لگاتے، ایک سال کی قید دیتے اور اُس کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ بیت المال میں ان کا حصہ جو بنتا تھا بند کر دیتے۔"

حضرت عمرؓ نے بیت المال کی نقلی مہر بنانے اور اس کے ذریعے غبن کرنے پر معن بن زائدہ کو سزائے قید دی۔ (۳۴)

خلفائے راشدین جھوٹی گواہی دینے پر گواہ کو قید کر دیتے تھے۔ جیسا کہ عبداللہ بن عامر سے روایت ہے:

"اذا اتی عمر بشاهد زور فوقفه للناس یوما الی اللیل هذا فلان یشهد بزور فاعرفوه ثم حبسه" (۳۵)

"جب عمر کے پاس جھوٹے گواہ کو لایا جاتا، اس کو سارا دن رات تک لوگوں کے درمیان کھڑا کر دیتے اور کہتے یہ فلاں ہے جو جھوٹی گواہی دیتا ہے تا کہ لوگ اسے پہچان لیں پھر اسے قید کر دیتے۔"

قتل کے مقدمات میں بھی صحابہؓ کے ہاں سزائے قید کی مثالیں ملتی ہیں کہ اگر کوئی غلام اپنے آقا کے حکم سے قتل کر دیتا تو حضرت علیؓ غلام کو قید کر دیتے، خلاس سے روایت ہے کہ علیؓ بن ابی طالب نے فرمایا:

"اذا امر الرجل عبده ان یقتل رجلا فقتله فهو کسیفه و سوطه اما السید فیقتل و اما العبد فیستودع فی السجن۔ "(۳۶)

"جب کوئی شخص اپنے غلام کو کسی شخص کے قتل کرنے کا حکم دے اور وہ اسے قتل کر دے تو وہ اس کی تلوار یا ڈنڈے کی طرح ہے آقا کو قتل کر دیا جائے گا اور غلام کو جیل میں ڈال دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر ایک شخص کسی کو پکڑ لے اور دوسرا اسے قتل کر دے تو علیؓ پکڑنے والے کو موت آنے تک قید کی سزا دیتے۔"

حضرت عمرؓ کی رائے میں قاتل کو تعزیر کے طور پر قید کی سزا دینا مشروع ہے۔ اگر قاتل کو مقتول کے ورثا معاف کر دیں تو حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ حاکم کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو اسے کوڑے لگائے اور ایک سال کے لیے قید کرے۔(۳۷)

ایک شخص کسی کو پکڑ لے اور دوسرا اس کو قتل کر دے تو علیؓ پکڑنے والے کو موت تک قید کی سزا دیتے تھے۔(۳۸)

کسی کی اہانت سزائے قید کی موجب ہو سکتی ہے اس کی دلیل حضرت عثمان کا فیصلہ ہے کہ انہوں نے ایک شخص ضابی کو ایک عورت کو کتے کے ساتھ متہم کرنے پر قید کر دیا۔(۳۹)

دوسرے کے حق کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے بھی صحابہ کی رائے میں قید مشروع ہے۔ مثلاً ایلاء کی صورت میں چار ماہ گزرنے پر علیؓ آدمی کو قید کر دیتے کہ وہ طلاق دے یا رجوع کرے۔(۴۰)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے نزدیک بھی سزائے قید مشروع ہے۔ ابن مسعودؓ نے ایلاء کرنے والے کے متعلق فرمایا: "رجوع صرف ہم بستری کے ذریعے ہو سکتی ہے، لیکن کوئی

معذوری مثلاً بڑھاپا یا قید وغیرہ لاحق ہونے پر رجوع زبانی ہوگا۔'' (۴۱)

ابن مسعودؓ جب قید کو عذر مانتے ہیں تو لازمی ہے کہ ان کی رائے میں قید کرنا جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مجرم کو سزا جاری ہونے تک قید کرنے کو جائز خیال کرتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص اپنے بھتیجے کو نشہ کی حالت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس لایا اور کہا کہ میرا بھتیجا شرابی ہے، آپؓ نے فرمایا اسے اچھی طرح ہلاؤ اور اس کے منہ سے بو سونگھو، لوگوں نے جب شراب کی بو محسوس کی تو آپ نے اسے قید خانہ بھجوا دیا اور اگلے دن صبح بلا کر حد جاری کر دی۔ (۴۲)

اس کے علاوہ خلفائے راشدین کسی کو توبہ کی مہلت دینے کے لیے قید کر دیا کرتے تھے جیسا کہ مرتدین کے بارے میں حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ انہیں توبہ کی مہلت دینے کے لیے تین دن کے لیے قید کر دیا جائے۔ (۴۳)

غرض یہ کہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ اجمعین کی رائے میں قید مشروع ہے چاہے بطور سزا ہو، ادائیگی حق پر مجبور کرنے کے لیے ہو، سزا کی تنفیذ تک ہو یا توبہ کے لیے ہو۔

د۔ سزائے قید عقل کی رو سے

بعض جرائم ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی سزا نہ تو جسمانی تشدد سے دی جاسکتی ہے اور نہ کوئی عضو کاٹا جاسکتا ہے اور نہ قتل کیا جاسکتا ہے، ان جرائم میں انصاف صرف اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے کہ مجرم کو پابند کیا جائے۔ مثلاً قرضدار کے قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے اسے قید کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اس صورت میں قید کو جائز ٹھہرایا مگر جب یہ مقصد یعنی ادائیگی قرض حاصل نہ ہورہا ہو تو قید نہیں کرتے تھے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ماترید ان تفعل باسيرك "(۴۴)

اسے قید رکھ کر کیا کرے گا یعنی اس کے پاس مال نہیں جس کی ادائیگی پر مجبور کیا جاسکے۔

ماہرین قانون نے سزا کے جو چار مقاصد بیان کیے ہیں مثلاً عبرت، انسداد جرائم، اصلاح مجرم اور انتقام (۴۵) اگر دیکھا جائے تو یہ مقاصد قید و بند سے حاصل ہوتے ہیں۔ مجرم کو قید میں رکھ کر اس کی اصلاح کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ اگر اسے مار ڈالا جائے یا جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا جائے تو عبرت اور انتقام وغیرہ کے مقاصد تو حاصل ہوجاتے ہیں مگر مجرم کی اصلاح کا عنصر مفقود ہوتا ہے۔ جیل ایسی جگہ ہے جسے Reformatory کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ یہ مقصد آج کل کتنا حاصل ہورہا ہے۔

انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ آزاد رہنا چاہتا ہے وہ پابندی قبول نہیں کرتا تو جب اسے پابند کردیا جائے تو وہ اسے سزا سمجھتا ہے، لہٰذا عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ قید و بند ایک سزا ہے۔

سزائے قید ہر زمانے اور ہر علاقے میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہی ہے، سزائے قید ہر موجود ہونے پر عقل تقاضا کرتی ہے کہ قید و بند سزا کی جائز صورت ہے۔

امام شوکانی سزائے قید کے بارے میں دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قید میں بہت سے مصالح پوشیدہ ہیں کہ ایسے عادی مجرم جو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں لگے رہتے ہیں مگر ایسی چیز کے مرتکب نہیں ہوتے جس کی بنیاد پر ان پر حد یا قصاص واجب ہو کہ جس سے بندوں اور شہروں کو راحت ملے اور اگر چھوڑا جائے تو ہر طرح سے ضرر پہنچائیں گے اگر قتل کیے جائیں تو ان کا خون ناحق بہے گا تو ایسے افراد کے لیے ایک راستہ بچتا ہے وہ ہے قید کا جو ان کے اور عوام کے درمیان حائل ہوں یہاں تک کہ ان کی طرف سے توبہ ظاہر ہو جائے یا اللہ ان کے بارے میں کوئی فیصلہ کر دے اور اس کے ساتھ اللہ نے ہمیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا ہے تو ایسے شخص کے حق میں فریضہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اس کے اور لوگوں کے درمیان قید کا پردہ نہ ہو۔(۴۶)

چونکہ قید حق کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے اور سزا کے مقاصد حاصل کرنے کے لیے کارگر ثابت ہو سکتی ہے اس لیے ہر زمانے اور ہر علاقے میں قید و بند کسی نہ کسی صورت میں موجود رہی ہے نیز بعض حالات میں یہ ضروری ہوتا ہے کہ عوام اور کسی شخص کے درمیان قید کا پردہ حائل ہو لہٰذا عقل قید کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سورۃ النساء، ۱۵
۲۔ اصول جصاص، ۳/ ۷
۳۔ الجامع الصحیح لمسلم، کتاب الحدود، باب حد زنا
۴۔ سورۃ النور/ ۲
۵۔ الفصول فی الاصول، ۳/ ۷، ۸
۶۔ ابن العربی، ۱/ ۱۴۹؛ قرطبی، ۵/ ۸۴
۷۔ الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ۲/ ۲۳۰
۸۔ سورۃ المائدۃ/ ۳۳
۹۔ بدائع الصنائع، ۷/ ۹۵
۱۰۔ حاشیۃ ابن عابدین، ۴/ ۱۱۴
۱۱۔ بدایۃ المجتہد، ۲/ ۴۴۶
۱۲۔ قرطبی، ۶/ ۱۵۳
۱۳۔ تفسیر کبیر، ۱۱/ ۱۷۱
۱۴۔ قرطبی، ۶/ ۱۵۳
۱۵۔ ابن العربی، ۱/ ۲۴۸
۱۶۔ سورۃ المائدۃ، ۱۰۶
۱۷۔ ابن العربی، ۲/ ۶۱۷
۱۸۔ سورۃ التوبۃ، ۵
۱۹۔ تفسیر طبری، ۱۰/ ۷۸
۲۰۔ الکشاف، ۲/ ۱۷۵
۲۱۔ محولہ بالا
۲۲۔ سورۃ محمد، ۴
۲۳۔ تفسیر ابن کثیر، ۴/ ۲۲۱
۲۴۔ سنن ابی داؤد، ۳/ ۳۱۳
۲۵۔ محولہ بالا
۲۶۔ محولہ بالا
۲۷۔ سنن ابی ماجہ، ۲/ ۴۴۳
۲۸۔ مصنف عبدالرزاق، ۹/ ۴۹۱
۲۹۔ سنن البیہقی، ۸/ ۵۱؛ مصنف عبدالرزاق، ۹/ ۴۸۱
۳۰۔ بلوغ المرام، ص: ۳۵۳
۳۱۔ المحلی، ۱۱/ ۳۵۵، مصنف عبدالرزاق، ۱۰/ ۱۸۶
۳۲۔ مصنف عبدالرزاق، ۹/ ۴۹۱۔ ۳۳ المغنی، ۱۰/ ۵۰۸
۳۴۔ سنن البیہقی، ۱۰/ ۱۴۱
۳۵۔ المحلی، ۱۰/ ۵۰۸
۳۶۔ بدایۃ المجتہد، ۲/ ۳۹۶
۳۷۔ مصنف عبدالرزاق، ۹/ ۴۸۰
۳۸۔ الشعر والشعراء، ۱/ ۴۵۷
۳۹۔ مصنف عبدالرزاق، ۹/ ۴۵۷
۴۰۔ المغنی، ۷/ ۳۲۷
۴۱۔ المحلی، ۷/ ۴۸۹
۴۲۔ سنن البیہقی، ۸/ ۲۰۷، المحلی، ۱۱/ ۱۹۱
۴۳۔ سنن ابی داؤد، ۳/ ۳۱۳
۴۴۔ اصول قانون سالمنڈ، ۱/ ۱۲۷، (مترجم: سید علی رضا، جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد، دکن، ۱۹۴۵ء)
۴۵۔ الشوکانی محمد علی، نیل الاوطار، ۸/ ۲۵۴، مصطفی البابی الحلبی واولادہ، مصر۔

باب چہارم

قید کی اقسام اور ان کی شرعی حیثیت

ا۔ تعزیری قید

ب۔ حوالاتی قید

ج۔ حق کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لئے قید

د۔ سزا پر عمل درآمد کے لیے قید

ھ۔ نظر بندی

قید کی اقسام اور ان کی شرعی حیثیت

قید کے لغوی معنی ''بند، حبس، اسیری اور روکنے'' کے ہیں۔(۱) عربی میں قید کے لیے حبس، سجن اور اعتقال کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ قید کا اصطلاحی مفہوم کسی شخص کی نقل و حرکت اور تصرف کی آزادی کو اس طرح سلب کر لینا ہے کہ وہ باہر نہ نکل سکے اور ایک جگہ پابند کر دیا جائے۔(۲)

مقصد و اہداف کے اعتبار سے قید کو مندرجہ ذیل اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

الف۔ تعزیری قید

ب۔ حوالاتی یا التزامی قید

ج۔ حق کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے قید

د۔ سزا پر عمل درآمد کے لیے قید

ھ۔ نظر بندی

اس مضمون میں قید کی ان اقسام کے مفہوم اور ان کی شرعی حیثیت پر بحث کی جائے گی۔

الف۔ تعزیری قید:

تعزیر، عزر سے نکلا ہے، جس کے معنی شدید ضرب، روکنے، لوٹانے اور تادیب کے ہیں۔(۳)

تعزیر کی اصطلاحی تعریف اس طرح کی گئی ہے: ''التعزیر فھو تادیب علی ذنوب لم تشرع فیھا الحدود''(۴)

تعزیر شریعت میں ان گناہوں کی تادیب کو کہتے ہیں جن میں حدود مقرر نہیں کی گئیں۔"

شمس الدین ابن قدامہ تعزیر کی تعریف بیان کرتے ہیں: "وھو التادیب و ھو واجب فی کل معصیة لا حد فیھا و لا کفارة۔"(۵)

"تعزیر تادیب ہے جو ہر معصیت پر واجب ہوتی ہے جس میں حد بیان نہ ہوئی ہو اور نہ اس کا کوئی کفارہ قرار دیا گیا ہو۔"

مغنی میں بیان ہوا ہے: "سمی تعزیر لأنه منع من الجنایة و الاصل ففی التعزیر المنع و منه التعزیر بمنعی النصرة لانه منع لعدوه من اذاه۔" (۶)

"اس سزا کا نام تعزیر اس لیے ہے کہ یہ جرم کے ارتکاب سے روکتی ہے اور تعزیر کا بنیادی مفہوم روکنا ہے اور اس سے تعزیر کے معنی نصرت کے نکلے ہیں کیونکہ نصرت دشمن کی جانب سے آنے والی تکالیف کو روکتی ہے۔"

تعزیر ضرب، سخت کلامی اور قید سے ہو سکتی ہے۔ امام سرخسی سے روایت ہے: "انه لیس فیه شیء مقدر بل مفوض الی رای القاضی لان المقصود منه الزجر و احوال الناس مختلف فیه فمنھم من ینزجر بالنصیحة و منھم من یحتاج الی اللطمة والی الضرب و منھم من یحتاج الی الحبس۔"(۷)

"اس میں کوئی شے طے شدہ نہیں بلکہ اسے قاضی کی رائے پر چھوڑا گیا ہے کیونکہ اس سے مقصود ڈرانا ہے اور اس معاملے میں لوگوں کے حالات مختلف ہیں، ان میں سے کچھ تو نصیحت سے باز آ جاتے ہیں، بعض کو تھپڑ یا مار پیٹ کی ضرورت ہوتی ہے، جبکہ بعض کے لیے قید ضروری ہوتی ہے۔"

فقہاء نے اس بارے میں مزید بیان کیا ہے کہ شرفاء کی تعزیر یہ ہے کہ قاضی ان کو طلب کرے اور ان کے ساتھ مخاصمت کرے اور متوسط درجہ کے آدمی کی تعزیر یہ ہے کہ قاضی ان کو طلب کرے اور قید کرے اور نیچے درجے کے آدمی کی تعزیر ہے کہ قاضی ان کو طلب کر کے قید

کرے اور کوڑے کی سزا دے۔(۸)

لوگوں کو برا بھلا کہنے والے شخص کے بارے میں کہا گیا کہ اگر وہ معزز ہو تو امام اس کو نصیحت سے باز رکھے گا، اگر متوسط درجے کا آدمی ہو تو قید کرے گا، اگر نیچے درجے کا آدمی ہو تو اس کو کوڑے اور قید کی سزا دے گا۔(۹)

امام کاسانی لکھتے ہیں: ''فالامام فیہ بالخیار ان شاء عزرہ بالضرب و ان شاء بالحبس۔''(۱۰)

''امام کو تعزیر میں اختیار ہے کہ چاہے تو کوڑے لگائے اور چاہے تو قید کرے۔''

اگر تعزیر میں صرف قید کی سزا دی جائے تو بھی درست ہے کیونکہ تعزیر کا ہدف اور مقصد تادیب اور زجر ہے جو قید کرنے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔(۱۱)

تعزیری قید کے موجبات

سزائے قید ایسے افعال اور جرائم پر دی جاتی ہے جن پر شریعت نے حدود مقرر نہیں کی اس لیے کہ سزائے قید تعزیر کی ایک صورت ہے جس کے بارے میں فقہاء نے بیان کیا ہے: ''سبب وجوبہ (التعزیر) فارتکاب جنایة لیس لها حد مقدر فی الشرع سواء کانت الجنایة علی حق اللہ تعالیٰ کترك الصلاة و الصوم و نحو ذلك او علی حق العبد بان آذی مسلما بغیر حق بفعل او بقول۔'' (۱۲)

''تعزیر کے وجوب کا سبب ایسے جرم کا ارتکاب ہے جس کے لیے شریعت میں حد مقرر نہ کی گئی ہو چاہے یہ جرم اللہ کے حق پر ہو جیسے نماز اور روزے کا ترک کرنا یا جرم بندے کے حق پر ہو کہ کسی مسلمان کو ناحق فعل یا قول سے تنگ کرنا۔''

وہ جرائم جن میں تعزیری قید دی جا سکتی ہے اور ان میں حقوق اللہ پر حملہ ہوتا ہے، کی چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔

غیر شادی شدہ زانی کو سو کوڑے لگانے کے بعد اگر امام ضرورت محسوس کرے تو تعزیراً ایک سال کے لیے اسے قید کر سکتا ہے۔(۱۳)

اگر کوئی شخص اجنبی عورت کے ساتھ جماع کے سوا دوسرے حرام کام کرے یا گھر میں چوری کا سامان اکٹھا کر لے مگر ابھی باہر نہ نکلا ہو کہ پکڑا جائے تو قید کیا جا سکتا ہے۔(۱۴)

ایسے راہ زن جو لوگوں کو خوف میں مبتلا کریں اور قتل نہ کریں اور مال نہ لوٹیں تو انہیں سزا دی جائے گی اور قید کر دیا جائے گا۔(۱۵)

تارک صیام کو پورا رمضان قید کر دیا جائے اور تعزیر بھی کی جائے۔(۱۶)

ایسے مسلمان جاسوس جو اس کام کے لیے معروف ہوں انہیں سزا دی جائے گی اور لمبی مدت کے لیے قید کر دیا جائے گا۔(۱۷)

پانچویں بار چوری کا ارتکاب کرنے والے کو تعزیر کی جائے گی اور قید کیا جائے گا۔(۱۸)

امام احمد فرماتے ہیں کہ بدعتی کو قید کیا جائے گا تاکہ وہ اس سے باز آ جائے۔(۱۹)

اگر کوئی شخص مرتد ہونے کے بعد توبہ کر لے اور تیسری بار توبہ کر کے پھر مرتد ہو جائے اور فوراً توبہ نہ کرے تو اسے چھوڑا نہیں جائے گا اور توبہ کر لے تو اسے حد سے کم تعداد میں کوڑے لگائے جائیں گے، پھر قید کیا جائے گا۔(۲۰)

مرتد عورت قتل نہیں کی جائے گی بلکہ اسے قید کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کر لے یا مر جائے۔(۲۱)

اغلام کے مرتکب کو بدبودار جگہ قید کر دیا جائے تاکہ بدبو کی شدت سے ہلاک ہو جائے۔(۲۲)

شرابیوں کی مجلس میں شرکت کرنے، شراب بیچنے، یا سود کھانے پر قید کیا جا سکتا ہے۔(۲۳)

اگر کوئی مسجد کا دروازہ چرالے تو اسے تعزیراور قید کی سزا دی جائے گی۔ (۲۴)

جو شخص شراب جمع کرے اور نماز ترک کرے، اسے قید کیا جائے گا۔ (۲۵)

اب کچھ ان جرائم کا ذکر کیا جاتا ہے جو حقوق العباد پر ہوتے ہیں اور ان پر تعزیراً قید مشروع ہے۔

ابو یعلیٰ فرماتے ہیں: ''واما الممتنع من حقوق الآدميين من ديون و غير ها فتوخذ جبرا اذا امكنت و يحبس بها اذا تعذرت۔ ''(۲۶)

''جہاں تک آدمیوں کے حقوق قرض وغیرہ کو ادا نہ کرنے کا تعلق ہے۔ اس سے جبری طور پر لے لیا جائے گا، اگر جبراً لیا جانا ناممکن ہو اور اگر اس میں کوئی عذر ہو تو اسے قید کر دیا جائے گا۔''

ابن ہمام فرماتے ہیں: ''و اذا ثبت الحق عند القاضي و طلب صاحبه حبس غريما لم يعجل بحبسه حتى يامره بدفع ما عليه لان الحبس جزاء المماطلة بقوله عليه السلام لي واجد يحل عرضه و عقوبته و فسر عبدالله بن المبارك عقوبته بالحبس۔ ''(۲۷)

''اگر قاضی کے ہاں ثابت ہو جائے اور صاحب حق نادہندہ کو قید کرنے کی درخواست کرے تو قاضی اسے ادائیگی کا حکم دینے سے پہلے قید نہیں کرے گا کیونکہ قید بے جا تاخیر کرنے کی سزا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے غنی کی ٹال مٹول اس کی عزت اور سزا کو حلال کر دیتی ہے اور عبداللہ بن مبارک نے اس کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ اس کی سزا قید ہے۔''

اگر ایک شخص اپنے گھر میں فسق و فجور کرے تو حاکم کو چاہیے کہ اس کو باز رہنے کا کہلا بھیجے اگر باز نہ آئے تو حاکم کو اختیار ہے کہ اسے قید کرے۔ (۲۸)

جو لوگ آدمیوں کو بھنگ وغیرہ دے کر بے ہوش کر دیتے ہیں ان کو قید کر دیا جائے گا۔ (۲۹)

لوگوں کو گالی دے کر یا قذف کے سوا بہتان لگائے اور اسے سزائے قید دی جا سکتی ہے۔ (۳۰)

جو شخص لوگوں کو ایذا پہنچانے میں مصروف ہو اور لوگوں کا مال اس سے محفوظ نہ ہو تو اسے موت تک قید کر دیا جائے گا۔(۳۱)

بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے پر قید کیا جا سکتا ہے۔

شوہر بیوی کا نفقہ نہ دینے پر قید کیا جا سکتا ہے۔(۳۲)

قریبی عزیزوں پر خرچ نہ کرنے والے اور بیویوں میں مساوی تقسیم نہ کرنے والے کو قید کیا جا سکتا ہے۔(۳۳)

آخر میں ان جرائم کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں اللہ تعالیٰ اور بندوں دونوں کے حقوق پر حملہ ہوتا ہے اور اس کی سزا التعزیری قید ہے۔ قاتل کو اگر اس کے ورثا معاف بھی کر دیں تو اسے ایک سال کے لیے قاضی قید کر سکتا ہے اگر اس کے نزدیک ایسا کرنے میں مصلحت ہو۔(۳۴)

اگر ایک شخص کسی کو پکڑے اور دوسرا قتل کر دے تو پکڑنے والے کو قید کر دیا جائے گا۔(۳۵)

ابن قدامہ فرماتے ہیں: ''من امسك رجلا فقتله آخر فالقاتل يقتل بلا خلاف و اما الممسك فان لم يعلم ان القاتل اراد القتل فلاشئي عليه و ان امسكه له فيقتله ...... بحبس حتى يموت۔''(۳۶)

''کسی نے ایک شخص کو پکڑ لیا اور دوسرے نے اسے قتل کر دیا، قاتل کو قتل کر دینے میں کوئی اختلاف نہیں جہاں تک پکڑنے والے کا تعلق ہے، اگر اسے قاتل کے قتل کرنے کے ارادے کا علم نہیں تھا تو اسے کچھ نہیں کہا جائے گا اور اگر اس نے قتل کروانے کے لیے پکڑا تھا تو اسے موت واقع ہونے تک قید کیا جائے گا۔''

اگر قسامت کے مقدمے میں ایک گروہ قسامت کا ذمہ دار قرار پائے اور وہ کہیں کہ جس نے فعل کا ارتکاب کیا مر چکا ہے تو وہ ایک کو جسے وہ چاہیں قتل کریں گے اور باقی ہر ایک کو ایک سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے قید کیا جائے گا اور اگر وہ ایک شخص پر قسم کھائیں پھر دوسرا قتل کا اقرار کرے تو ولی کو اختیار ہوگا دونوں میں سے ایک کو قتل کرے اور دوسرے کو سو

کوڑے لگائے اور ایک سال کے لیے قید کر دے۔(۳۷)

اگر کسی نے کسی کو اس طریقہ سے زہر کھلایا کہ اس کے ہاتھ میں زہر دے دیا اور وہ اس سے ناواقف ہے اور اس کو کھا کر مر گیا تو اس صورت میں قصاص اور دیت واجب نہ ہوگی۔ مگر جس نے زہر دیا اس کو قید کیا جائے گا۔ اگر کسی شخص کو باندھ کر درندہ جانور کے سامنے ڈال دے، اسے حبس دوام کی سزا ہوگی۔(۳۸)

اگر کوئی کسی کو زخمی کر دے اور قصاص لینا ممکن ہو تو ثابت ہونے پر قصاص لیا جائے گا۔ قصاص ممکن نہ ہونے کی صورت میں اس پر ارش ہوگا، اسے سزا دی جائے گی۔ اور لمبی مدت کے لیے قید کر دیا جائے گا۔(۳۹)

قرافی رحمۃ اللہ علیہ نے قید کے آٹھ موجبات بیان کیے ہیں ان میں سے پانچ میں تعزیری قید مشروع ہے اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ کسی کے ذمہ حق واجب ہو اور وہ ادا کرنے سے انکاری ہو۔

۲۔ مجرم کو آئندہ جرم سے روکنے کے لیے۔

۳۔ کسی کا واجب تصرف سے رک جانا جس میں نیابت ناجائز ہو مثلاً کوئی دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کر لے تو ان میں سے ایک کو چننے تک قید کیا جائے گا۔

۴۔ مجہول کا اقرار کرے اور تعیین سے رک جائے۔

۵۔ حقوق اللہ کی ادائیگی سے رک جائے جس میں نیابت نہیں ہوتی، مثلاً نماز اور روزہ۔(۴۰)

ب۔ حوالاتی قید

حوالاتی قید کسی کو سزا کے لیے نہیں دی جاتی جیسا کہ تعزیری قید کے بارے میں ہم جان چکے ہیں کہ وہ سزا کے طور پر مشروع ہے۔ جب کسی شخص پر اللہ یا بندوں کے حقوق میں سے کسی حق کا دعویٰ کیا جائے تو جب تک یہ حق ثابت نہ ہو جائے، یا برأت ظاہر نہ ہو جائے اور اس شخص کو قید

کر دیا جائے تو اسے الزامی قید یا حوالاتی قید کہا جاتا ہے۔

قرآن سے دلیل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"یا ایھا الذین آمنوا شھادۃ بینکم اذا حضر احد کم الموت حین الوصیۃ اثنان ذوا عدل منکم او آخران من غیر کم ان انتم ضربتم فی الارض فاصابتکم مصیبۃ الموت تحبسونھما من بعد الصلاۃ فیقسمان باللہ ان ارتبتم لانشتری بہ ثمنا ولو کان ذا قربی ۔"(۴۱)

ابن العربی"تحبسو نھما من بعد الصلاۃ"کے ذیل میں فرماتے ھیں :"فی ذلک دلیل علی حبس من وجب علیہ الحق۔"(۴۲)

"اس میں اس فرد کو حبس کرنے پر دلیل ہے جس پر کسی دوسرے کا حق ہو۔"

آگے فرماتے ہیں:"فان کان الحق بدنیا لایقبل البدل کالحدود و القصاص و لم یتفق استیفاؤہ معجلاً لم یکن فیہ الا التوثق بسجنہ و لا جل ھذا الحکمۃ شرع السجن۔"(۴۳)

"اگر حق بدنی ہو جیسے حدود اور قصاص تو بدل (رہن یا ضمانت وغیرہ) قبول نہیں ہوگا اور جب فوری حق کی ادائیگی ممکن نہ ہو تو حق کی توثیق قید کے علاوہ دوسری چیز سے نہیں ہو سکتی قید کی مشروعیت کی یہی حکمت ہے۔"

سنت سے دلیل

حدیث:عن بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ انہ حبس رجلا فی تھمۃ ثم خلی سبیلہ۔"(۴۴)

"بھز بن حکیم سے روایت ہے وہ اپنے باپ اور وہ ان کے دادا سے وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے الزام کے سبب سے ایک شخص کو قید کیا پھر اسے چھوڑ دیا۔"

تحفۃ الاحوذی میں آیا ہے:"حبس رجلا فی تھمۃ ای فی اداء شھادۃ بان کذب فیھا

اوبان ادعی علیہ رجل ذنبا او دینا فحبسہ لیعلم صدق الدعوی بالبینۃ ثم ما لم یقم البینۃ خلی عنہ ای ترکہ عن الحبس بان اخرجہ منہ و المعنی خلی سبیلہ عنہ ھذا یدل علی ان الحبس من احکام الشرع۔"(۴۵)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو الزام میں قید کیا یعنی گواہی کے بارے میں الزام کہ اس نے جھوٹ بولا یا اس پر کسی شخص نے گناہ یا قرض کا دعویٰ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ کی سچائی گواہی سے جاننے کے لیے اسے قید کیا، جب وہ گواہ پیش نہ کر سکا تو ملزم چھوڑ دیا یعنی اسے قید سے چھوڑ دیا کہ اسے اس میں سے نکال دیا، خلی سبیلہ کے معنی اس پر دلیل ہیں کہ قید شریعت کے احکام میں سے ہے۔"

دوسری حدیث: عن ابراھیم بن حیثم عراك عن ابیہ عن جدہ عن ابی ھریرۃ ان النبی حبس فی تھمۃ احتیاطا۔"(۴۶)

ابراہیم بن حیثم بن عراک اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الزام میں احتیاطاً قید کیا۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوغفار کے شخص کو بنوغطفان کے اونٹوں کی چوری کرنے کے الزام میں قید کیا تھا۔(۴۷)

فقہاء کی آراء

فقہاء نے ملزم کو قید کرنے کو انصاف فراہم کرنے کی تدابیر میں سے ایک تدبیر قرار دیا ہے۔ ابن قیم فرماتے ہیں: "ولا نقول ان السیاسۃ العادلۃ مخالفۃ للشریعۃ الکاملۃ بل ھی جزء من اجزائھا و باب من ابوابھا و تسمیتھا سیاسۃ امراً اصطلاحی و الا فاذا کانت عدلا فھی من الشرع فقد حبس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی تھمۃ و عاقب فی تھمۃ مما ظھرت امارات الریبۃ علی التھم۔"(۴۸)

"اور ہم یہ نہیں کہتے کہ سیاست عادلہ شریعت کاملہ کے مخالف ہے بلکہ یہ اس کے اجزاء میں

سے ایک جزاء اور اس کے ابواب میں ایک باب ہے اس کو اصطلاحی طور پر سیاست کا نام دیا گیا ہے اگر یہ عدل ہے تو شریعت میں سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی الزام میں قید کیا اور تہمت میں اس شخص کو سزا دی جس میں شبہ کی علامتیں پائی گئیں۔

ابویعلیٰ کہتے ہیں:"ان للامیر تعجیل حبس المتهم للکشف والاستبراء ۔"(۴۹)

''امیر کو اختیار ہے کہ ملزم کو تفتیش اور برأت کے لیے قید کر لے۔''

امام احمد کا مذہب ہے کہ قاضی کو الزام میں قید کرنے کا اختیار ہے۔(۵۰)

تفسیر قرطبی میں آیا ہے کہ قید دو طرح کی ہے ایک وہ قید جو سزا کے طور پر دی جائے اور دوسری قید استظہار کے لیے دی جاتی ہے۔سزا ثابت ہونے پر دی جاتی ہے جبکہ وہ قید جو الزام میں دی جاتی ہے اس کا مقصد اس حالات کو واضح ہوتا ہے کہ جو بات چھپی ہوئی ہے وہ ظاہر ہو جائے۔(۵۱)

تحفۃ الاحوذی میں بیان ہوا ہے کہ:"ان حبس المدعی علیه مشروع قبل ان تقام البینة"(۵۲)

''کہ مدعیٰ علیہ کو گواہی کے قیام سے پہلے قید کرنا شریعت میں جائز ہے۔''

عون المعبود میں ہے:"الحبس للتهمة جائز ۔"(۵۳)

ملزم کی قید جائز ہے۔

ابن جریج سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک رقعہ لکھا جسے میں نے پڑھا کہ جب کسی ملزم کے پاس بیت المال کا مال پایا جائے اور وہ کہے کہ اسے میں نے خریدا ہے تو اسے قید خانے میں توثیق کے لیے باندھ کر رکھو۔(۵۴)

حنفیہ کی رائے کہ متہم کو قید کیا جا سکتا ہے مگر جب متہم پر حدود اور قصاص کا دعویٰ ہو کیونکہ اگر تعزیر کے الزام میں قید کیا جائے تو یہ ثبوت سے ہی اس پر حکم کا اجراء کرنا ہے۔کیونکہ قید کرنا تعزیری سزا بھی ہے جبکہ حدود اور قصاص کی صورت میں ثبوت سے پہلے اس پر حکم کا اجراء صادق

نہیں آتا۔ اس لیے جن امور میں ضمانت سے کام چل سکتا ہے قید کرنا جائز نہیں۔(۵۵)

اسی طرح قانون میں جرائم کو دو طرح سے تقسیم کیا گیا ہے۔ قابل ضمانت جرائم اور نا قابل ضمانت جرائم۔(۵٦)

قابل ضمانت جرائم میں چھوٹے جرائم جیسے مفاد عامہ کے خلاف، سرکاری ملازموں سے متعلق جرائم وغیرہ(۵۷) شامل ہیں۔

نا قابل ضمانت جرم میں ملزم ضمانت دے دے تو اسے حوالات میں بند نہیں کیا جائے گا۔ جبکہ نا قابل ضمانت میں سے حوالہ کیا جائے گا۔ لہٰذا قانون میں ہر جرم میں حوالات ہو سکتی ہے۔ مگر قابل ضمانت جرم کی صورت میں ضمانت پر رہا ہو سکتا ہے۔(۵۸)

الزامی قید کے حالات:

ایسی برائی کا متہم جو برائی لوگوں کے خلاف ہو یعنی جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو تو ملزم کو قید کیا جائے گا جیسا کہ حاشیہ ابن عابدین میں ہے:"ومن یتھم بالقتل و السرقة و ضرب الناس احبسه و اخلده فی السجن حتی یتوب لان شر ھذا علی الناس۔"(۵۹)

اور جس قتل پر چوری اور لوگوں کو مار پیٹ کا الزام ہو، میں اسے قید کروں گا اور اس وقت تک قید خانے میں رکھوں گا جب تک اس کی توبہ کے آثار ظاہر نہ ہو جائیں کیونکہ یہ برائی لوگوں کے خلاف واقع ہوئی ہے۔"

آگے بیان ہوا ہے کہ اگر متہم کا نیک ہونا معلوم ہو تو قید نہیں کیا جائے گا اور اگر مجہول الحال ہو تو اس کا حال ظاہر ہونے تک قید کیا جائے گا۔(٦۰)

مغنی میں آیا ہے:"کل موضع حبس فیه بشاھدین استدیم الحبس حتی تثبت عدالة الشھود او فسقھم۔"(٦۱)

ہر وہ مقام یا حالت جس میں قید دو گواہوں کے ساتھ ہوتی ہے۔(ملزم کو) اس وقت تک

قید کیا جائے جب تک گواہوں کی عدالت یا فسق ثابت نہ ہو جائے۔

اگر قصاص میں اس وجہ سے رکاوٹ پیدا ہو جائے کہ مدعیٰ علیہ قسم نہ اٹھائے تو ناکل (حلف سے انکار کرنے والے) کو قید کا مستحق سمجھتے ہیں جیسا کہ قسامت کے مقدمے میں اگر وہ حلف سے انکار کریں تو اقرار کرنے یا حلف اٹھانے تک انہیں قید کیا جائے گا۔(۶۲)

جب کسی شخص کے خلاف گواہ زنا کی گواہی دے دیں تو مشہود علیہ کو گواہوں کے تزکیہ تک قید کیا جائے گا۔(۶۳) جب کہ اموال کے باب میں ایسا نہیں کیونکہ اس میں ضمانت سے حق کی ادائیگی کو یقینی بنایا جا سکتا ہے تو قید نہیں کیا جائے گا۔(۶۴)

ج۔حق کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے قید

یہ قید بھی سزا کے طور پر نہیں دی جاتی بلکہ کسی امر کو یقینی بنانے کے لیے یا کسی دوسرے کے حق کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے قید کر دیا جاتا ہے ۔اگر کسی شخص پر گواہوں کی مدد سے کسی کا حق ثابت ہو جائے اور وہ ٹال مٹول سے کام لے تو مدعی کے مطالبے پر اسے قید کر دیا جائے گا۔(۶۵)

مرتد کو تین دن کے لیے قید کر دیا جائے گا اگر اس دوران توبہ کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔

قسامت کے قضیے میں اگر حلف اٹھانے سے انکار کریں تو اقرار یا حلف اٹھانے تک قید کیے جائیں گے کیونکہ اس سے مقتول کے ورثاء کا حق ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔(۶۶)

اگر غاصب مغصوبہ شے کی ہلاکت کا دعویٰ کرے تو قاضی ثابت ہونے تک اسے قید کرے گا۔(۶۷)

قاضی شریح کے بارے میں منقول ہے کہ جب کسی شخص پر کسی کے حق کا فیصلہ کر دیتے تو

اسے اس وقت تک مسجد میں قید رکھتے جب تک وہ حق ادا نہ کر دیتا۔(۶۸)

حق کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے قید کرنے کی مثالیں قانون میں بھی ملتی ہیں مثلاً اگر کسی شخص جسے زر ضمانت جمع کروانے کا حکم دیا گیا ہو اور وہ ایسا کرنے میں ناکام رہے تو اسے ضمانت کی مدت تک قید کیا جائے گا۔(۶۹)

اسی طرح اگر گواہ یا شخص عدالت میں جواب دینے یا کوئی دستاویز پیش کرنے سے انکار کرے تو اسے سات روز تک کے لیے قید کیا جا سکتا ہے۔(۷۰)

دیوانی مقدمات میں جب مدعیٰ علیہ عدالت کے حکم سے انحراف کرے تو عدالت اسے قید کرنے کا حکم دے سکتی ہے تا کہ اس سے حکم پر عملدرآمد کروایا جا سکے۔(۷۱)

وہ شخص جس کے قرضدار ہونے پر عدالت ڈگری دے چکی ہو اسے ایک سال تک کے لیے عدالت جیل کا حکم دے سکتی ہے۔ اس طرح اگر کوئی شخص حکم پر عمل درآمد میں رکاوٹ ڈالے تو عدالت اسے ۳۰ دن تک کے لیے قید کرنے کا حکم دے سکتی ہے۔(۷۲)

د۔ سزا پر عملدرآمد کے لیے قید

جب مجرم اور سزا کے درمیان کوئی عذر حائل ہو جائے تو مجرم کو اس مدت کے لیے قید کر دیا جائے گا۔ مرض کی وجہ سے سزا کے نفاذ میں تاخیر ہونے کی صورت میں مجرم کو صحت یابی تک قید کر دیا جائے گا۔(۷۳)

زانی محصن ہو تو سزا فوراً نافذ ہو گی، غیر محصن ہو تو صحت مند ہونے تک قید کیا جائے گا، پھر کوڑے لگائے جائیں گے۔(۷۴)

امام مالک ایسے مریض جس کی موت کا ڈر ہو کے بارے میں فرماتے ہیں: انہ لا یعجل علیہ و یوخرو یسجن قال: فاری النفاس مرضا من الامراض واری ان لا یعجل علیھا۔ "(۷۵)

کہ ایسے شخص پر سزا کا نفاذ فوری نہ ہو بلکہ مؤخر کیا جائے اور مجرم قید کیا جائے ، وہ فرماتے ہیں کہ میری رائے میں نفاس مرض ہے، اس میں بھی فوری نفاذ نہ ہو۔

مریض کو اس لیے قید کیا جائے گا کہ اس کے فرار ہونے کی صورت میں حدود کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔(۷۶)

حاملہ عورت کے حمل کو نقصان کا اندیشہ ہو تو سزا مؤخر کر دی جائے گی اور فرار کا خدشہ ہونے پر قید کر دی جائے گی۔ در مختار میں ہے:" و یقام علی الحامل بعد وضعها لا قبله اصلا بل تحبس۔"(۷۷)

اور حاملہ عورت پر حد بنیادی طور پر بچہ جننے کے بعد جاری ہوتی ہے پہلے نہیں، جبکہ اسے قید کیا جائے گا اور شرح فتح القدیر میں بیان ہوا ہے:"الحبلی تحبس ان ثبت زناها بالبینة الی ان تلد و ان ثبت بالاقرار لاتحبس۔"(۷۸)

حاملہ عورت کا زنا اگر گواہوں سے ثابت ہوا ہو تو بچہ جننے تک قید کی جائے گی۔ اگر اقرار سے ثابت ہو تو قید نہیں کی جائے گی۔

قتل کے مقدمے میں جب سزا کا نفاذ مؤخر ہو تو قاتل کو عذر دور ہونے تک قید میں رکھا جائے گا۔

ابن قدامہ نقل کرتے ہیں: اذا قتل و له ولیان بالغ و طفل او غائب لم یقتل حتی یقدم الغائب و یبلغ الطفل و کل موضع و جب تاخیر الاستیفاء فان القاتل یحبس حتی یبلغ الصبی و یعقل المجنون و یقدم الغائب۔ " (۷۹)

اگر کوئی قتل کرے اور مقتول کے دو ولی ہوں ایک بالغ اور ایک بچہ یا غائب تو قاتل کو غیر حاضر کے حاضر ہونے تک اور بچے بالغ ہونے تک قتل نہیں کیا جائے گا۔ قتل کی سزا کا نفاذ ان صورتوں میں موخر ہوگا تو قاتل کو بچے کے بالغ پاگل کے عاقل اور غائب کے حاضر ہونے تک قید کیا جائے گا۔"

مغنی المحتاج میں نقل ہوا ہے:"و ینظر غائبهم و کمال صبیهم و مجنونهم و یحبس القاتل و لا یخلی بکفیل۔"(۸۰)

ان میں سے غیر حاضر کے حاضر ہونے کا اور بچوں اور پاگلوں کے کامل ہونے کا انتظار کیا جائے گا اور قاتل کو قید کر دیا جائے گا، ضمانت پر رہا نہیں ہوگا۔"

حاملہ عورت کو جان یا زخموں کے قصاص میں دودھ چھڑانے تک قید کیا جائیگا۔ (۸۱)

نشہ کی حالت میں بہتان لگانے والے کو نشہ اترنے تک قید میں رکھا جائے گا، حد کا نفاذ بعد میں ہوگا۔ امام سرخسی فرماتے ہیں:

"و اذا قذف السکران رجلا حبس حتی یصحو ثم یحد للقذف۔" (۸۲)

اگر نشئی کسی شخص پر بہتان لگائے تو نشہ اترنے تک اسے قید کیا جائے گا۔ اترنے پر بہتان کی حد نافذ ہوگی۔

اسی طرح شراب پینے والے کو بھی کوڑے نشہ اترنے کے بعد لگائے جائیں گے اس دوران قید میں رکھا جائے گا۔ (۸۳)

پاکستانی قانون کے مطابق اگر کسی کو سزا ہو جائے تو اسے بالائی عدالت میں یا اسی عدالت میں اپیل کا حق ہوتا ہے۔ اپیل کی مدت تک سزا پر عمل درآمد نہیں ہوتا، اس دوران اسے قید میں رکھا جاتا ہے۔ حدود آرڈیننس کے تحت سزا ہونے کے بعد اپیل والی عدالت سے توثیق ہونے تک مجرم کو قید میں رکھا جاتا ہے۔ (۸۴)

پاکستانی قانون کے مطابق اگر کسی کو سزا ہو جائے تو اسے بالائی عدالت میں یا اسی عدالت میں اپیل کا حق ہوتا ہے۔ اپیل کی مدت تک سزا پر عمل درآمد نہیں ہوتا، اس دوران اسے قید میں رکھا جاتا ہے۔ حدود آرڈیننس کے تحت سزا ہونے کے بعد اپیل والی عدالت سے توثیق ہونے تک مجرم کو قید میں رکھا جاتا ہے۔ (۸۵)

مجرم عورت کے حاملہ ہونے کی صورت میں قصاص کا نفاذ ملتوی کر دیا جائے گا۔ بچہ کی پیدائش سے دو سال بعد قصاص نافذ ہوگا، اس دوران اسے ضمانت پر رہا کیا جا سکتا ہے۔ قید کی صورت میں اس کی قید محض ہوگی۔ (۸۶)

۵۔ نظر بندی

نظری بندی سے مراد یہ ہے کہ مصلحت عامہ کے پیش نظر حفظ ماتقدم کے طور پر کسی شخص کو قید کر دینا تا کہ عامۃ الناس اس کے شر اور فساد سے محفوظ رہ سکیں، عربی میں اسے الحبس للاحتراز کہتے ہیں۔ جب کہا جاتا ہے احترز منہ و تحرز اس سے مراد ہوتا ہے جعل نفسه فيحرز منه یعنی اس نے اپنے آپ کو اس سے محفوظ کر لیا۔(۸۷)

باغیوں کے بچوں، عورتوں اور بوڑھوں جو قتال میں حصہ نہ لے رہے ہوں، انہیں اپنے لوگوں سے کاٹنے کے لیے جنگ کے خاتمے اور ان کے منتشر ہونے تک قید کر دیا جائے گا کیونکہ باغیوں کا قتل کرنا تو قتل کی وجہ سے جائز ہے جبکہ بقیہ لوگ اہل قتال میں سے نہیں اس لیے انہیں نظر بند کر دیا جائے گا۔(۸۸)

امام کاسانی فرماتے ہیں: ان علم الامام ان الخوارج يشهرون السلاح و يتاهبون للقتال فينبغي له ان ياخذهم و يحبسهم حتى يقلعوا عن ذلك و يحدثوا توبة لو تركهم لسعوا في الارض بالفساد۔"(۸۹)

اگر امام کے علم میں آئے کہ باغی اسلحہ کی نمائش اور قتال کی تیاری کر رہے ہیں تو اس کے لیے لازم ہے کہ ان کو پکڑ لے اور باز آنے اور توبہ کرنے تک قید کر دے چونکہ ان کو چھوڑ دینے سے زمین میں فساد برپا ہوگا۔

اس کی تائید محاربہ کی آیت سے ہوتی ہے جہاں ایسے لوگوں کے لیے نفی کی سزا مذکور ہے۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ: "الحبس انه المراد بالنفي المذكور لانه نفي عن وجه الارض بدفع شرهم عن اهلها۔ "(۹۰)

"نفی سے مراد قید کرنا ہے، کیونکہ یہ خطہ زمین سے بے دخلی ہے تا کہ وہاں رہنے والوں کو ان کے شر سے بچایا جائے۔

ایسا مجرم جس کے جرائم بڑھ جائیں اور بار بار جرم کا مرتکب ہوتو اس بارے میں آیا ہے: "انــــه تجوز لا میر ان یستدیم حبسه اذا استنصر الناس بجر ائمه حتی یموت۔" (۹۱)

امیر کے لیے جائز ہے کہ لوگوں کے مطالبے پر اسے موت تک قید کر دے۔"

اگر چور کا دایاں ہاتھ کاٹ لینے کے بعد پھر چوری کرے تو بایاں ہاتھ کاٹیں گے۔ تیسری دفعہ چوری کرے تو اسے چوری سے توبہ کرنے تک قید رکھیں گے۔ (۹۲)

اگر ایک مشہور چور گزر رہا ہو جبکہ اس وقت وہ چوری نہیں کر رہا تو اسے مارنے کا اختیار نہیں ہے، اسے چوری سے توبہ کرنے تک قید میں رکھا جائے گا۔ (۹۳)

عائن وغیرہ کے شر سے لوگوں کو محفوظ کرنے کے لیے اسے نظر بند کیا جائے گا۔ جیسا کہ بیان ہوا ہے: "ینبغی اذا عرف واحد بالاصابة بالعین ان یجتنب و یحترز منه و ینبغی للامام معنه من مداخلة الناس و یلزمه بینه۔" (۹۴)

"جب ہم قانون کی طرف آتے ہیں تو اس کے مطابق کسی شخص جس کے خلاف کوئی مقدمہ نہ بھی ہو تو حقائق کو تحویل میں لے سکتا ہے۔ اس غرض کے لیے اسے جیل وغیرہ میں نظر بند کیا جاتا ہے۔ اسے ریاستی قیدی (State Prisoner) کہا جاتا ہے۔ (۹۵)

پاکستانی آئین کے مطابق اگر انسدادی نظر بندی کا کوئی قانون بنے گا تو اس کا اطلاق صرف ایسے افراد پر ہوگا جن سے ملک کے دفاع، سلامتی اور اتحاد کو خطرہ لاحق ہو یا ایسے افراد جس سے خارجہ معاملات، عوامی نظم وضبط یا رسد کی فراہمی کو خطرہ ہے۔ اس قانون کے تحت گرفتار شدہ افراد کو ایک ماہ سے زیادہ نظر بند نہیں رکھا جا سکتا جب تک کہ انہیں ریویو بورڈ کے سامنے پیش نہ کیا جائے اور بورڈ اس فیصلے پر نہ پہنچے کہ انہیں ایک ماہ سے زیادہ زیر حراست رکھنے کا معقول جواز موجود ہے اس صورت میں یہ عرصہ تین ماہ سے زیادہ نہ ہوگا اگر حکومت اس مدت میں توسیع کی خواہش مند ہو تو ایسے افراد کو پھر ریویو بورڈ کے سامنے پیش کیا جائے گا جو اس ضمن میں فیصلہ کرے گا۔

گرفتاری کے سات دن کے اندر گرفتاری کا حکم جاری کرنے والے حکام نظر بند افراد کو ان وجوہ سے آگاہ کریں گے جن کے سبب یہ قدم اٹھایا گیا۔ متعلقہ فرد کو صفائی کا حق حاصل ہوگا۔ لیکن اگر حکام محسوس کریں کہ اس سے عوام کے مفاد عامہ کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے تو ایسے حقائق کو افشا کرنے سے انکار بھی کر سکتے ہیں اس صورت میں تمام دستاویزات ریویو بورڈ کے سامنے پیش کی جائیں گی۔ تا آنکہ متعلقہ حکومت کے سیکرٹری کی جانب سے یہ سرٹیکفیٹ بورڈ کے سامنے پیش کیا جائے کہ ان دستاویزات کا پیش کرنا مفاد عامہ کے خلاف ہے۔

نظر بندی کے اولین دو برسوں میں ایسے افراد جن پر امن عامہ خراب کرنے کا الزام ہے، آٹھ ماہ سے زیادہ نظر بند نہیں رکھا جا سکتا۔ دوسری صورتوں میں نظری بندی کی معیاد بارہ ماہ ہوگی۔ اس شق کا اطلاق دشمن کے ایجنٹ پر نہ ہوگا۔

اگر کسی فرد کو وفاقی قانون کے تحت گرفتار کیا جائے تو سپریم کورٹ کا چیف جسٹس ریویو بورڈ مقرر کرے گا۔ جو ایک چیئرمین اور دو ممبران پر مشتمل ہوگا۔ جو سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے جج یا ریٹائرڈ جج ہوں گے۔ اگر کسی صوبائی قانون کے تحت پکڑا جائے تو ہائی کورٹ کا چیف جسٹس ریویو بورڈ تشکیل دے گا۔ (۹۶)

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ قید کی مختلف انواع و اقسام ہیں جن میں تعزیری قید، استیثاقی قید، سزا پر عمل درآمد کے لیے قید اور نظر بندی شامل ہیں۔ تعزیری قید ایسے جرائم کے ارتکاب پر دی جا سکتی ہے جن کے لیے شریعت میں حد مقرر نہ کی گئی ہو۔ استیثاقی قید کی دو اقسام حوالاتی قید اور حق کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے قید کرنا ہے۔ جب کسی پر دعویٰ کیا جائے تو شواہد کی موجودگی میں فیصلہ ہونے تک ملزم کو قید کر دیا جاتا ہے، اسے حوالاتی قید کہتے ہیں۔ حق کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے قید کی صورت یہ ہے کہ بے جا ٹال مٹول کرنے پر مقروض کو قید کر دیا جاتا ہے۔ جب مجرم پر سزا کے عمل درآمد میں کوئی عذر حائل ہو جائے تو مجرم کو عذر دور ہونے تک قید کر دیا یا فیصلہ ہونے کے بعد سزا پر عمل درآمد ہونے کی درمیانی مدت میں مجرم کو قید کیا جاتا ہے۔

مصلحت عامہ کے پیش نظر حفظ ماتقدم کے طور پر کسی شخص کو قید کر دینا نظر بندی کہلاتا ہے۔
شریعت میں مندرجہ بالا قید کی تمام صورتوں کا جواز موجود ہے اگر اس سزا کو ضرورت کے وقت جرم و مجرم کے احوال پیش نظر رکھتے ہوئے دیا جائے۔

حوالہ جات

۱۔ فیروز الدین، فیروز اللغات، نیا ایڈیشن، فیروز سنز، لاہور، ص: ۸۶۵

خواجہ عبدالحمید، جامع اللغات، ملک دین محمد اینڈ سنز، لاہور، ۴/ ۳۸

۲۔ بدائع الصنائع، ۷/ ۱۷۷؛ حاشیہ ابن عابدین، ۴/ ۶۶؛ الفتاویٰ الکبریٰ، ۳/ ۳۹۸

۳۔ لسان العرب، ۹/ ۱۸۴

۴۔ المغنی، ۱۰/ ۳۴۲؛ شرح فتح القدیر، ۵/ ۱۲۲؛ الاحکام السلطانیہ للماوردی، ص: ۳۷؛

الاحکام السلطانیہ لابی یعلی، ص: ۲۷۴

۵۔ الشرح الکبیر، ۱۰/ ۳۴۲

۶۔ المغنی، ۱۰/ ۳۴۲

۷۔ شرح فتح القدیر، ۵/ ۱۱۲

۸۔ کتاب الاختیار، ص: ۱۵۸

۹۔ الاختیار، ص: ۱۵۸؛ شرح فتح القدیر، ۴/ ۲۱۳

۱۰۔ بدائع الصنائع، ۷/ ۶۴

۱۱۔ شرح فتح القدیر، ۴/ ۲۱۶

۱۲۔ بدائع الصنائع، ۷/ ۶۷؛ جواہر الاکلیل، ۲/ ۲۹۶

۱۳۔ الدر المختار مع حاشیہ، ۴/ ۱۴

۱۴۔ حاشیہ ابن عابدین، ۴/ ۶۴؛ شرح فتح القدیر، ۵/ ۴۳؛ الخراج، ص: ۱۷۱

۱۵۔ شرح فتح القدیر، ۴/ ۲۶۹

۱۶۔ الاحکام السلطانیہ للماوردی، ص: ۳۴۹

۱۷۔ الخراج، ص: ۱۹۰

۱۸۔ الانصاف، ۱۰/ ۲۸۶

۱۹۔ الانصاف، ۲۴۹

۲۰۔ شرح فتح القدیر، ۴/ ۳۸۷۷

۲۱۔ ایضاً، ۴/ ۳۸۸

۲۲۔ الاختیار، ص: ۱۲۲

۲۳۔ ایضاً، ص: ۱۷۲

۲۴۔ ایضاً، ص: ۱۷۳

۲۵۔ حاشیہ ابن عابدین، ۴/ ۷۶

۲۶۔ الاحکام السلطانیہ لابی یعلی، ص: ۲۷۴

۲۷۔ شرح فتح القدیر، ۵/ ۴۷۱

۲۸۔ الاختیار، ص: ۱۷۵

۲۹۔ محولہ بالا

۳۰۔ شرح فتح القدیر، ۴/ ۲۱۳

۳۱۔ الانصاف، ۱۰/ ۲۴۹

۳۲۔ شرح فتح القدیر، ۵/ ۴۷۶

۳۳۔ الدر المختار و حاشیہ، ۵/ ۳۷۱

۳۴۔ المغنی، ۸/ ۳۳۹

۳۵۔ الاختیار، ص: ۴۴۲ — ۳۶۔ المغنی مع الشرح الکبیر، ۹/۴۷۸

۳۷۔ جواہر الاکلیل، ۲/۲۷۶ — ۳۸۔ الاختیار، ص: ۲۰۷۔۲۱۲

۳۹۔ الخراج، ص: ۱۵۱ — ۴۰۔ الفروق، ۴/۷۹۔۸۰، شرح فتح القدیر، ۴/۲۱۲

۴۱۔ المائدۃ/۱۰۶ — ۴۲۔ احکام القرآن لابن العربی، ۲/۳۴۱

۴۳۔ احکام القرآن لابن العربی، ۲/۳۴۲؛ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۶/۲۲۷

۴۴۔ المحلی، ۱۱/۱۳۱؛ زاد المعاد، ۳/۱۳ — ۴۵۔ تحفۃ الاحوذی، ۲/۳۱۳

۴۶۔ المحلی، ۱۱/۱۳۱ — ۴۷۔ ایضاً، ۱۱/۱۳۲

۴۸۔ اعلام الموقعین، ۴/۲۸۴ — ۴۹۔ الاحکام السلطانیہ لابی یعلی، ص: ۲۶۹

۵۰۔ محولہ بالا — ۵۱۔ القرطبی، ۶/۲۲۸

۵۲۔ تحفۃ الاحوذی، ۲/۳۱۳ — ۵۳۔ عون المعبود، ۴/۲۳۵

۵۴۔ المحلی، ۱۱/۱۳۲

۵۵۔ بدائع الصنائع، ۷/۶۵؛ الفروق للکرابیسی، ۱/۲۸۶؛ شرح فتح القدیر، ۴/۲۱۶

۵۶۔ The Code of Criminal procedure, Sehedule III, Tabula Statement of Offence

۵۷۔ P.P.C. Sec, 143-171

۵۸۔ P.P.C. Sec. 115, 116,120B, 121-134

۵۹۔ حاشیہ ابن عابدین، ۴/۷۶ — ۶۰۔ ایضاً، ۴/۸۸

۶۱۔ المغنی، ۹/۳۲۸ — ۶۲۔ شرح فتح القدیر، ۶/۷۲؛ الاختیار، ص: ۲۵

۶۳۔ الفروق للکرابیسی، ۱/۲۸۶ — ۶۴۔ محولہ بالا

۶۵۔ الدر المختار مع حاشیہ، ۵/۳۷۹ — ۶۶۔ شرح فتح القدیر، ۴/۳۸۶

۶۷۔ شرح فتح القدیر، ۶/۷۲؛ الاختیار، ص: ۴۰

۶۸۔ ایضاً، ۷/۳۶۷ — ۶۹۔ فتح الباری، ۱/۴۴۱

۷۰۔ Cr. P.C. Sec, 123

۷۱۔ Cr. P.C. Sec, 485

۷۲۔ The Code Civil Procedure, 1908 Sec. 30,32

۷۳۔ C. P.C. Sec, 55.74

۷۴۔ المغنی، ۱۷۳/۸
۷۵۔ الفروق للکرابیسی، ۲۹۵/۱
۷۶۔ المدونۃ الکبری، ۵۱۴/۴
۷۷۔ شرح فتح القدیر، ۳۰/۵
۷۸۔ الدر المختار و حاشیہ، ۱۶/۴
۷۹۔ شرح فتح القدیر، ۳۰/۵
۸۰۔ المغنی، ۷/۳۹، ۷۴۰
۸۱۔ مغنی المحتاج، ۴۰/۴
۸۲۔ ایضاً، ۴۳/۴
۸۳۔ المبسوط، ۳۲/۲۴
۸۴۔ الانصاف، ۱۵۹/۱۰

۸۵۔ Prohibition (Enforcement of Hudd) Order 1979, Sec. 8

۸۶۔ Offence Against Property (Enforcement of Hudd) Ordinance.1979, Sec. 9

۸۷۔ لسان العرب، ۱۲۱/۳
۸۸۔ مغنی المحتاج، ۱۷/۴، بدائع الصنائع، ۱۴۱/۷، المغنی، ۱۱۵/۸
۸۹۔ بدائع الصنائع، ۱۴۰/۷
۹۰۔ الھدایۃ، ۲۰۷/۴
۹۱۔ الانصاف، ۱۵۸/۱۰؛ الاحکام السلطانیہ لابی یعلی، ص: ۲۷۰
۹۲۔ الاختیار، ص: ۷۵
۹۳۔ ایضاً، ص: ۴۳۔۱۷۴
۹۴۔ صحیح مسلم بشرح النووی، ۱۷۳/۱۴؛ حاشیہ ابن عابدین، ۳۶۴/۶

۹۵۔ Pakistan Prison Rule, R,No.421 and Regulation III of 1818 for the Confinement of State Prisoners.

۹۶۔ The Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, 1973 Art. 9,10

باب پنجم

قید کے وجوب اور سقوط کے اسباب

فصل اول: قید کے وجوب کے اسباب

فصل دوم: سقوطِ قید کے اسباب

فصل اول:

قید کے وجوب کے اسباب

الف۔ قتل یا زخمی کرنا

ا۔ قتل عمد جب قاتل اور مقتول میں برابری نہ ہو

اگر کوئی شخص جان بوجھ کر اپنے غلام کو قتل کر دے یا کوئی مسلمان ذمی یا مستامن کو قتل کر دے تو مالکیہ، ظاہریہ، سلیمان بن یسار، الشعبی اور ابن شہاب زہری (۱) وغیرہ کا مذہب ہے کہ ایسی صورت میں قاتل سے قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ اسے ایک سال کے لیے قید کر دیا جائے گا اور ایک سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ اس کی دلیل حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ: **اتی رسول اللہ ﷺ برجل قتل عبده متعمدا فجلده رسول اللہ مائة و نفاه سنة و محاسهمه من المسلمين و لم يقده به** (۲)

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے ارادے سے اپنے غلام کو قتل کیا تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے سو کوڑے لگائے ایک سال کے لیے جلا وطن کر دیا اور مسلمانوں میں سے اس کا حصہ ختم کر دیا اور (قصاص) میں قتل نہ کیا۔

یہی روایت ابن شعبان نے اوزاعی سے انہوں نے عمرو بن شعیب سے انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے ان کے دادا سے بھی روایت کی ہے۔ ابن شعبان اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ کی یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ آپ نے اسے پیٹنے اور قید کرنے کا حکم دیا۔ (۳)

حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی بھی یہی رائے ہے کہ کوئی شخص اپنے غلام کے بدلے قتل نہیں ہوگا بلکہ قید کیا جائے گا۔ عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ **ان ابا بکر و عمرؓ كانا**

یقولان لا یقتل المومن بعبدہ و لکن یضرب و یطال حبسه و یحرم سهمه(۴)

کہ ابوبکر اور عمر کہا کرتے تھے کہ کوئی مومن اپنے غلام کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا، بلکہ پیٹا جائے گا اور لمبی قید ہوگی اور اس کا حصہ روک لیا جائے گا۔

حنفیہ اس صورت میں قصاص کے وجوب کے قائل ہیں جب کہ جمہور فقہاء قصاص کے بجائے دیت کو واجب قرار دیتے ہیں۔(۵)

پاکستانی قانون حنفیہ کے موافق ہے کہ اس میں مسلم اور غیر مسلم میں امتیاز نہیں رکھا گیا ہے اگر کوئی بھی مسلمان کسی بھی پاکستانی شہری کو قتل کرے گا تو قصاص کا مستوجب ہوگا۔(۶)

۲۔ قتل عمد میں معافی کے بعد قید

اگر مقتول کے ورثا قاتل کو بالکل معاف کردیں تو ان کا معاف کرنا درست ہوگا۔ لیکن اس بارے میں کہ حاکم کو معافی کے بعد قاتل کو کوئی سزا دینے کا اختیار رہتا ہے یا نہیں؟

فقہاء کا اختلاف ہے۔ شافعیہ اور حنابلہ کا کہنا ہے کہ جب قاتل کو مطلق معاف کردیا جائے تو اس پر کوئی دوسری سزا عائد نہیں کی جاسکتی۔ سلف میں ابوثورؒ، اسحاقؒ اور ابن رشدؒ کی رائے بھی یہی ہے کہ چاہے ارادے سے قتل کیا ہو جب معاف کردیا گیا تو اسے قید نہیں کیا جائے گا۔

ابوثورؒ کی رائے میں اسے صرف اس صورت میں مناسب تادیب کی جاسکتی ہے جب وہ برائی کے حوالے سے مشہور ہو۔(۷)

حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک معافی کے بعد بھی حاکم کو اختیار حاصل رہے گا کہ قاتل کو تعزیر کے طور پر سزا دے اس لیے کہ قصاص میں دو حق ہیں، ایک اللہ کا حق یعنی معاشرے اور عوام کا حق اور دوسرا مقتول کا حق۔ مقتول کا حق معاف کرنے کے بعد اللہ کا حق برقرار ہے۔ اس حوالے سے مالکیہ نے تعزیر بیان کی ہے کہ حاکم کو اختیار ہے کہ قاتل کو سو تک کوڑے لگائے اور ایک سال کی قید کردے۔ حضرت عمرؓ سے بھی یہ مروی ہے۔ لیثؒ اور اوزاعیؒ کی بھی یہی رائے ہے۔(۸)

پاکستانی قانون کے مطابق کسی ایسے مجرم کو جس کے خلاف قصاص لینے کے حق سے دستبرداری اختیار کر لی گئی ہو یا اس سے صلح ہو چکی ہو تعزیراً قید محض یا با مشقت کی سزا دی جا سکتی ہے جس کی معیاد چودہ سال تک ہو سکتی ہے۔(۹)

مقتول کے ورثہ کی طرف سے معافی کے باوجود حاکم کو تعزیر کا اختیار ہے، یہ رائے زیادہ درست معلوم ہوتی ہے کہ قتل سے جس طرح مقتول کا گھرانہ متاثر ہوتا ہے۔ اسی طرح اس جرم کا اثر معاشرے پر بھی ہوتا ہے۔ مقتول کے خاندان کو پہنچنے والے نقصان کی تو تلافی ہو چکی، مگر سزا کے مفاد میں سے دوسرے مقاصد یعنی قاتل کی تادیب اور زجر و توبیخ تو حاصل نہیں ہوئے۔ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے حاکم کے پاس تعزیر کا اختیار رہنا چاہیے جیسا کہ تعزیرات پاکستان میں جج کو اختیار دیا گیا ہے۔ تعزیر کا اختیار باقی رہنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ موجودہ زمانے میں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ مقتول کے ورثہ میں سے کوئی شخص قاتل سے خفیہ ساز باز کر کے قتل کروا دے اور بعد میں صلح کر لے یا معاف کر دے۔ اس طرح کے واقعات انہونے نہیں بلکہ بکثرت ہو رہے ہیں۔

۳۔ قتل کا سبب بننا

جب کوئی شخص کسی کو براہ راست خود قتل نہ کرے بلکہ وہ قتل کا ذریعہ بنے جیسے ایک شخص دوسرے کو پکڑے اور کوئی تیسرا اسے قتل کر دے تو اس بارے میں جمہور فقہاء جن میں حنفیہ، شافعیہ، حنابلہ اور ظاہریہ شامل ہیں کی رائے میں قتل کرنے والے کو قتل اور پکڑنے والے کو قید کیا جائے گا، یہی حضرت علیؓ کا قول ہے، صحابہ کی اس سے مخالفت معلوم نہیں عطاؒ اور ربیعہؒ کی بھی یہی رائے ہے۔(۱۰) اس کی دلیل یہ حدیث ہے جسے ابن عمرؓ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

اذا امسك الرجل الرجل و قتله الا خر، يقتل الذى قتله و يحبس الذى امسك(۱۱)

جب کوئی شخص کسی کو پکڑ لے اور دوسرا اسے قتل کردے تو قتل کرنے والے کو قتل اور پکڑنے والے کو قید کیا جائے گا۔

علامہ شوکانیؒ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ (والحدیث) فیه دلیل علی ان الممسك للمقتول حال قتل القاتل لایلزمه القود ولا یعد فعله مشارکة حتی یکون للك من باب قتل الجماعة بالواحد بل الواجب حبسه فقط۔ (۱۲)

اس حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ قاتل کے قتل کرتے وقت مقتول کو پکڑنے والے پر قصاص لازم نہیں آتا اور نہ ہی اس کا فعل اسے شریک بناتا ہے، اگر ایسا ہو تو اس کا تعلق ایک کے بدلے جماعت کے قتل کیے جانے کے باب سے ہوتا لہٰذا واجب صرف اسے قید کرنا ہے۔

امام شوکانیؒ کے نزدیک اسے موت تک قید نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ امام کی رائے پر موقوف ہے کیونکہ غرض تو اس کی تادیب ہے اور موت تک قید کیا جانا مقصود نہیں۔ (۱۳) امام حزمؒ موت تک قید کرنے پر دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں: الممسك لیس قاتلا لکنه حبس انسانا حتی و قدقال اللہ (الحرمات قصاص) فکان الممسك للقتل سببا و متعدیا فعلیه مثل ما فعل فواجب ان یفعل به مثل ما فعل فیمسك محبوسا حتی یموت۔ (۱۴)

پکڑنے والا قاتل نہیں ہے لیکن اس نے ایک انسان کو روکا یہاں تک کہ وہ مر گیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، و الحرمات قصاص تو پکڑنے والا سبب بنا اور اس نے زیادتی کی، اس کی اسی قدر ذمہ داری ہے جتنا اس نے کیا تو واجب ہے کہ اس کے ساتھ وہی کیا جائے جیسا کہ اس نے کیا تو اسے موت بند رکھا جائے گا۔

اگر کسی نے کسی شخص کو باندھ کر درندہ وغیرہ کے آگے ڈال دیا یا سانپوں، بچھوؤں والی جگہ پھینک دیا اور وہ مارا گیا تو جمہور فقہاء کی رائے میں قصاص نہیں ہے بلکہ قید کیا جائے گا۔ (۱۵)

اگر کوئی شخص کسی شخص کے پیچھے بھاگا تو وہ اس سے بھاگ گیا اور کسی دوسرے نے اسے

پالیا اور اس کا پاؤں کاٹ ڈالا اور پھر پہلا پہنچ گیا اور اس نے اسے قتل کر دیا اگر پاؤں کاٹنے والے کا ارادہ پہلے کے لیے اسے روکنا تھا کہ وہ قتل کر دے تو اس پر پاؤں کا قصاص اور پکڑنے کی وجہ سے قید ہوگی۔(۱۶)

پاکستانی قانون میں قتل بالتسبب پر دیت لاگو ہوتی ہے۔(۱۷)

۴۔زخمی کرنا جبکہ قصاص ممکن نہ ہو

جو شخص کسی کو زخمی کر دے کہ قصاص میں برابری ممکن نہ ہو جیسے کوئی کسی کی آنکھ پھوڑ دے جبکہ صورت قائم رہے تو اس بارے میں ابن العربیؒ فرماتے ہیں:"یجب من الدیة بحساب ذلك مع الادب الوجیع و السجن الطویل۔" (۱۸)

زخم کے حساب سے دیت واجب ہوگی اس کے ساتھ اس کی سخت تادیب ہوگی اور لمبی مدت کے لیے قید کیا جائے گا۔قاضی ابو یوسفؒ فرماتے ہیں:فان لم یکن یستطاع فی مثلھا قصاص حکم علیه بالارش و عوقب و اطیل حبسه حتی یحدث توبته ثم یخلی عنه۔(۱۹)

اگر قصاص میں برابری ممکن نہ ہو تو دیت کا حکم دیا جائے گا،اس کے ساتھ اسے سزا دی جائے گی اور توبہ کرنے تک لمبی مدت کے لیے قید کر دیا جائے گا۔

پاکستانی قانون میں بھی صراحت موجود ہے کہ اگر اتلاف عضو میں یا زخم میں برابری ممکن نہ ہو تو ارش کے ساتھ دس سال تک قید کی سزا دی جا سکتی ہے۔(۲۰)

۵۔مار پیٹ

جو کسی کو مار پیٹ کرے یا تھپڑ وغیرہ مارے جب کہ اسے ایسا کرنے کا حق نہ ہو تو ایسے مسئلہ میں قصاص ممکن نہیں ہوتا بلکہ اسے تعزیر ہوگی اور مار پیٹ کے ساتھ ساتھ اسے قید کرنا بھی درست ہوگا۔(۲۱)

جو شخص دوسرے کو ایسی مار پیٹ کرے جس کی وجہ سے وہ بیس دن یا اس سے زیادہ جسمانی

تکلیف میں مبتلا رہے اور معمول کے کام سرانجام دینے کے قابل نہ رہے تو اسے سات سال تک قید کی سزا دی جا سکتی ہے۔(۲۲)

۶۔قسامت کے مقدمے میں حلف سے انکار

جن لوگوں پر قسامت لازم ہو جائے تو جو شخص طلب کرنے کے باوجود حلف اٹھانے سے انکار کرے تو اسے اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک وہ حلف نہ اٹھالے یا اقرار نہ کرے۔(۲۳)

اسلامی نظریاتی کونسل نے تعزیرات پاکستان میں ترمیم کی تجویز دی ہے کہ اگر کوئی شخص جس پر قسامت واجب ہو قسم کھانے سے انکار کرے تو اسے قید کر لیا جائے اور اس وقت تک حراست میں رکھا جائے گا جب تک وہ قسم کھانے پر آمادہ نہ ہو جائے یا قتل کا اعتراف نہ کرے یا مجرم کو پتہ نہ بتا دے۔(۲۴)

۷۔غیر مستند طبیب کی غلطی

طبیب وغیرہ جب اپنے کام میں غلطی کریں تو ان کے بارے میں ابن رشدؒ کہتے ہیں کہ: و اما الطبیب و ما اشبهه اذا اخطافی فعله و کان من اهل المعرفة فلاشئ علیه فی النفس و الدیة علی العاقلة فیما فوق الثلث و فی ماله فیما دون الثلث و ان لم یکن من اهل المعرفة فعلیه الضرب و السجن و الدیة۔(۲۵)

جہاں تک طبیب اور ان جیسے کام سے تعلق والوں کا معاملہ ہے وہ اپنے کام میں غلطی کے مرتکب ہوں تو اگر وہ مستند ہے تو جان کے معاملے میں اس پر کوئی شے نہیں دو تہائی دیت اس کے عاقلہ پر اور ایک تہائی اس کے مال میں واجب ہے اور اگر وہ مستند نہ ہو تو اسے مارا جائے گا، قید کیا جائے گا اور دیت واجب ہوگی۔

قانون میں اس کی صراحت تو موجود نہیں، طبیب وغیرہ کی غلطی کے نتیجے میں جان کے نقصان کی کیا سزا ہے مگر یہ مذکور ہے کہ اگر کوئی قتل خطا کا مرتکب ہو اور اس میں لاپرواہی شامل ہو تو اسے دیت کے ساتھ پانچ سال کی قید کی سزا ہو سکتی ہے۔(۲۶)

ب۔ دین اور شعائر دین پر حملہ

دین اور شعائر دین پر حملہ اور زیادتی کے قابل سزا جرم ہونے اور نہ ہونے کے بارے میں عصر حاضر میں بہت سی بحثیں ہیں۔ آج کل بنیادی انسانی حقوق Fundamental Human Rights کا بہت غلغلہ ہے۔ بنیادی انسانی حقوق کو دین و مذہب، قانون و شریعت سے بالاتر پیش کیا جارہا ہے۔ بلکہ دین اور قانون کو بھی بنیادی انسانی حقوق کے معیار پر پرکھا جاتا ہے۔ بنیادی انسانی حقوق مغرب کا بہت بڑا ہتھیار ہے جس کے ذریعے پوری دنیا میں مغرب اپنی تہذیب کو غالب کرنا چاہتا ہے۔ مغربی تہذیب لبرل ازم کی تحریک ہے اور اس تہذیب کی بنیاد اور اساس آزادی ہے۔ اس لیے اظہار رائے کی آزادی، اجتماع کی آزادی، معاش کی آزادی وغیرہ کو بنیادی انسانی حقوق میں شامل کر کے انسان کو ہر بندش سے آزاد کرانے کی کوشش ہے۔ اس غرض کیلیے ان حقوق کو اقوام متحدہ کے چارٹر میں شامل کروایا گیا اور فضا تیار کی گئی کہ ان حقوق کو ملکوں کے آئین میں جگہ ملے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ یہ حقوق تقریباً دنیا کے ہر ملک کے دستور و آئین کا حصہ ہیں، اس طرح یہ تمام ملکی قوانین پر حاوی ہیں۔ اس کے علاوہ اقوام متحدہ کا ادارہ Fundamental Human Rights Commission بھی موجود ہے۔

ان حالات میں مسلمان افراد اور اجتماعتیں بھی اس بات میں زور لگا رہی ہیں کہ اسلام سب سے بڑا انسانی حقوق کا علمبردار ہے جتنا اسلام نے انسانی حقوق کو فروغ دیا کسی اور مذہب نے نہیں دیا۔ دراصل یہ کوشش خود اپنے ہاتھ باندھنے کے مترادف ہے۔ کہ بنیادی انسانی حقوق کو معیار بنا دیا جائے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دین اور شریعت کو ان حقوق کے تناظر میں لیا جائے گا اور ہم ہر چیز کے دفاع پر مجبور ہوں گے۔

بنیادی فرق سمجھنے کی ضرورت ہے کہ مغربی تہذیب جو آج کی غالب تہذیب ہے کی اساس آزادی ہے جبکہ اسلام اور اسلامی تہذیب کی بنیاد عبدیت ہے۔ اسلام نام ہی ہے سپردگی اور

حوالگی کا۔ اگر چہ اس غلامی میں انسان کی سب سے بڑی آزادی ہے۔

اک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اسلام کی تعلیمات کے مطابق انسان اس دنیا میں اللہ کا بندہ اور غلام ہے اور اس کی دنیاوی اور اخروی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ اس دنیا میں اللہ کا غلام بن کر رہے۔ جبکہ مغرب کی غرض اس دنیا سے متعلق ہے۔ ان کے نزدیک کامیاب انسان وہ ہے جو اس دنیا کی لذتیں زیادہ سمیٹے اور مادی لحاظ سے بہت سے وسائل کا مالک ہو جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اسے غرض کا بندہ بنایا جائے اور خارجی قید سے آزاد کر دیا جائے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسلام نے انسانی حقوق کی رعایت نہیں کی یا انسان کو کوئی حقوق نہیں دیے اسلام چونکہ دین فطرت ہے، اس لیے اسلام نے فطری انداز میں تمام قوانین بیان کیے جو انسان کے اس کے خالق اللہ تعالیٰ اور دوسرے انسانوں کے ساتھ تعلقات کو منظم اور منضبط کرتے ہیں کہ وہ دنیا اور اخروی فلاح حاصل کر سکے۔ اسلام نے بحیثیت انسان جو حقوق اُسے دیے ہیں وہ دین اور شریعت کے تحت اور ان کے تابع ہیں۔ اسلام کی رو سے انسان کی زندگی حقوق و فرائض کا مجموعہ ہے۔ جبکہ مغرب اس پابندی کو قبول کرنے کو تیار نہیں۔ مغربی تہذیب مذہب و دین سے دور ہی نہیں بلکہ مذہب مخالف تہذیب ہے۔ عملی طور پر بنیادی انسانی حقوق کا ہتھیار مذہب اور خصوصاً اسلام کے خلاف استعمال کیا گیا۔ ملعون سلمان رشدی نے شیطانی آیات اور بنگلہ دیش کی ملعونہ تسلیمہ نسرین نے توہین رسالت پر مبنی کتاب لکھی تو مغرب نے بنیادی انسانی حقوق کی بنیاد پر ان کی حمایت کی بلکہ حفاظت فراہم کی اور مالی مدد کی۔ بنیادی حقوق کے تحت زیادہ سے زیادہ اظہار رائے کی آزادی ہونی چاہیے۔ مگر دوسروں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا، ان کے عقائد اور عقیدتوں پر حملہ کرنا کون سے بنیادی حقوق کا تقاضا ہے۔ کس اصول کے تحت دوسروں کو گالی دینا جائز ہوتا ہے؟ شاید وہ کہیں گے کہ انسان کا بنیادی حق ہے کہ اپنی زبان سے جو چاہے ادا کرے۔ اس قسم میں ہونے والی بحث کو اس تناظر میں لیا جانا چاہیے۔

ذیل میں سزائے قید کے اسباب میں سے اہم سبب دین اور شعائر پر حملہ کو بیان کیا جائے گا۔

۱۔ارتداد

شریعت میں ارتداد سے مراد دین اسلام سے کفر کی طرف لوٹنا ہے اور ارتداد، نیت، فعل اور قول سے ہوسکتا ہے۔(۲۷)

اس تعریف کے مطابق مرتد وہ ہے جو دین اسلام سے کفر کی طرف لوٹتا ہے، مثلاً جو اللہ تعالیٰ کے وجود کا منکر ہو یا رسولوں کی نفی کرے یا اجماع سے ثابت حرام کو حلال کرے یا اجماع سے ثابت حلال کو حرام قرار دے یا اجماعی وجوب کی نفی کرے مثلاً نماز پنجگانہ کے وجوب کا انکار کرے، کسی شخص پر ارتداد کا حکم ثابت کرنے کے لیے دو شرائط ہیں، پہلی شرط یہ ہے کہ اس کا عاقل ہونا ہے، جبکہ شافعیہ کے سوا جمہور کی رائے میں بلوغت شرط نہیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس نے اپنے اختیار سے بغیر کسی جبر کے ارتداد کیا ہو۔(۲۸)

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مرتد کا قتل واجب ہے اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"من بدل دينه فاقتلوه۔"(۲۹)

"جو اپنے دین کو بدل دے اسے قتل کردو۔"

اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: لا يحل دم امرئ مسلم اِلا باحدى ثلاث الثيب الزاني و النفس بالنفس و التارك لدنيه المفارق للجماعة۔(۳۰)

التارك لدنيه المفارق للجماعة کی تشریح میں امام نووی فرماتے ہیں: فهو عام في كل مرتد عن الاسلام فيجب قتله و ان لم يرجع الى الاسلام۔ (۳۱)

جو بھی اسلام سے مرتد ہو جائے اسے رجوع نہ کرنے پر قتل کرنا واجب ہے۔

جمہور فقہاء کی رائے میں اگر کوئی عورت مرتد ہو جائے تو اسے بھی مرد کی طرح قتل کیا جائے گا۔(۳۲)

اس لیے کہ ایک عورت ام مروان مرتد ہوگئی نبی کریم ﷺ کو جب خبر ہوئی تو آپ نے حکم دیا کہ اس کو توبہ کے لیے کہا جائے؛فان تابت و الا قتلت (۳۳)

جبکہ حنفیہ کے نزدیک مرتد عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے اسلام لانے کے لیے مجبور کیا جائے۔ اسے اسلام لانے یا موت تک قید کردیا جائے گا اور ہر تین دن بعد اسلام کی طرف لوٹانے کے لیے مبالغہ کے ساتھ مارا جائے گا۔ اس لیے کہ قتل کا سبب ان کا دین کے خلاف لڑنا یا حرابہ ہے، قتل کا سبب کفر نہیں اور حرابہ کی صلاحیت مرد میں ہوتی ہے، عورت میں نہیں۔ اس لیے عورت قتل نہیں کی جائے گی۔ (۳۴)

چنانچہ بعض مغازی رسول اللہ ﷺ میں مقتولہ عورت پائی گئی جس پر نبی کریم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا: عن عبداللہ بن عمر أخبرہ أن امرأۃ وجدت فی بعض مغازی رسول اللہ مقتولۃ فانکر رسول اللہ قتل المرأۃ و الصبیان ۔ (۳۵)

حنفیہ کی رائے میں مرتد کو قتل کرنے سے پہلے توبہ کی تلقین کرنا اور مہلت دینا مستحب ہے جبکہ جمہور کی رائے میں واجب ہے۔

مرتد کو قتل کی سزا اس لیے دی جاتی ہے کہ وہ دین کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہے۔ قتل کا سبب اس کا کافر ہونا نہیں جیسا کہ حنفیہ نے بیان کیا۔ اس سزا کے مخالف کہتے ہیں کہ انسان کا بنیادی حق ہے کہ وہ دین قبول کرے یا ترک کرے۔ جبکہ قرآن نے کہا: لا اکراہ فی الدین ۔(۳۶)

کہ دین میں کوئی زور و زبردستی نہیں، مرتد ہونے پر سزا دینا اس پر دین کے معاملے میں زبردستی کرنا ہے۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ دین کو قبول کرنے کے لیے کسی کو مجبور نہیں کیا جائے گا۔ کسی کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا جائے گا۔ اور ارتداد کو یہ آیت شامل نہیں۔ ہر کسی کو اسلام کو قبول کرنے یا نہ قبول کرنے کا اختیار ہے جب اس نے برضا و رغبت اسلام کو اختیار کرلیا تو اس سے رجوع جائز نہیں۔ اس کی پہلی وجہ بیان کی جاچکی ہے کہ یہ دین کے خلاف جنگ کے مترادف ہے۔ اس لیے جو جنگ کے قابل ہوگا اسے قتل کیا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ دنیا کے ہر

معاشرے اور ملک کے قانون کے مطابق باغی کی سزا موت ہے۔ جو ملک اور قوم سے غداری کرے اسے موت کا حقدار گردانا جاتا ہے۔ مرتد بھی دین اسلام کا باغی اور غدار ہے۔ اسلام تو اسے توبہ کی مہلت بھی دیتا ہے۔ ملکی قوانین کے مطابق جہاں فوجی سروس لازمی بھی نہیں ہے۔ اگر کوئی رضا کارانہ طور پر فوج میں شامل ہوتا ہے پھر چھوڑ دیتا ہے تو اسے بھگوڑا کہا جاتا ہے۔ اور یہ فعل قابل سزا جرم ہے۔ ایک ادارے کے ڈسپلن کے لیے یہ کیا جاتا ہے کہ دین جو انسانی زندگی کا سب سے اہم گوشہ ہے، اس کی حفاظت کو کم تر خیال کرنا اور اس کی حفاظت کے لیے سزاؤں کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دینا بہت بڑی غلطی ہے۔ شریعت کی رو سے مرتد کی سزا قتل کی تنفیذ اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ حدود اللہ میں سے ایک حد ہے۔

مرتد اور سزائے قید

کوئی عورت اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے تو حنفیہ کی رائے میں اسے قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا۔ اس غرض کے لیے اسے اسلام لانے یا موت آنے تک قید کر دیا جائے گا اور اس قید میں اسے اذیت دی جائے گی تاکہ وہ دوبارہ اسلام کی طرف لوٹ آئے۔ تو اس سے ظاہر ہوا کہ حنفیہ کی رائے میں ارتداد کی سزا قید کی صورت میں مشروع ہے۔

ارتداد کے جرم میں قید کی دوسری صورت یہ ہے۔ جب مسلمان کا مرتد ہونا ثابت ہو جائے تو اسے شبہ کے ازالہ اور توبہ کے لیے قید میں رکھا جائے گا۔ اس بارے میں عبدالرحمٰن بن عبدالقاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: قدم علی عمرؓ بن الخطاب رجل من قبل ابی موسی فسأله عن الناس فاخبره ثم قال هل كان فيكم من مغربة خبر فقال نعم رجل كفر بعد اسلامه قال فما فعلتم به قال قربناه فضربنا عنقه قال عمرؓ فهلا حبستموه ثلاثا و اطعموه كل يوم رغيفا و استتبتموه لعله ان يتوب

او یراجع امر اللہ اللھم انی لم احضر و لم ارضی اذا بلغنی۔(۳۷)

ایک شخص ابو موسیٰؓ کی طرف سے عمر بن خطاب کے پاس آیا تو انہوں نے اس سے لوگوں کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا پھر اس سے پوچھا تمہارے ہاں کوئی انوکھی بات ہوئی تھی تو اس نے کہا ایک شخص اسلام لانے کے بعد کافر ہو گیا، پوچھا کہ تم لوگوں نے اس کے ساتھ کیا کیا، اس نے کہا ہم نے اسے اپنے پاس بلایا اور اس کی گردن زدنی کر دی عمرؓ نے کہا تم نے اسے تین دن قید کیوں نہ کر دیا کہ اسے روزانہ روٹی کھلاتے اور توبہ پیش کرتے شاید وہ توبہ کر لیتا یا اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آتا۔ اے اللہ! میں وہاں موجود نہ تھا اور نہ میں نے حکم دیا اور جب مجھے معلوم ہوا تو میں راضی نہ تھا۔

عمرؓ کے آخری الفاظ سے ان کی رائے واضح ہو جاتی ہے کہ ان کی رائے میں مرتد کو قتل کرنے سے پہلے قید کرنا واجب ہے۔ ابو عثمانؒ النھدی سے روایت ہے کہ انہیں عثمان بن عفانؓ کے بارے میں معلوم ہوا کہ انہوں نے ایک انسان کو جس نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا، تین دن تک اسلام کی طرف دعوت دی، اس کے انکار پر قتل کر دیا۔(۳۸)

حضرت عمرؓ، علیؓ اور عثمانؓ کے علاوہ عطاؒ، ابراہیم النخعیؒ، اور امام مالکؒ، ثوریؒ، اوزاعیؒ، ابن شہابؒ اور اسحاقؒ کی بھی یہ رائے ہے کہ مرتد کو قتل کرنے سے پہلے توبہ طلب کرنا واجب ہے اور اس کے لیے اسے قید میں رکھا جائے گا۔(۳۹)

حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے کہ اسے تنگ جگہ رکھ کر توبہ کا موقع دینا واجب ہے

مرادویؒ کہتے ہیں: فمن ارتد عن الاسلام من الرجال و النساء و هو بالغ عاقل مختار ایضا دعی الیه ثلاثة ایام عینی وجوبا و ضیق علیه فان لم یتب قتل۔(۴۰)

مردوں اور عورتوں میں سے جو بالغ اور مختار ہو اور اسلام سے مرتد ہو جائے اسے تین دن اسلام کی دعوت دینا واجب ہے اور اسے تنگی میں رکھا جائے گا اگر توبہ نہ کرے تو قتل کیا جائے گا۔

بعض فقہاء کے نزدیک اسلام کی طرف دعوت دینا اور توبہ طلب کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، یہ رائے عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ (۴۱)

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں: انه یستحب ان یستتاب و یعرض علیه السلام لاحتمال ان یسلم لکن لا یجب لان الدعوة قد بلغته فان اسلم فمر حبا و اهلا بالاسلام وو ان ابی نظر الامام فی ذلك فان طمع فی توبته او یسال هو التاجیل اجله ثلاثة ایام و ان لم یطمع فی توبته او لم یسال هو التاجیل قتله من ساعته۔ (۴۲)

یہ مستحب ہے کہ اس کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی جائے اور توبہ کے لیے کہا جائے۔ اس احتمال کی وجہ سے کہ وہ اسلام قبول کر لے لیکن ایسا کرنا واجب اس لیے نہیں کہ اسلام کی دعوت اس تک پہنچ چکی ہے، اگر وہ اسلام لے آئے تو اسلام میں اسے خوش آمدید کہا جائے گا اور اگر انکار کر لے تو امام اس معاملے پر غور کرے گا۔ اگر اس کی توبہ کی طرف رغبت پاتا ہے یا وہ خود مہلت مانگے تو تین دن کی مہلت دے سکتا ہے اور اگر توبہ کی طرف رغبت نہ پائے اور خود مہلت نہ مانگے تو اسی وقت قتل کر سکتا ہے۔

۲۔ زندقہ

زندیق سے مراد وہ ہے جو اپنے کفر کو چھپائے اور ظاہراً ایمان والا ہو یہاں تک کہ اس سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جائے جو اس کے چھپے ہوئے کفر کو ظاہر کر دے۔ (۴۳)

زندیق کے بارے میں دو اقوال ہیں، پہلا قول ہے کہ زندیق کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ توبہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: الا الذین تابوا و اصلحوا و بینوا (۴۴)

جب کہ زندیق سے کوئی ایسی علامت کا ظہور نہیں ہوتا جو اس کی رجعت اور توبہ کو ظاہر

کرے کیونکہ وہ اسلام کا اظہار کرتا ہے اور کفر چھپاتا ہے، یہ رائے امام مالکؒ، لیثؒ اور اسحاقؒ کی ہے اور ابو حنیفہؒ سے مروی ایک قول یہ بھی ہے ابو بکرؓ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ زندیق کی توبہ قبول نہیں کرتے تھے۔(۴۵)

زندیق کی سزا کے بارے میں دوسرا قول ہے کہ زندیق کو مرتد کی طرح توبہ کے لیے قید کیا جائے گا، حاشیہ ابن عابدین میں ہے کہ مفتی ابو سعود سے ایک طالب علم نے ایک حدیث نبوی بیان کی اور پوچھا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام احادیث سچی ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے تو جواب میں فرمایا کہ اس نے کفر کیا اس کا پہلا سبب تو انکاری استفہام ہے کہ اپنے اعتقاد سے کفر کا مرتکب ہوا اسے ایمان کی تجدید کا کہا جائے گا، قتل نہ کیا جائے گا، اُس کے کفر کا دوسرا سبب زندقہ ہے، اس کے قابو میں آنے کے بعد بالاتفاق توبہ قبول نہیں ہوگی، قتل کیا جائے گا جہاں تک قابو میں آنے سے پہلے کا تعلق ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک توبہ قبول ہوگی یعنی اس کا معاملہ مرتد جیسا ہوگا۔(۴۶)

اثرم، ظبیان بن عمارۃ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی سعد کا ایک شخص مسجد بنی حنیفہ کے پاس سے گزرا، جب وہ لوگ مسیلمہ کا رجزیہ گیت گا رہے تھے وہ عبداللہ بن مسعود کی طرف گیا اور اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے اس کو ان کی طرف بھیجا کہ انہیں لائے آپ نے انہیں توبہ کا کہا تو انہوں نے توبہ کرلی، آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔ جب کہ ان میں سے ایک شخص ابن نواحہ کو ابن مسعودؓ نے مکرر فعل کرنے پر قتل کردیا(۴۷) اس روایت سے ظاہر ہوا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے میں زندیق کو ایک مرتبہ توبہ کا موقع دیا جائے گا، دوسری مرتبہ زندقہ کے ارتکاب پر قتل کردیا جائے گا۔

زندیق کی سزا کے بارے میں ایک قول ہے جس کے مطابق ۹۴۴ء میں سلطانی حکم جاری ہوا تھا کہ اگر اس کی اصلاح، توبہ اور حسن اسلام دکھائی دیتا ہو تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ تعزیرا قید پر اکتفا کیا جائے گا۔(۴۸)

مندرجہ بالا روایات سے معلوم ہوا کہ زندیق کے بارے میں دو قسم کی آراء ہیں۔ ایک رائے کے مطابق اسے توبہ کا موقع دیا جائے گا اور دوسری رائے کے مطابق توبہ کا موقع نہیں دیا جائے گا۔ تو قید کا سوال توبہ کی گنجائش کے ساتھ ہے۔

۳۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت سے گستاخی

جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یا ان کے اہل بیت کے خلاف گستاخی کا مرتکب ہو اسے قید کیا جا سکتا ہے جیسا کہ بیان ہوا کہ؛من انتسب الی بیت النبی ﷺ یضرب ضربا وجیعا و یشھر و یحبس زمنا طویلا حتی یظھر توبته۔(۴۹)

جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے، اسے سخت مار ماری جائے کہ مشہور کیا جائے گا اور لمبی مدت کے لیے توبہ ظاہر ہونے تک قید کیا جائے گا کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کمی چاہی ہے۔

مفتی ابو سعود کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے کہ جب ایک طالب علم نے سوال کیا تھا کہ کیا تمام احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سچی ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے تو جواب میں فرمایا تھا کہ وہ کفر کا مرتکب ہوا، ایک تو اس لیے کہ اس نے انکاری استفہام کیا ہے، جو ایمان کے منافی ہے تو اسے تجدید ایمان کا حکم دیا جائے گا، دوسرے اس لیے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی ہے، اور پکڑے جانے سے پہلے توبہ کرے تو امام ابو حنیفہ کی رائے میں قبول کی جائے گی، ۹۴۴ء کے حکم سلطانی کے مطابق اگر اس میں اصلاح توبہ اور حسن اسلام کا امکان ہو تو قتل نہ کیا جائے گا بلکہ تعزیر کافی ہوگی اور اس غرض کے لیے قید کیا جائے گا۔(۵۰)

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنے والا مرتد ہے، اس کا حکم مرتد والا حکم ہے، یعنی اس کے ساتھ مرتد والا معاملہ ہوگا(۵۱) مرتد کے بارے میں ہم جان چکے ہیں کہ اسے قید کیا جائے گا اسی طرح صحابہ اور شیخین کی گستاخی کا مرتکب بھی قید کیا جائے گا۔(۵۲)

ابن فرحون فرماتے ہیں: من زاد الی بغض ابی بکر و عمر فالعقوبة علیه اشد ویکرر ضربه ویطال سجنه حتی یموت (۵۳)

جو حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے بغض میں بہت آگے نکل جائے تو اسے سخت سزا ہوگی، بار بار کوڑے مارے جائیں گے، اور موت تک قید میں رکھا جائے گا۔

مندرجہ بالا روایات میں وضاحت موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے اہل بیت اور صحابہ کرامؓ کی گستاخی قابل سزا جرم ہے۔ مگر موجودہ زمانے میں بنیادی حقوق کے تحت ایسا کرنا جائز بنا دیا گیا ہے بلکہ اسے مستحسن قرار دیا جا رہا ہے، ان آراء کا اظہار کرنے والا کتنا روشن خیال اور غیر جانبدار ہے۔ مگر لوگوں کی عقیدتوں کو پامال کرنا اور قابل احترام شخصیتوں پر کیچڑ اچھالنا کسی بھی طرح نہ اخلاقی طور پر اور نہ قانونی طور پر جائز سمجھا جا سکتا ہے۔ ان جرائم کے مرتکب فرد کو جرم کی نوعیت کے مطابق سزا کی قید دی جا سکتی ہے۔

۴۔ ترک نماز

جو شخص جان بوجھ کر نماز کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے نماز ترک کرے تو اس بارے میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ ایسا شخص مرتد ہے اور قتل کیا جائے گا مگر قتل سے پہلے توبہ کے لیے تین دن تک قید میں رکھا جائے گا۔ (۵۴)

امام مزنیؒ کی رائے ہے کہ اسے پیٹا جائے گا، قتل نہیں کیا جائے گا۔ (۵۵)

جبکہ بعض مالکیہ کی رائے میں نماز کے وجوب کا انکار کرنے والا زندیق ہے، ابن مرزوقؒ نے اس رائے کو اختیار کیا کہ اسے توبہ کا کہے بغیر قتل کیا جائے گا۔ (۵۶) مگر جمہور فقہاء کی رائے ہے کہ تارک نماز توبہ طلب کیے بغیر قتل نہیں کیا جائے گا۔ (۵۷)

اگر کوئی شخص نماز کو جان بوجھ کر ترک کرے مگر اس کی فرضیت کا قائل ہو تو ایک گروہ کی رائے میں قتل کیا جائے گا جبکہ دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ تعزیر ہوگی اور قید کیا جائے گا، قتل

کرنے کی رائے رکھنے والوں میں ایک فریق کفر کی وجہ سے قتل واجب قرار دیتا ہے۔ یہ رائے احمد، اسحاق اور ابن مبارک کی ہے۔ جبکہ دوسرا فریق حداً قتل واجب قرار دیتا ہے، ان میں مالک اور شافعیؒ ہیں جبکہ امام ابو حنیفہؒ ان کے ساتھی اور ظاہری ان میں شامل ہیں۔ جن کی رائے تعزیر اور قید کی ہے۔(۵۸)

اگر کوئی شخص سستی اور غفلت کی وجہ سے نماز ترک کرے تو اس کے بارے میں امام مالکؒ، شافعیؒ، حماد بن زیدؒ اور وکیعؒ کی رائے ہے کہ اسے تین دن تک قید میں رکھا جائے گا اور ہر نماز کے وقت نماز کی دعوت دی جائے گی کہ وہ نماز پڑھے ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا، امام زھریؒ اور امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ اسے مارا پیٹا جائے گا اور قید کیا جائے گا، قتل نہ کیا جائے گا۔(۵۹)

۵۔ احترام رمضان کے منافی کام

جو رمضان میں فرضیت کا انکار کرتے ہوئے روزہ نہ رکھے تو وہ مرتد ہے، توبہ کے لیے قید کیا جائے گا ورنہ قتل ہوگا جبکہ ابن مرزوق کی رائے میں یہ زندیق ہے اور توبہ طلب کیے بغیر قتل ہوگا۔(۶۰)

سستی اور غفلت کی بنا پر روزہ نہ رکھنے والوں کو تعزیر کی جائے گی اور قید کیا جائے گا۔(۶۱)

اگر کوئی رمضان میں شراب پیے تو اسے بھی قید کیا جائے گا، جیسا علیؓ نے ایک شاعر نجاشی حارثی کو رمضان میں شراب پینے پر مارا اور قید کیا آپ نے اسے اسی کوڑے لگانے کے بعد قید کر دیا، پھر اگلے دن نکالا اور بیس کوڑے لگائے اور کہا یہ بیس اللہ کے آگے تیری جرأت اور رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی سزا ہے۔(۶۲)

اگر کسی روزہ نہ رکھنے والے سے دوبارہ روزہ نہ رکھنے کا اندیشہ ہو تو اس کو قید کیا جا سکتا ہے کتاب الاختیار میں بیان ہوا ہے کہ: المقیم اذا افطر فی رمضان متعمدا یعزر و یحبس بعد ذلك اذا كان یخاف منه عوده الی الافطار ثانیا۔(۶۳)

اگر مقیم رمضان میں جان بوجھ کر روزہ چھوڑ دے تو دوبارہ روزہ چھوڑنے کے اندیشہ پر اسے تعزیر دی جاسکتی ہے اور قید بھی کیا جاسکتا ہے۔

تارک صیام کو پورے رمضان قید کر کے کھانا پینا بند کر دیا جائے گا تاکہ روزہ دار کے ساتھ ان کی مشابہت ہو جائے۔(۶۴)

۶۔ بدعت پر عمل اور اس کی طرف دعوت دینا

بدعت پر عمل کرنے اور بدعت کی دعوت دینے والے کو قید کیا جاسکتا ہے حنفیہ کی رائے میں اگر بدعت سے کفر واجب آتا ہو تو توبہ نہ کرنے پر تمام کو قتل کرنا جائز ہے، اگر بدعت سے کفر لازم نہ آتا ہو تو ایسی تعزیر واجب ہے جس سے بدعت کا رکنا ممکن ہو اگر قید اور مار کے بغیر یہ ممکن نہ ہو تو اس کو قید کرنا اور مارنا جائز ہے۔ اگر قتل کیے بغیر چارہ نہ ہو تو بدعتیوں کے سردار کو قتل کیا جائے گا۔ اگر مبتدع اپنی بدعت کی طرف لوگوں کو دعوت دے تو حکمران کے لیے تدبیر اور ڈرانے کے لیے اس کا قتل جائز ہے، اس لیے کہ اس کا فساد بہت زیادہ ہے۔ اور دین میں اس کا اثر دوررس ہوتا ہے۔(۶۵)

امام احمد بن حنبلؒ کی رائے میں دعوت دینے والے بدعتی کو اس سے روکنے کے لیے قید کیا جائے گا جب کہ امام ابن بقیہؒ کہتے ہیں اسے قتل کیا جائے گا۔(۶۶)

بدعت کے مرتکب فرد جو اس کی طرف دعوت نہ دے، کے بارے میں مالکیہ کی رائے ہے، اس سے توبہ کا کہا جائے گا، توبہ کر لے تو درست ورنہ قتل کیا جائے گا دوسری رائے میں اگر توبہ کر لے تو اسے تادیب ہوگی، قتل نہیں کیا جائے گا یعنی قید کیا جائے گا اور تازیانے کی سزا ہوگی۔(۶۷)

حضرت عمرؓ نے ضبیع تمیمی کو نظر بند کرنے کا حکم دیا کیونکہ اس نے بعض قرآنی الفاظ کے بارے میں الٹے سیدھے معانی بیان کیے تھے۔(۶۸)

یہ بات قابل فکر ہے کہ ضبیع کم عقل تھا اور لوگوں نے اس کی باتوں کا اثر نہ لیا تھا شاید اسی لیے حضرت عمرؓ نے اسے قید کرنے پر اکتفا کیا۔

۷۔ کفارے کی عدم ادائیگی

حنفیہ کی رائے میں ظہار کرنے پر عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنے شوہر کو کفارہ ادا کرنے سے پہلے استمتاع سے منع کرے اور قاضی کے ذمہ ہے کہ وہ اسے کفارے پر مجبور کرے، اسے قید کرے یا مارے، یہاں تک کہ وہ کفارہ ادا کرے یا طلاق دے، پہلے قید کرے، پھر انکار کرنے پر اسے کوڑے لگائے۔(۶۹)

حنفی کتب میں یہ عبارت بھی ملتی ہے کہ: ولا یضرب المحبوس الا فی ثلاث اذا امتنع عن کفارۃ ظہار والانفاق علی قریبہ والقسم بین نسائہ بعد وعظہ۔ (۷۰)

قیدی کو صرف تین صورتوں میں مارا جاسکتا ہے، کہ جب ظہار کے کفارے سے اور اقربا پر انفاق اور نصیحت کے باوجود بیویوں کے درمیان تقسیم سے رک جائے۔

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ ظہار کے کفارے سے انکار کرنے والے قیدی کو مارا جاسکتا ہے، اس سے یہ پہلو بھی واضح ہے کہ کفارے سے روکنے والے کو اولاً قید کیا جائے گا، مالکیہ کے نزدیک کفارے سے رکنے والے کو قید نہیں کیا جائے گا۔(۷۱)

قاضی شریحؒ کہتے ہیں: ولا یحبس الممتنع من ادا الکفارت فی الاصح لا نہا تودی بغیر المال بخلاف الزکاۃو العشور۔(۷۲)

کفارات کی ادائیگی نہ کرنے والے کو زیادہ صحیح ہے کہ قید نہ کیا جائے کیونکہ یہ مال کے بغیر بھی ادا کیے جاتے ہیں بخلاف زکوٰۃ اور عشور کے؛

اس کا مطلب ہے قاضی شریحؒ کے نزدیک صرف مالی حقوق کی ادائیگی نہ کرنے والے کو مجبور کرنے کے لیے قید کیا جاسکتا ہے، امام سیوطیؒ نے اشباہ میں ایک قاعدہ بیان کیا ہے: من حبسہ القاضی لا یجوز اطلاقہ الا برضی خصمہ او ثبوت فلسہ و زید علیہ اویودی ماعلیہ من الحق (۷۳)

قاضی جسے قید کرے اسے آزاد کرنا جائز نہیں سوائے فریق کی مرضی کے یا اس کے مفلس

ہونے کے ثبوت کے اور اس پر اضافہ کیا ہے یا جو اس پر حق ہے اس کی ادائیگی پر۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق ادا نہ کرنے پر قید کیا جا سکتا ہے، کفارے کی ادائیگی سے اللہ کا حق تو وابستہ ہے ہی، اس کی بیوی کا حق بھی متعلق ہے۔

پاکستانی قانون میں عبادت گاہوں کی بے حرمتی کرنے، مذہبی منافرت پھیلانے یا مذہبی جذبات کو برانگیختہ کرنے پر دو سال تک قید کی سزا مقرر ہے۔(۷۴) قرآن پاک کی بے حرمتی کی سزا عمر قید اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں گستاخی کی سزا موت یا عمر قید ہے۔(۷۵)

ج۔ اخلاقی بے راہ روی

اس موضوع کے تحت اخلاقی جرائم میں سزائے قید سے متعلق گفتگو کریں گے اس موضوع کے تحت بھی کچھ جرائم آئیں گے جن کا قبل سزا ہونا موجودہ دور میں بحث طلب ہے، اسلام نے بہت سے کاموں کو جرم قرار دے کر ان پر سزائیں رکھی ہیں۔ جبکہ مغرب اور کئی دوسری معاشرتوں میں انہیں جرم تصور نہیں کیا جاتا۔ اسلام نے ان کاموں کو جرم اس لیے قرار دیا ہے کہ ان سے نسب کا تحفظ جاتا رہتا ہے۔ انسان لہو ولعب اور نفسانی خواہشات کی بے لگام تکمیل میں حقوق اللہ اور حقوق العباد میں تقصیر کا مرتکب ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے موجود دور مادہ پرستی کا دور ہے، مغربی تہذیب کا مرکز ومحور اور ہدف مادیت ہی ہے۔ روحانیت کی وہاں کوئی زیادہ اہمیت نہیں، اجتماعی زندگی میں تو بالکل نہیں۔ اسی اخلاقی بے راہ روی کا نتیجہ ہے کہ مغرب میں شادی کو ایک بے کار کام سمجھا جاتا ہے۔ شادی کی شرح کم ہے اس میں بھی طلاق بہت عام ہے اور پیدا ہونے والے بچوں کی تقریباً نصف تعداد شادی کے بغیر پیدا ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ عریانی، فحاشی اور گانا بجانا صبح شام کا معمول ہے۔ اس کا اثر انسان کی پوری زندگی پر نظر آتا ہے کہ زندگی بے مقصدیت کا شکار ہے اور حد درجہ کی بے سکونی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

انسان کے اندر جتنی خواہشات رکھ دی ہیں، اگر انہیں کسی حد میں پابند نہ بنایا جائے، کسی اصول و ضوابط کے شکنجے میں نہ جکڑا جائے تو انسان اور حیوان میں فرق بہت مشکل ہے۔ اور یہ ہی صورت موجودہ دور میں انسان کی خصوصاً مغرب میں نظر آ رہی ہے۔ اسلام نے انہیں خواہشات پر کچھ پابندیاں لگائی ہیں۔ اسلام خواہشات کو کچلنے کا نہیں کہتا بلکہ ان کو حدود کا پابند کرتا ہے اس لیے نکاح کو جائز بلکہ بعض صورتوں میں واجب قرار دیا اور زنا کو حرام قرار دیا۔ اب کچھ ان جرائم کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا تعلق بے راہ روی سے ہے۔

ا۔ زنا

زنا کی تعریف فقہاء نے اس طرح کی ہے:

هو الوطی الحرام فی قبل المرأة الحية المشتهاة فی حالة الاختيار فی دار العدل ممن التزم أحكام الاسلام ، الخالی عن حقيقة الملك و حقيقة النكاح وعن شبهة الملك و عن شبهة النكاح و عن شبهة الاشتباه فی موضع الاشتباه فی الملك و النكاح جميعا۔(۷۶)

جب کوئی مکلّف مرد دارالعدل میں کسی زندہ عورت سے جو اس قابل ہو کہ اس کے ساتھ مجامعت ہو سکتی ہو بغیر نکاح اور ملکیت اور بغیر ان دونوں کے شبہ کے حرام طریقے سے مباشرت کرے تو اسے زنا کہتے ہیں۔

زنا حرام اور بڑی بے حیائی کا کام ہے، اس لیے اسے کبائر میں شمار کیا گیا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا تقربوا الزنی انه كان فاحشة و ساء سبيلا۔(۷۷)

غیر شادی شدہ زانی کی سزا

غیر شادی شدہ زانی کی سزا سو کوڑے ہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

الزانية و الزاني فاجلد وا كل واحد منهما مائة جلدة۔(۷۸)

کوڑوں کے ساتھ جلا وطنی کی سزا جمع کرنے کے بارے فقہاء کا اختلاف ہے(۷۹)

شافعیہ اور حنابلہ کی رائے کے مطابق کوڑوں کے ساتھ ساتھ ایک سال کے لیے جلاوطن بھی کیا جائے گا۔ان کے نزدیک ایک سال کی جلاوطنی بھی حد ہے۔اس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:خذوا عني قد جعل الله لهن سبيلا البكر با لبكر جلد مائة و تغريب عام و الثيب بالثيب جلد مائة و الرجم۔ (۸۰)

سورۃ النساء کی آیت میں جو مجمل اور عبوری حکم نازل ہوا تھا اس حدیث نے اس کی تفسیر بیان کردی کیونکہ حدیث قرآن کی تفسیر کرسکتی ہے۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ کوڑوں کے ساتھ جلاوطنی کرنا حد میں شامل نہیں ،اس لیے کہ آیت قرآنی نے زنا کی پوری حد کوڑے قرار دی ہے۔اس کے ساتھ اگر نفی کو حد قرار دیا جائے تو یہ"زیادہ علی النص" ہے۔خبر واحد سے جائز نہیں اور اس لیے بھی درست نہیں کہ اس سے زانی کو زنا میں اور زیادہ مواقع مل سکتے ہیں، کیونکہ دوسرے علاقے میں اپنے جاننے والے اور رشتہ داروں سے شرم وحیاء بھی نہ ہوگی۔حنفیہ کے نزدیک جلاوطنی حد نہیں بلکہ امام مصلحتاً اور تدبیر کے طور پر تعزیراً جلا وطن کرسکتا ہے۔

مالکیہ کہتے ہیں کہ مرد کو ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جا سکتا ہے،اس کی صورت یہ ہوگی کہ دوسرے علاقے میں اسے قید خانہ میں قید کر دیا جائے گا، جبکہ عورت کو قید نہیں کیا جائے گا۔ مندرجہ بالا آراء میں حنفیہ کی رائے زیادہ ترجیح کے قابل ہے کہ جلاوطنی تعزیراً ہو جب حاکم اس کی ضرورت محسوس کرے، کیونکہ لازمی جلاوطنی کی صورت میں بہت قباحتیں پیدا ہونے کا قوی امکان ہے۔موجودہ حالات میں خاص طور پر جلاوطنی کسی حد تک ناممکن ہے،اگر اس سے مقصود ملک سے نکالنا ہو اور اگر جلاوطنی سے مراد نماز قصر کے سبب بنے والے سفر کے علاقے میں بھیجنا ہو تو اس میں بھی مشکلات اور مفسدات ہیں۔موجودہ دور میں تو یہ جرم میں اضافہ کا باعث بن سکتا ہے۔

شادی شدہ زانی کی سزا

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے۔ یہ سزا سنت متواترہ، اجماع اُمت اور معقول سے ثابت ہے۔ جہاں تک سنت کا تعلق ہے۔ اس سلسلے میں بہت سی احادیث پیش کی جا سکتی ہیں، ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لایحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث: الثیب الزانی و النفس بالنفس و التارك لدینه المفارق للجماعة۔(۸۱)

اس حدیث کی شرح میں امام نووی فرماتے ہیں: فی هذا الحدیث اثبات قتل الزانی المحصن و المراد رجمه بالحجارة حتی یموت۔(۸۲)

حدیث میں عسیف کا قصہ آیا ہے جس نے ایک عورت سے زنا کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا:

واغد یا أنیس الی امرأة هذا: فان اعترفت فارجمها۔(۸۳)

اسی طرح ماعز کا واقعہ جو مختلف طریقوں سے وارد ہوا ہے انہوں نے زنا کا اعتراف کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا(۸۴)

اس کے علاوہ غامدیہ عورت کا قصہ جس نے زنا کا اعتراف کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ جننے کے بعد اسے رجم کیا(۸۵)

رجم کی مشروعیت پر امت کا اجماع ہے۔ امام نووی نے کہا: و هذا باجماع المسلمین۔(۸۶)

شادی شدہ زانی کی سزا رجم کا ہونا معقول بھی ہے کیونکہ شادی شدہ فرد کا زنا میں ملوث ہونا قبیح ترین فعل ہے تو اس کی سزا بھی سخت ترین ہونی چاہیے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ جرم اور سزا میں مطابقت ہونا چاہیے۔ جب اس کے نفس کے زنا کے ذریعے لطف اور لذت حاصل کی تو اسے اس طرح کی اذیت برداشت کرنی ہوگی اور جب کوئی شخص شادی کے حصار و

حصن میں ہونے کے باوجود کسی اور کے ساتھ ملوث ہوتا تو اس کا اعدام ضروری ہو جاتا ہے، اور اس طریقے سے کہ باقی لوگوں کو عبرت ہو تاکہ معاشرت کی حفاظت ہو۔

زنا اور سزائے قید

شافعیہ اور حنابلہ کی رائے میں غیر شادی شدہ زانی کو ایک سال کے لیے جلاوطنی بھی حد میں شامل ہے۔ مالکیہ کے نزدیک مرد کو ایک سال کے لیے اپنے علاقے سے نکال کے جیل میں قید کر دیا جائے گا۔ جبکہ عورت کو جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔ جبکہ حنفیہ کی رائے میں حاکم چاہے تو ایک سال تک یا توبہ کرنے تک قید کر سکتا ہے۔

تو اس طرح زنا کے مسئلہ میں مجرم کو سزائے قید ہو سکتی ہے۔ جمہور کی رائے میں بطور حد اور حنفیہ کی رائے میں بطور تعزیر ہو گی۔ (۸۷)

۲۔ لواطت و سحاق: (Homosexuality)

لواطت مرد کا مرد سے اور سحاقت عورت کا عورت سے جنسی تسکین حاصل کرنا ہے۔ ایسا فعل شریعت کی رو سے حرام ہے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اذا أتى الرجل الرجل فهما زانيان ، و إذا اتت المرأة المرأة فهما زانيتان۔" (۸۸)

یہ فعل اس لیے حرام قرار دیا گیا کہ یہ غیر فطری طریقہ سے جنسی خواہش کی تکمیل کا ذریعہ ہے اور ایک طرح سے زنا سے زیادہ بے حیائی ہے۔ اگر اسے جائز قرار دیا جائے تو پورا معاشرتی نظام ٹوٹ پھوٹ جائے گا جیسا کہ مغرب میں ہو رہا ہے، جہاں ہم جنسی کو نہ صرف اختیار کیا جاتا ہے بلکہ اس طرح کی شادیوں کو قانونی شکل دی جا رہی ہے۔ بے حیائی، عریانی و فحاشی اور بدکاری سے معاشرے کی شکل تو بگڑ ہی چکی ہے اب "ہم جنسی" کو قانونی تحفظ دے کر انسان اسفل

السافلین میں اپنا شمار کر رہا ہے۔ اس لیے اس فعل کا قابل سزا جرم ہونا بالکل معقول اور فطرت سے مناسبت رکھتا ہے۔

مالکیہ اور حنابلہ کی رائے میں ایسے فعل میں ملوث شخص کی سزا ہر حالت میں رجم ہے، چاہے وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔(۸۹)

اس کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: من وجد تموہ یعمل عمل قوم لوط، فاقتلوا الفاعل و المفعول به۔ (۹۰)

شافعیہ کے نزدیک اس کی سزا حد زنا ہے، اگر شادی شدہ ہو تو رجم، غیر شادی شدہ ہو تو سو کوڑے اور جلا وطنی ہے اس کی دلیل مندرجہ بالا ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ہے۔(۹۱)

حنفیہ کی رائے میں اسے صرف تعزیر ہوگی اس لیے کہ اس میں اختلاط نسب کا احتمال نہیں، کتاب الاختیار میں نقل ہوا ہے: ولو وطی امرأة فی دبرها أو لاط بغلام لم یحد عند ابی حنیفة، یعزر و یودع فی السجن حتی یتوب۔(۹۲)

اس سلسلے میں حنفیہ کی رائے قابل ترجیح اس لیے ہے کہ لواطت اور زنا میں فرق تو ہے۔ اس فعل کا زنا قرار دینے والی روایات کو اس فعل کی حرمت کی شدت بیان کرنے پر محمول کیا جائے گا۔

اس جرم میں سزائے قید کی مجال یہ ہو سکتی ہے کہ شافعیہ کی رائے میں غیر شادی شدہ لوطی ایک سال کے لیے جلا وطن یا قید کیا جائے گا، جبکہ حنفیہ اس کو تعزیراً قید کریں گے۔

جہاں تک سحاق کا تعلق ہے تو اس کی سزا تعزیر ہے۔ کیونکہ لواطت اور سحاق میں بھی فرق ہے۔ قانون میں بھی ان افعال کی سزا قید ہے کہ اگر کوئی زنا مستوجب تعزیر کا مرتکب ہوا سے دس سال تک سزا قید اور جو زنا بالجبر مستوجب تعزیر کا مرتکب ہوا سے کم از کم چار اور زیادہ سے زیادہ پچیس سال تک سزائے قید ہوگی۔ (۹۳)

۳۔ قذف

قذف سے مراد ہے کسی دوسرے شخص کو زنا سے منسوب کرنا یہ بہت قبیح فعل ہے۔ اس کو حرام قرار دینے کا مقصد لوگوں کی عزتوں کو محفوظ بنانا اور معاشرے میں برائی کو شہرت کو روکنا ہے۔ شریعت نے قذف کی سزا اسی کوڑے مقرر کی ہے۔ جس کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے: ﴿والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة و لاتقبلوا لهم شهادة ابدا و أولئك هم الفاسقون۔﴾ (۹۴)

قذف کے مجرم کو اسی کوڑے لگائے جائیں گے اور اس کی گواہی کبھی قبول نہ کی جائے گی۔

قذف کے جرم میں قید کی ایک صورت یہ ہوسکتی ہے جب کوئی شخص مدعی علیہ کے خلاف قذف کے الزام میں دو گواہ پیش کردے تو قاضی گواہوں کی عدالت سے ناواقف ہونے کی بنا پر عدالت کے بارے میں معلومات لینے تک ملزم کو قید کرسکتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے جب مدعی ایک گواہ پیش کردے تو امام ابوحنیفہؒ کی رائے میں ایک گواہ پیش کردینے پر اسے گواہی کا نصاب پورا ہونے تک قید کردیا جائے گا۔ جبکہ صاحبین کہتے ہیں اسے ضمانت پر رہا کردیا جائے گا۔ (۹۵) دو گواہ یا ایک گواہ پیش کردینے پر الزام ثبوت کے قریب پہنچ جاتا ہے اس لیے ملزم کو قید کرنا زیادہ قرین صواب ہے تاکہ مدعی کا حق ضائع نہ ہوجائے۔

قذف کے جرم میں قید کی تیسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ مدعی کسی پر قذف کا دعویٰ کرے، پھر قاضی سے کہے کہ میرے گواہ موجود ہیں، میں کل یا شام تک پیش کردوں گا۔ مالکیہ کی رائے میں اگر گواہ قریب ہو تو عدالت کے برخواست ہونے تک اسے روکے گا اگر ایک گواہ پیش کرے تو اسے قید کردے گا ورنہ نہیں۔ (۹۶)

الزام کے ثبوت کا قوی امکان ہونے پر ملزم کو قید کیا جانا چاہیے، پاکستانی قانون کے مطابق قذف مستوجب حد کی سزا کی توثیق اور عمل درآمد تک مجرم کو قید میں رکھا جاتا ہے۔ اور جو

قذف مستو جب تعزیر کا مرتکب ہوا سے دو سال تک قید کی سزا دی جا سکتی ہے۔(۹۷)

۴۔ شراب نوشی

شریعت کی رو سے شراب نوشی بھی حرام ہے اور قابل سزا جرم ہے۔ انسانی عقل کے لیے مضر ہونے کی وجہ سے اس کی سزا کو حدود میں شمار کیا گیا۔ شراب نوشی انسان کو جرائم اور معصیت پر ابھارنے والی ہے۔

شراب کی حد جمہور کی رائے میں اسی کوڑے ہے۔(۹۸) اس کی دلیل صحابہؓ کا فعل ہے۔ اور حضرت عمرؓ کا فیصلہ ہے۔ جب آپ نے حضرت علیؓ سے دریافت فرمایا تو انہوں نے جواب دیا: تراہ اذا سکر هذی و اذا هذی افتری و علی المفتری ثمانین۔(۹۹)

حد قذف پر قیاس کرتے ہوئے اسی کوڑے حد مقرر کی گئی۔ شافعیہ کے نزدیک شراب نوشی کی حد چالیس کوڑے ہے۔(۱۰۰)

شراب نوشی کے جرم میں قید کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص بار بار سزا کے باوجود شراب نوشی ترک نہ کرے تو اسے حد کے بعد قید بھی کیا جا سکتا ہے اس کی تائید حضرت عمرؓ کے فعل سے ہوتی ہے کہ آپ نے ابو محجن ثقفی کو سات آٹھ مرتبہ سزا دی پھر اسے قید کرنے اور باندھ کر رکھنے کا حکم دیا تھا، قادسیہ کی جنگ میں بہادری کا مظاہرہ کرنے کے بعد توبہ کرنے پر آزاد کر دیا(۱۰۱) قید میں رکھنے کا مقصد غالباً یہ ہے کہ اسے سزا بھی شدید ہوں اور اسے شراب نوشی کا موقع بھی نہ ملے تو آج کل اس غرض کے لیے بہت سے ادارے بن چکے ہیں جو نشئی لوگوں کا نفسیاتی اور طبی علاج کرتے ہیں۔ کیونکہ عادی نشئی نفسیاتی اور جسمانی مریض ہوتا ہے سزا کے ساتھ ساتھ اسے آئندہ زندگی کے قابل بنانا بھی پیش نظر رہنا چاہیے۔

۵۔ بدچلنی اور اخلاقی فساد

جو کسی اجنبی عورت کا بوسہ لے، معانقہ کرے یا شہوت کے ساتھ چھوئے، اسے قید کیا

جائے گا۔(۱۰۲) اس کے علاوہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کی بیوی یا کم عمر بیٹی کو دھوکہ سے نکال لے جائے اور کسی اور سے بیاہ دے تو اس شخص کے بارے میں امام محمدؒ کا کہنا ہے کہ میں اسے اس وقت تک قید رکھوں گا جب تک اس عورت کو واپس لائے یا مر جائے۔(۱۰۳)

فقہاء نے صرف جرم کے ارتکاب پر سزائیں تجویز نہیں کیں بلکہ جرم کے مقدمات سے بھی روکا ہے، مثلاً اگر کوئی شخص شرابیوں کی محفل میں موجود ہو یا اس نے شراب نہ بھی پی ہو، شراب پینے کا شبہ ہونے پر ایسے شخص کو بھی تعزیر ہوگی اور قید کیا جائے گا۔(۱۰۴)

پاکستانی قانون کے مطابق اگر کوئی شخص کسی عورت کو شادی پر مجبور کرنے کے لیے یا نابالغ بچوں یا بچیوں کو قحبہ گری کے لیے اغوا کرے تو دس سال تک قید کی سزا ہو سکتی ہے، غیر اخلاقی اور ناشائستہ کتابوں، اشیاء، یا گانوں اور منشیات کی فروخت پر چھ ماہ تک قید کی سزا ہے۔(۱۰۵) عصمت فروشی پر مجبور کرنے کے لیے کسی عورت کو بیچنے یا خریدنے پر حبسِ دوام ہوگی۔(۱۰۶)

حنفیہ بیان کرتے ہیں کہ مخنث کو تعزیر ہوگی اور توبہ کرنے تک قید میں رکھا جائے گا۔(۱۰۷)

ظاہر ہے کسی کا مخنث ہونا اپنا فعل نہیں بلکہ یہ تو خالق کی مرضی ہے تو صرف مخنث ہونا قابل سزا نہیں ہو سکتے بلکہ مخنث کا اخلاقی فساد پھیلانا تعزیر کا باعث ہوگا جیسا کہ امام احمدؒ کی رائے بیان کرتے ہوئے ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

للامام نفیه الی بلد یا من أهله و ان خاف به علیهم حبسه۔(۱۰۸)

امام کو اختیار ہے کہ وہ مخنث کو ایسے شہر میں بھیج دے جہاں کے رہنے والے فساد سے محفوظ ہوں، اگر ان کے بارے اس سے اندیشہ ہو تو اسے قید کرے۔

گانا بجانا لھو ولعب ہے، انسان کو اخلاقی گراوٹ میں دھکیلنے کا باعث ہے، اس لیے فقہاء نے بیان کیا ہے کہ بطور پیشہ گانے والے کو اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک وہ توبہ نہ کر لیں کیونکہ یہ افراد معاشرے میں اخلاقی فساد اور بے راہروی کا باعث بنتے ہیں۔(۱۰۹)

لہذا ایسے کام جو کسی معاشرے میں اخلاقی گراوٹ کا سبب بنتے ہیں شریعت نے انہیں

قابل سزا جرم قرار دیا ہے چاہے ہو زنا ہو یا ہم جنسی، شراب نوشی ہو یا گانا بجانا، ان سب کو حرام قرار دے کر ان کے مرتکب کے لیے سزائیں مقرر کی ہیں۔ ان جرائم میں مجرموں کو قید بھی کیا جاسکتا ہے۔ ان جرائم میں قید کا مقصد مجرموں کو معاشرے سے کاٹنا ہے تاکہ دوسرے لوگ ان کے شر سے محفوظ رہ سکیں اور دوسرا یہ کہ ان کی اصلاح ہو اور وہ توبہ کرلیں۔

د۔ مال پر زیادتی

ا۔ قطع ید کے بعد پھر چوری کرنا

جب چور قطع کے بعد پھر چوری کرے تو لوگوں کو اس کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے قید کیا جائے گا مگر اس میں اختلاف ہے کہ کتنی مرتبہ کی قطع کے بعد قید ہوگی۔ حنفیہ کی رائے میں جب پہلی بار چوری کرے تو اس کا دایاں ہاتھ دوسری بار چوری کرے تو بایاں پاؤں کاٹا جائے گا، تیسری بار چوری کرنے پر چوری کا تاوان دے گا اور توبہ ظاہر ہونے تک ورنہ موت تک قید کیا جائے گا۔(۱۱۰)

اس کی دلیل میں علیؓ کی رائے نقل کرتے ہیں جسے شعبیؒ نے روایت کیا ہے کہ: كان علی لا يقطع الا اليد والرجل وان سرق بعد ذلك سجن و نكل و كان يقول انی لاستحيي الله الا ادع له يدا يا كل بها ويستنجي۔(۱۱۱)

علیؓ ہاتھ اور پاؤں کے علاوہ نہیں کاٹتے تھے، اگر اس کے بعد چوری کرتا تو قید کرتے اور سزا دیتے اور کہا کرتے مجھے اللہ سے حیا آتی ہے کہ میں اس کے لیے ایک ہاتھ بھی نہ چھوڑوں جس سے وہ کھا سکے اور استنجاء کر سکے۔

اسی طرح عمرؓ نے ایک شخص سدوم کا پہلی مرتبہ چوری کرنے پر ہاتھ اور دوسری مرتبہ چوری پر پاؤں کاٹا جب اس نے تیسری مرتبہ چوری کی تو اس کا دوسرا ہاتھ کاٹنے کا ارادہ کیا تو ان سے علیؓ نے کہا کہ ایسا نہ کیجئے، آپ صرف ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ سکتے ہیں، البتہ اسے قید

کر دیجئے۔(۱۱۲)

یہی رائے حسن بصریؒ، ابراہیم نخعیؒ، زہریؒ، حمادؒ اور ثوریؒ کی ہے۔ یہی حنابلہؒ کا مذہب ہے اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک تیسری چوری پر بایاں ہاتھ، چوتھی پر دایاں پاؤں اور پانچویں بار چوری کرنے پر قید کیا جائے گا۔(۱۱۳)

مالکیہؒ اور شافعیہؒ کی رائے میں چوتھی چوری پر پاؤں کاٹا جائے گا، پانچویں بار چوری کرنے پر اسے سخت مار ماری جائے گی اور توبہ تک قید کیا جائے گا۔(۱۱۴)

پاکستانی حدود آرڈیننس کے مطابق جو کوئی تیسری بار یا اس کے بعد کسی وقت بھی چوری کا مستوجب حد کا مرتکب ہو اس کو موت تک قید کی سزا دی جائے گی۔(۱۱۵)

۲۔ حد سرقہ کے نفاذ کے بعد قید

حنفیہؒ نے بیان کیا ہے کہ چور کو حد کے نفاذ کے بعد توبہ پر مجبور کرنے کے لیے قید کیا جا سکتا ہے۔

اگر کسی شخص میں متعدد جرائم جمع ہو جائیں کہ وہ شراب پئے اور چوری بھی کرے تو اس کے نتیجہ میں چوری کی حد نافذ ہو جائے تو شراب کی حد میں کوڑے اس وقت تک نہیں لگائے جائیں گے جب تک وہ چوری کی حد سے صحت یاب نہ ہو جائے اس دوران اسے قید میں رکھا جائے گا۔(۱۱۶)

۳۔ چوری جو حد کو نہ پہنچے

اگر کوئی نصاب سے کم کی چوری کرے یا چوری حفاظت میں رکھی ہوئی شے کی نہ ہو تو اسے قید کیا جا سکتا ہے جیسے اگر کسی شخص کو مسجد کے دروازے وغیرہ چوری کرنے کی عادت ہو یا پانی کے کوزے یا نمازیوں کے جوتے چوری کرے اسے تعزیر ہو گی اور توبہ تک قید کیا جائے گا۔(۱۱۷)

جیب تراش جب نصاب سے کم رقم نکالے، کفن چور اور بیت المال میں غبن کرنے والے کو بھی تازیانے کے ساتھ قید ہو گی، جیسا کہ عمرؓ نے معن بن زائدہ کو جعلی مہر سے بیت المال سے مال نکلوانے

پر کوڑے لگائے اور قید کیا۔ (۱۱۸)

جب کوئی کسی مکان میں نقب لگا کر داخل ہو، مال جمع کرے اور باہر نکلنے سے پہلے پکڑا جائے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اسے سزا ہوگی اور توبہ تک قید ہوگی۔ (۱۱۹)

۴۔ چوری کا الزام

پاکستانی قانون میں رسہ گیری (مویشیوں کی چوری) کی سزا چودہ سال تک کی قید ہو سکتی ہے۔ (۱۲۰)

اگر چوری کا الزام ایسے فرد پر ہو جو چالباز ہو جسم پر مار پیٹ کے نشانات ہوں یا گرفتاری کے وقت ہاتھ میں آلہ نقب ہو تو امیر کو اختیار ہے کہ ملزم کو تفتیش و استبراء کے لیے قید کر دے۔ (۱۲۱)

۵۔ غصب

غاصب پر لازم ہے کہ غصب شدہ شے واپس کرے اگر وہ مغصوبہ شے کی ہلاکت کا دعویٰ کرے تو حاکم ہلاکت یا موجودگی کی تصدیق ہونے تک غاصب کو قید میں رکھے گا۔ (۱۲۲)

اگر کوئی شخص درہم، دینار یا موتی وغیرہ نگل لے تو اسے اگلنے تک قید کیا جائے گا۔ (۱۲۳)

پاکستانی قانون میں غصب کی سزا دو سال تک کی قید ہے۔ (۱۲۴)

۶۔ زکوٰۃ کی عدم ادائیگی

اگر کوئی شخص زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرے تو اسے مجبور کرنے کے لیے قید کیا جا سکتا ہے۔ قاضی شریح کی رائے منصوص ہے کہ کفارات کے علی الرغم زکاۃ اور عشور کی ادائیگی نہ کرنے والے کو قید کیا جا سکتا ہے۔ (۱۲۵)

مالکیہ کے ہاں زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنے کے بارے منصوص ہے کہ جب قدرت کے

باوجود زکوۃ نہ دے تو اس کے اموال ظاہرہ سے زبردستی لے لی جائے گی، مال موجود نہ ہو تو ادائیگی تک قید کیا جاسکتا ہے۔ (۱۲۶)

۷۔ قرض

قرآن میں ارشاد ہوا کہ "و ان کان ذو عسرة فنظرة الی میسرة" (۱۲۷)
اور اگر وہ (قرضدار) تنگ دست ہو تو آسانی تک مہلت دو۔

اس سے ثابت ہوا کہ اگر قرضدار تنگ دست نہ ہو تو پھر بھی ادائیگی نہ کرے تو سزا کا مستحق ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے لی الواجد یحل عرضه و عقوبته۔ (۱۲۸)

جس کے پاس مال موجود ہو پھر بھی ٹال مٹول کرے تو یہ اس کی عزت اور سزا کو جائز بنا دیتا ہے۔

جمہور فقہا، جن میں حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ شامل ہیں کی رائے میں اس حدیث میں عقوبہ سے مراد قید ہے یہی قول شیرح العنبہ، عبداللہ بن الحسن اور سوار کا ہے۔ (۱۲۹)

جب کہ عمر بن عبدالعزیز، عبداللہ بن جعفر اور لیث بن سعد کے نزدیک اس سے مراد ہے کہ اس کا مال قرض خواہوں میں تقسیم کر دیا جائے اور اسے قید نہ کیا جائے گا۔ (۱۳۰)

قرض مختلف قسم کا ہوسکتا ہے ایک وہ قرض جو کسی معاہدے سے لازم آتا ہے جیسے کفالہ اور مہر معجل اور دوسرا وہ قرض جو کسی معاہدہ کے بغیر لازم آتا ہے، مثلاً اقربا پر انفاق اور مالی عوض جیسے بیچی گئی شے کی قیمت۔

حنفیہ اور مالکیہ کے ہاں اس بارے صراحت پائی گئی ہے کہ ان تمام قسم کے قرضوں کے سبب قید کیا جاسکتا ہے۔ (۱۳۱)

کم از کم مقدار درہم کا چھٹا حصہ بیان کی گئی ہے۔ جس میں قرضدار کو قید کیا جاسکتا ہے۔ (۱۳۲) جہاں تک قرضدار کا تعلق ہے جسے قید کیا جائے گا اس میں عورت اور مرد کی تخصیص

نہیں ہے۔عورت کو بھی قید کیا جا سکتا ہے۔ بیٹے کو والد کے قرض پر قید کیا جائے گا جبکہ والد کو بیٹے کے قرض میں گرفتار نہیں کیا جائے گا ہاں البتہ اگر والد اپنے بیٹے پر خرچ کرنے سے انکار کرے تو تعزیراً قید کیا جا سکتا ہے۔(۱۳۳) شوہر کو بیوی کے قرض کی وجہ سے قید کیا جا سکتا ہے۔(۱۳۴) بچے کو قرض کی وجہ سے قید نہیں کیا جائے گا، بچے کو سزا کے طور پر نہیں بلکہ صرف تادیب کے لیے قید کیا جا سکتا ہے، ہاں بچے کے ولی کو اگر اسے قرض کی ادائیگی کا اختیار تھا قید کیا جائے۔(۱۳۵) مسلمان کو ذمی اور مستامن کے قرض میں گرفتار کیا جا سکتا ہے۔(۱۳۶)

تعزیرات پاکستان کے تحت جو شخص بد نیتی سے قرض کی ادائیگی نہ کرے تو اسے دو سال تک قید کی سزا ہو سکتی ہے۔(۱۳۷)

۸۔ افلاس

مفلس اور قرضدار کے احکام ایک جیسے ہیں، ان کے علاوہ حاکم مفلس کو سفر سے روک سکتا ہے اور اس کے مفلس ہونے کی تشہیر کرے گا۔(۱۳۸)

اگر حاکم کے پاس افلاس ثابت ہو جائے تو مفلس کو اس کا پورا مال تقسیم ہو جانے تک قید کیا جائے گا، یہ اس وقت ہے جب مفلس ٹال مٹول سے کام لے۔(۱۳۹)

جب مفلس کے پاس اس کے قرض جتنا مال ہو مگر وہ ادائیگی سے انکاری ہو تو جمہور فقہاء کے نزدیک حاکم زبردستی اس کے مال میں سے ادائیگی کر دے گا جبکہ امام ابو حنیفہؒ وغیرہ کی رائے میں حاکم ادا نہیں کرے گا بلکہ اسے ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے قید کرے گا اور اس وقت تک قید میں رکھے گا جب تک وہ خود ادائیگی نہ کرے۔(۱۴۰)

جب کوئی شخص ظاہری طور پر مال دار ہو اور اس پر لوگوں کے قرض بھی ہوں، پھر وہ افلاس کا دعویٰ کرے، اس نتیجے میں اگر اسے مفلس قرار دے بھی دیا جائے تو اسے قرض کی ادائیگی تک مارا جائے گا اور قید کیا جائے گا۔(۱۴۱)

۵۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد پر زیادتی

اسلامی حکومت کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ نماز قائم کرے، زکوۃ وصول کرے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔ اسلامی حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کے لیے ممکن بنائے کہ وہ ایسے کام کریں جن کے ذریعے وہ اپنی دنیاوی واخروی فلاح حاصل کرسکیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ انسان اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق ادا کرے، کسی حوالے سے کوتاہی کا مرتکب نہ ہو۔ عصر حاضر میں ان تمام امور کو انسان کا ذاتی معاملہ قرار دیا جاتا ہے۔ ان میں سے زیادہ امور کو قانون کے دائرے سے باہر رکھا جاتا ہے، زیادہ سے زیادہ ان کو اخلاقیات کا درجہ دیا جاتا ہے۔

چونکہ سیکولر قوانین صرف اس دنیا کو پیش نظر رکھ کر بنائے گئے ہیں، مگر پھر بھی انسانی زندگی کے بہت سے گوشے ہیں جو ذاتی ہونے کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں اور ان میں تنازعات کے نتیجے میں اجتماعی زندگی بے سکون اور بدامنی کا شکار ہوسکتی ہے۔ اس لیے ان امور کے لیے شخصی قوانین بنائے جاتے ہیں جن میں بڑی حد تک مذہب کا لحاظ رکھا جاتا ہے جبکہ پبلک لاء میں سے مذہب کو دیس نکالا دیا جا چکا ہے۔

موجودہ دور میں عبادات کو قانون کے دائرہ سے باہر رکھا گیا۔ کوئی عبادت کرے یا نہ کرے، حکومتوں اور قانون کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ مگر اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ نظام صلوٰۃ وزکوٰۃ قائم کرے، ماہ رمضان کا احترام کروائے اور حج کے لیے مسلمانوں سہولتیں فراہم کرے۔ اس میں کوتاہی کرنے والے کو سزا دی جائے۔ اسلامی قانون یعنی فقہ کی کتابوں کا آغاز ہی عبادات سے ہوتا ہے۔ نماز کے تارک کے لیے جمہور فقہاء کی رائے میں سزا یہ ہے کہ اسے قتل کردیا جائے کیونکہ یہ ارتداد کے مترادف ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قائل ہیں کہ تارک نماز کو قید میں رکھ کر اذیت دی جائے گی۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کرلے۔ (۱۴۲)

شریعت میں شراب پینے پر تو سزا مقرر ہے ہی، شراب بیچنے والے کو قید کر دیا جائے گا۔ اسی طرح شریعت نے لوگوں سے خرید و فروخت میں دھوکہ سے منع کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من غش فلیس منا" (۱۴۳)

تو جو ملاوٹ کرے، شریعت کی رو سے اسے قید کر دیا جائے گا۔ چونکہ اس کا تعلق دوسرے انسانوں سے ہے، اس لیے جدید قوانین کے دائرہ میں بھی آتا ہے۔ اسلام اس پر اس لیے سزا مقرر کرتا ہے کہ اللہ کا حق ہے کہ بندوں سے دھوکہ نہ کیا جائے اور اس نے دھوکہ دیا۔

اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔

"احل اللہ البیع و حرم الربا۔" (۱۴۴)

تو جو سودی کاروبار کرے، اسے قید کر کے تعزیر دی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے نکاح کے لیے کچھ پابندیاں اور شرائط عائد کی ہیں، مثلاً نبی کریم ﷺ نے کسی عورت پر اس کی پھوپھی، یا خالہ یا بھتیجی، یا بھانجی کے ساتھ نکاح سے منع فرما دیا ہے۔ (۱۴۵)

تو جو ایسا کرے اسے سزا دینے کے لیے قید کر دیا جائے گا۔

اسی طرح شریعت نے عدت کے اندر کسی عورت سے نکاح کو ناجائز قرار دیا، ایسا کرنے والے کو تعزیراً سزا ہوگی۔ شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے گی مگر اسے قید کیا جائے گا۔ مالکیہ کی رائے میں چونکہ نکاح کا اعلان اس کی صحت کی شرط ہے (۱۴۶) اس کے بغیر نکاح درست نہ ہوگا، چونکہ یہ غیر شرعی فعل ہے، اس لیے مالکیہ اسے تعزیر کا مستحق قرار دیتے ہوئے اسے قید کرنے کے قائل ہیں۔

وقف کے بارے میں ہم جان چکے ہیں کہ وقف کی گئی شے سے انتفاع کیا جا سکتا ہے۔ موقوف علیہ اسے فروخت کرنے کا اختیار نہیں رکھتا (۱۴۷) اللہ کا حق ہے کہ وقف کو شریعت کی مقرر کردہ حدود و شرائط میں برتا جائے۔ حدود سے تجاوز کرنے والے کو تازیانے اور قید کی سزا دی جائے گی۔

حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی پر بھی قید کی سزا مشروع ہے۔ شریعت نے فرد پر لازم قرار دیا ہے کہ اپنے اقرباء، بیوی، بچوں، والدین وغیرہ کا خیال رکھے، ان کی ضرورتیں پورا کرے، اگر کوئی اپنے اقرباء پر انفاق نہ کرے تو اسے قید کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"ان اللہ یأمر کم أن توء دوا الامانات اِلی اھلھا۔" (۱۴۸)

جو شخص دوسروں کی امانتیں ادا نہ کرے یا وکالت و مضاربہ وغیرہ میں خیانت کرے تو اس نے اللہ کے اس ارشاد کی نافرمانی کی اور حقوق العباد میں کوتاہی کی، اس لیے اسے سزا مستحق قرار دے کر قید کیا جا سکتا ہے۔

شریعت نے بیویوں کے ساتھ نفقہ، معاشرت، اور وظیفہ زوجیت وغیرہ میں عدل کا حکم دیا ہے۔ (۱۴۹) اور جو بیویوں کے ساتھ انصاف نہ کرے تو شریعت اسے عدل پر مجبور کرنے کے لیے تعزیر دے سکتی ہے۔ جس کی ایک صورت قید بھی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی عورت متعدد مرتبہ اپنے شوہر کے بارے میں شکایت کرے مگر ثبوت نہ ہو تو حاکم عورت کو لوگوں کے درمیان رکھنے کا حکم دے۔ اگر وہ لوگ بھی عورت کی تصدیق کر دیں تو حاکم عورت کو سزا دے گا اور قید بھی کر سکتا ہے۔ یہ اہتمام صرف بیوی کے حقوق کو محفوظ بنانے اور اسے حق دلوانے کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اولاد کو والدین کی فرمانبرداری کا حکم دیا ہے۔ نافرمانی کرنے پر اولاد کو قید بھی کیا جا سکتا ہے۔ (۱۵۰) جبکہ مغرب میں الٹی گنگا بہہ رہی ہے کہ اولاد کی وجہ سے والدین کو جیل کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ اس کو بچوں کے حقوق کا بہت خیال ہے۔ مگر کیا والدین کے کوئی حقوق نہیں۔ مغرب حقوق کے معاملے میں عدم توازن کا شکار ہے، جبکہ اسلام دین فطرت ہے، اس لیے جب یہ کہا جاتا ہے کہ مقاصد شریعت مصالح العباد ہیں تو بالکل حق اور درست ہے۔

و۔عدالتی نظام پرحملہ

ا۔قاضی بننے سے انکار

مالکیہ کے ہاں منصوص ہے کہ اگر کسی کو قاضی کے عہدہ پر متعین کردیا جائے مگر وہ ایسا نہ کرے تو اسے سزا دی جائے گی۔ابن قاسم رحمۃ اللہ علیہ روایت ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پوچھا گیا کہ کیا کسی کو قضاء کے منصب پر مجبور کیا جاسکتا ہے، انہوں نے کہا نہیں سوائے اس کے کہ اس کا بدل موجود نہ ہوتو مجبور کیا جائے گا، پھر پوچھا گیا ہے کیا تازیانے اور قید سے مجبور کیا جائے گا تو کہا، ہاں اس کی حکمت یہ بیان کی کہ اس منصب کے ساتھ لوگوں کا مفاد وابستہ ہے،لوگوں کی شکایات دور ہوتی ہیں،ظالم کو روکا جاتا ہے،مظلوم کی مدد ہوتی ہےاور امر بالمعروف و نهی عن المنكر ہے۔(۱۵۱)

۲۔توہین عدالت

قاضی کے بارے میں نامناسب کلمہ بولنے پر سخت سزا ہوگی اور ایک ماہ قید ہوگی اسی طرح جب کوئی قاضی کے حکم کی مخالفت اس بناء پر کرے کہ وہ اس کی مرضی کے خلاف ہوا تو اسے بھی قید کی سزا ہوگی اگر کوئی فریق عدالت کا حکم نہ مانے یا معاملہ لٹکانے کا سبب بنے تو عدالت اسے قید کرسکتی ہے،اسی طرح اگر کوئی فریق کہے کہ میں نہ اقرار کرتا ہوں کہ نہ انکار کرتا ہوں تو عدالت اسے قید کرنے کا حکم دے گی۔(۱۵۲)

کسی عدالت میں اپنے مقدمے کی پیروی سے انکار کرنے والے کو قید کے ذریعے اس عدالت میں مقدمے کولڑنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔(۱۵۳)

پاکستانی قانون کے مطابق اگر کوئی مدعی علیہ تاخیری حربے یا عدالتی کارروائی سے پہلوتہی کرے یا عدالتی کارروائی میں رکاوٹ ڈالے تو عدالت اسے تین ماہ تک قید کرنے کا حکم دے سکتی ہے اور جو کوئی عدالت کے طلبی کے حکم سے اجتناب کرے یا تعمیل نہ کرے تو ایک ماہ تک اور جو کوئی

دستاویز عدالت کے طلب کرنے پر دینے سے انکار کرے یا سوال کو جواب نہ دے تو اسے چھ ماہ تک قید کی سزا ہو سکتی ہے۔(۱۵۴)

۳۔ جھوٹا دعویٰ

سماعت کے بعد قاضی اگر اس نتیجے پر پہنچے کہ مدعی نے جان بوجھ کر جھوٹا دعویٰ کیا ہے تو اس راستے کو بند کرنے کے لیے قاضی اسے قید کی سزا دے سکتا ہے، ابن سھل مالکیؒ کا بیان ہے کہ:

من قام بشكية بغير حق فينبغي ان يودب و اقل ذلك الحبس ليندفع بذلك اهل الباطل۔(۱۵۵)

جو بغیر سچائی کے مقدمے کرے تو ضروری ہے کہ اس کی تادیب ہو اور اس کی کم از کم صورت قید ہے، تاکہ اہل باطل کو اس ذریعے سے دور رکھا جائے۔

۴۔ مجہول کا اقرار مگر تفسیر سے انکار

جب کوئی شخص کسی کے لیے مجہول چیز کا اقرار کرے کہ اس کی کوئی چیز میرے ذمہ ہے یا اس چیز میں اس کا کوئی حق ہے مگر اس کی تفسیر سے انکار کرے کہ وہ چیز کیا ہے یا اس چیز میں اس کا کیا حق بنتا تو اسے قید کیا جائے گا، اگر مقرلہ زیادہ کا دعویٰ کرے تو مقر کو حلف بھی اٹھانا ہوگا، انکار کرنے پر قید ہوگی۔(۱۵۶)

اسی طرح اگر مدعی علیہ گواہیاں قائم ہونے پر گواہوں پر طعن کرے مگر تفصیل بیان نہ کرے تو مالکیہ کے نزدیک قاضی اسے تازیانے اور قید کے ذریعے مجبور کرے گا۔(۱۵۷)

۵۔ مدعی علیہ کا حلف سے انکار

قسامت کے مقدمہ میں اگر مدعی علیھم میں سے کوئی قسم اٹھانے سے انکار کر دے تو قاضی اس کو اس وقت تک قید میں رکھ سکتا ہے جب تک وہ قسم نہ اٹھالے اسی طرح اگر کوئی عورت دعویٰ

کرے کہ اس کے شوہر نے اسے طلاق دے دی ہے، شوہر کے انکار پر وہ ایک گواہ پیش کرے تو شوہر سے حلف اٹھانے کو کہا جائے گا، اگر حلف نہ اٹھائے تو امام مالک سے مروی ہے، اسے ایک سال کے لیے قید کر دیا جائے گا، دوسرا قول ہے کہ حلف اٹھانے تک وہ قید ہی میں رہے گا۔(۱۵۸)

جب کوئی کسی کو ابن الخبیثة ابن الفاسقة یا ابن الفاجرہ کہے تو اسے حلف اٹھانے کو کہا جائے گا کہ اس کا ارادہ زنا کے الزام کا نہیں تھا تا کہ وہ حد سے بچ جائے، اگر حلف نہ اٹھائے تو اسے قید کیا جائے گا۔(۱۵۹)

تعزیرات پاکستان کے مطابق عدالت میں حلف اٹھانے سے انکار پر چھ ماہ تک قید کی سزا ہو سکتی ہے۔(۱۶۰)

۶۔ تزکیہ شہود

جب مدعی گواہ پیش کر دے اور قاضی کو ان گواہوں کے عدول ہونے کا علم ہو تو قاضی گواہوں کے مطابق فیصلہ دے دے گا اور اگر قاضی کو گواہوں کی عدالت کی بابت معلوم نہ ہو تو حد اور قصاص میں قاضی گواہوں کی عدالت یا غیر عدالت ظاہر ہونے تک مدعی علیہ کو قید میں رکھنے کا حکم دے گا کیونکہ ان میں زیادہ سے زیادہ سزا قتل، قطع اور کوڑے ہے، جبکہ تعزیر کے مقدمے میں گواہوں کے تزکیہ کے سبب مدعی علیہ قید نہیں ہوگا کیونکہ تعزیر میں قید کی سزا اصلاً ہے۔(۱۶۱)

اگر مدعی ایک گواہ عادل پیش کر دے اور دوسرے کے بارے میں دعویٰ کرے کہ وہ بھی موجود ہے، اسے بھی پیش کر دے گا تو مدعی علیہ کو قاضی قید کرنے کا حکم دے گا کیونکہ چھوڑ دینے میں مدعی کا حق ضائع ہونے کا خدشہ ہے، قید کی مدت کے بارے میں دو روز یا تین روز کا بھی ذکر ہے اور عدالت کا وقت ختم ہونے تک بھی آیا ہے، مگر زیادہ درست یہ ہے کہ اس مدت کو قاضی پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ حالات کے مطابق مدعی کو گواہ پیش کرنے کی مہلت دے۔(۱۶۲)

ے۔ جھوٹی گواہی

جس شخص کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ اس نے جان بوجھ کر بغیر کسی عذر کے جھوٹی گواہی دے دی ہے کے بارے میں فقہاء کی رائے ہے اسے کوڑے لگائے جائیں گے، اس کی تشہیر کی جائے گی کہ یہ جھوٹا گواہ ہے اور اسے لمبی مدت کے لیے قید کیا جائے گا، چہرے کو سیاہ کرنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ جھوٹے گواہ کو کوڑے لگائے جائیں، چہرہ سیاہ کیا جائے، سر مونڈھا جائے، لوگوں میں اسے مشہور کیا جائے، پھر لمبی مدت کے لیے قید کر دیا جائے، دوسری روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے جھوٹے گواہ کو ایک دن قید کیا، پھر چھوڑ دیا۔ (۱۶۳)

پاکستانی قانون کے تحت عدالت میں مقدمہ کی سماعت کے دوران جھوٹی گواہی دینے والے کو سات سال تک قید کی سزا دی جا سکتی ہے۔ (۱۶۴)

ز۔ ریاست کے خلاف اقدام

اس موضوع کے تحت ان جرائم کا تذکرہ کیا جائے گا۔ جو جرائم ریاست کے خلاف ہوتے ہیں یعنی وہ جرائم جن کا تعلق افراد سے زیادہ نظام سے ہوتا ہے۔ ان جرائم سے ریاست کا مجموعی نظام اور نظم و نسق متاثر ہوتے ہیں۔ عوام عدم تحفظ اور بدامنی کا شکار ہوتے ہیں ریاست اور نظام حکومت خطرے میں پڑ جاتے ہیں۔ ان جرائم کو موجودہ دور میں بہت اہمیت دی جاتی ہے اور ان کے قلع قمع کرنے کے لیے مجرموں سے سختی سے نپٹا جاتا ہے اور ان کی سزائیں زیادہ شدید ہوتی ہیں۔

ا۔ جاسوسی

جاسوسی دنیا کے ہر قانون میں قابل سزا جرم ہے۔ جاسوسی کسی ملک کی سلامتی کو نقصان

پہنچانے کے لیے کی جاتی ہے، اس کے نتیجے میں اہم راز اور معلومات دشمن کی طرف منتقل کی جاتی ہیں۔ جاسوسی کرنے والا مسلمان ہو سکتا ہے جو دشمن کے لیے کام کرتا ہو یا غیر مسلم ہو سکتا ہے۔ اگر غیر مسلم کا تعلق دار الحرب سے ہو یعنی جن کے ساتھ اسلامی ریاست کا معاہدہ امن نہ ہو تو نتیجتاً وہ اسلامی ریاست کے ساتھ حالت جنگ میں ہوں گے لہٰذا اس کا جان و مال مسلمان کے لیے جائز ہوگا۔ اگر غیر مسلم جاسوس کا تعلق ایسے ملک یا قوم سے ہو جن کے ساتھ مسلمانوں کا امن معاہدہ ہو تو تب بھی معاہدے کی خلاف ورزی کی بناء پر یہ قابل سزا جرم ہے۔ جاسوس کے معاہد قوم سے متعلق ہونے کا معاملہ آج کل عام ہے کہ کسی قوم یا ملک سے امن کا معاہدہ یا سفارتی تعلقات بھی ہوتے ہیں اور جاسوسی بھی جاری رہتی ہے۔ یہ اخلاقاً اور قانوناً ناجائز کام ہے۔ اس کی نظیر ہمیں فقہ اسلامی میں نہیں ملتی لیکن ایسے جاسوس کو سزا دینا اور قید کرنا مشروع معلوم ہوتا ہے۔

اگر کوئی مسلمان کفار کے لیے جاسوسی میں ملوث پایا جائے تو جمہور فقہاء، جن میں امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ شامل ہیں؛ کی رائے میں مسلمان جاسوس کو تازیانے اور طویل قید کی سزا ہوگی، قتل نہ کیا جائے گا۔ (۱۶۵) طویل قید میں رکھنے کی غالباً وجہ یہ ہے کہ اسے توبہ پر مجبور کیا جائے۔ طویل قید میں اس کے تائب ہونے یا نہ ہونے کے بارے جانچ بھی ہو جائے گی۔ جبکہ امام مالکؒ، ان کے اصحاب سحنونؒ اور ابن القاسمؒ کے علاوہ حنابلہ میں سے ابن عقیلؒ کی رائے ہے کہ مسلمان جاسوس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ اس کا معاملہ زندیق کی طرح ہے جو اسلام کو ظاہر کرتا ہے، کفر چھپاتا ہے۔ کوئی صحیح العقیدہ مسلمان مسلمانوں کے خلاف جاسوسی نہیں کر سکتا، اس لیے اسے توبہ کے لیے بھی نہیں کہا جائے گا اور قتل کر دیا جائے گا، جبکہ بقیہ مالکیہ کی رائے میں بھی مسلمان جاسوس قتل نہ کیا جائے گا بلکہ تعزیر اور قید کا حق دار ٹھہرے گا۔ (۱۶۶)

مسلم جاسوس کو قید کر دینے کی رائے دینے والوں نے اس سے استدلال کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حاطب بن ابی بلتعہؓ کو قتل نہیں کیا بلکہ قید کیا تھا، توبہ کرنے پر بعد میں ان کو رہا کر دیا گیا جبکہ قتل کر دینے کی رائے رکھنے والے دوسرے گروہ نے اسی واقعہ سے اپنا استدلال کیا ہے

کہ حضرت عمرؓ نے حاطب کو قتل کا ارادہ کیا تھا۔(۱۶۷)

حاطب بن ابی بلتعہ کے واقعہ سے قید کر دینے کی رائے رکھنے والوں کا موقف زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایسا ہوا تھا۔قتل نہ کیا گیا۔تمام مسلم جاسوسوں پر زندقہ کا لیبل لگانا مناسب نہیں مگر کچھ جاسوسوں پر زندیق صادق آسکتا ہے۔اس کو تمام جاسوسوں پر عام نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ بغاوت

جب کوئی گروہ شرعی طور پر جائز حکومت کے خلاف کسی تأویل کی بنیاد پر لڑائی کرے تو انہیں باغی کہا جاتا ہے۔مثلاً حنفیہ نے اس کی تعریف یوں کی:البغاة، أنهم قوم لهم شوكة و منعة خالفوا المسلمين في بعض الأحكام بالتأويل و ظهروا على بلدة من البلاد و كانوا في عسكر و أجروا أحكامهم۔(۱۶۸)

باغی وہ لوگ ہیں جن کے پاس اسلحہ اور محفوظ ٹھکانہ ہو،تأویل کا سہارا لے کر بعض احکام میں مسلمانوں کی مخالفت کریں اور لشکر کی شکل میں شہروں میں سے کسی شہر پر چڑھائی کریں اور اپنے احکام جاری کر دیں۔بغاوت کرنا جائز نہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:من حمل علينا السلاح فليس منا۔(۱۶۹)

”جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“

اگر کوئی گروہ باغی ہو جائے تو شریعت کا حکم ہے کہ اسے اطاعت کی تلقین کی جائے گی اگر پھر بھی بغاوت پر اڑے رہیں تو ان کے ساتھ قتال کیا جائے،اس وقت تک بغاوت ختم ہو جائے یا باغی اطاعت پر آمادہ ہو جائیں۔اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:و ان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فأصلحوا بينهما فان بغت احداهما على الأخرى فقاتلوا التي تبغي حتى تفئي الى أمر الله فان فآءت فأصلحوا بينهما بالعدل و أقسطوا إن الله يحب المقسطين۔(۱۷۰)

بغاوت اور قید

اگر امام کے علم میں یہ بات آئے کہ باغی شہر میں اسلحہ وغیرہ جمع اور لڑائی کی تیاری کر رہے ہیں تو حاکم کو اختیار ہے کہ ان کو لڑائی سے پہلے ہی پکڑ کر قید کر دے اور اس وقت تک قید رکھے جب تک وہ بغاوت سے باز نہ آ جائیں اور ان سے توبہ اور رجوع ثابت نہ ہو جائے۔(۱۷۱)

لڑائی کے دوران باغیوں کے پکڑے جانے کی صورت میں اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ آزاد ہو کر اپنے گروہ کے ساتھ جا ملیں گے تو انہیں اس وقت تک قید رکھا جائے گا جب تک اس بارے اطمینان نہ ہو جائے کہ اگر ان کا کسی گروہ کے ساتھ مل کر شر پھیلانے کا احتمال نہ ہو تو امام انہیں رہا بھی کر سکتا ہے۔(۱۷۲)

لڑائی کے بعد باغیوں کا پیچھا کر کے قید کرنے کے بارے میں فقہاء کی رائے ہے کہ اگر کوئی گروہ موجود ہو جن میں شریک ہو کر باغیوں کی دوبارہ شورش کا اندیشہ ہو تو ان کا پیچھا کر کے قید کیا جائے گا ورنہ ان کے پیٹھ پھیرنے والے کا پیچھا نہیں کیا جائے گا جنگ کے بعد گرفتار ہونے والے باغیوں کے بارے میں جمہور فقہاء کی رائے ہے کہ جن کے بارے میں اطمینان ہو، انہیں قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ جنگ کا مطلع صاف ہونے تک اور ان کے توبہ کر لینے تک قید میں رکھا جائے گا، کیونکہ ان کا لڑنا ان کی قوت کی وجہ سے تھا جو کہ ختم ہو گئی اس لیے ان کا قتل کرنا درست نہیں، ان کی تأدیب اور قید ہی کافی ہے۔(۱۷۳)

مالکیہ میں ابن رشدؒ بیان کرتے ہیں کہ جنگ ختم ہونے کے بعد قید ہونے والے باغی کو توبہ کے لیے کہا جائے گا ورنہ قتل نہ ہو گا۔(۱۷۴)

غرض معلوم ہوا کہ بغاوت کے مقدمے میں امام باغیوں کی تیاری کا علم ہونے پر انہیں باز رکھنے کے لیے قید کر سکتا ہے اور لڑائی کے دوران پکڑے جانے والے افراد کو امن قائم ہونے تک قید کیا جائے گا، نیز بھاگنے والے سے شر کا اندیشہ ہو تو ان کا پیچھا کر کے توبہ کرنے تک قید میں رکھا جائے گا۔

۳۔ راہزنی

راہزنی یا قطع الطریق کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ:هو الخروج على المارة لأخذ المال على سبيل المغالبة على وجه يمتنع المارة عن المرور سواء أكان القطع من جماعة أم من واحد۔(۱۷۵)

''کسی گروہ یا فرد کی طرف سے اعلانیہ طور پر مال لوٹنے کے لیے راہگیروں پر چڑھائی کرنا کہ اس نتیجہ میں وہ راستہ ترک کر دیں، راہزنی کہلاتا ہے۔''

اس کو ریاست کے خلاف جرم قرار دیا گیا کیونکہ افراد کو امن وامان بہم پہنچانا کہ وہ امور دنیا سکون کے ساتھ سرانجام دے سکیں، ریاست کی ذمہ داری ہے۔عوام میں عدم تحفظ اور مال سے محرومی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔قذاقی بھی اسی کے تحت آتی ہے کہ سمندر راستہ غیر محفوظ ہو جاتا ہے۔

دور حاضر میں طیاروں کا اغوا(Hijacking) بھی قطع الطریق کی ہی نوعیت ہے۔جس سے لوگ فضائی سفر کو غیر محفوظ سمجھتے ہیں۔جس طرح راہزنی میں جان و مال کا خطرہ لاحق ہوتا ہے وہی خطرہ طیاروں کے اغوا میں بھی ہے۔

راہزنی کرنے والوں کو اللہ اور رسول سے جنگ کرنے والا بتلایا گیا ہے، کہ راہزانی کرنا لوگوں میں خوف و ہراس پیدا کرنا، جان و مال کے بارے عدم تحفظ کا شکار کرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرنا ہے۔لہٰذا ہر وہ کام جس سے معاشرے میں خوف و دہشت پھیلے، اس کے ذیل میں شمار ہوگا۔جیسا کہ آج کل دہشت گردی (Terrorism) مختلف شکلوں میں ہوتی ہے۔وہ بھی قطع الطریق کی ایک نوعیت ہے۔

راہزنی کی سزا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:انما جزاء الذين يحاربون الله و رسوله ......ان يقتلوا أو يصلبوا أو تقطع ايديهم و ارجلهم من خلاف أو ينفوا من الارض ۔ (۱۷۶)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کریں تو اس کی سزا یہ ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا

سولی پر لٹکائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت میں کاٹے جائیں یا جلا وطن کیے جائیں۔

شافعیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ اگر انہوں نے صرف مال لوٹا ہو تو ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے جائیں گے اور اگر قتل کیا ہو مال نہ لوٹا ہو تو قتل کیے جائیں گے اور سولی دی جائے گی۔ جبکہ صرف خوف و ہراس پیدا کیا ہو تو جلا وطن کیے جائیں گے۔ (۱۷۷)

جبکہ حنفیہ کی رائے میں اگر مال لوٹا تو ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت میں کاٹے جائیں گے اور اگر قتل کریں تو صرف قتل کیے جائیں گے۔ قتل کرنے اور مال لوٹنے پر حاکم کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو ہاتھ پاؤں مخالف سمت میں کاٹنے کے بعد قتل کر دے یا سولی دے دے اور اگر چاہے تو صرف قتل کر کے سولی دے دے۔ راستے میں دہشت پھیلانے کی صورت میں جب نہ قتل کیا ہو، نہ مال لوٹا ہو، جلا وطن کیے جائیں گے، یعنی قید کیے جائیں گے اور تعزیر دی جائے گی۔ (۱۷۸)

راہزنی اور قید

چونکہ ہم جان چکے ہیں کہ فقہاء کی رائے میں "نفی" کی دوسری صورت بلکہ موجودہ دور میں جلا وطنی اور جلا مکانی میں بہت سے مشکلات اور قباحتیں حائل ہیں، بہتر صورت قید کی ہے۔ لہٰذا جب راہزن نہ قتل کریں اور نہ مال لوٹیں صرف خوف و دہشت پھیلانے کے مرتکب ہوں تو انہیں تمام فقہاء کی رائے میں توبہ کرنے تک قید میں رکھا جائے گا۔ (۱۷۹)

اسی طرح جو طیارہ اغواء کرے مگر لوگوں کے جان و مال کو نقصان نہ پہنچائے۔ خوف و ہراس پھیلانے کی وجہ سے شریعت کی رو سے اس کی سزا لمبی قید ہونی چاہیے، اس کے ساتھ اس کی تادیب کے لیے تازیانے لگائے جائیں۔

پاکستانی حدود آرڈیننس کے مطابق بھی اگر راہزنی کے دوران نہ تو کسی کے قتل کا ارتکاب ہوا ہو اور نہ ہی مال لوٹا گیا ہو تو تیس تک کوڑے لگائے جائیں گے اور توبہ تک قید کیا جائے گا۔ (۱۸۰)

تعزیرات پاکستان کے مطابق درج ذیل اقدامات ریاست کے خلاف جرائم ہیں۔

۱۔ حکومت کے خلاف بغاوت یا بغاوت کے لیے سازش کرنا۔

۲۔ قانونی اختیارات اور منصبی ذمہ داریوں کی ادائیگی سے روکنے کی نیت سے صدر مملکت یا گورنر پر حملہ کرنا۔

۳۔ وفاقی یا صوبائی حکومتوں کے مابین منافرت پھیلانا۔

۴۔ ریاستی قیدی کو بھاگنے میں مدد دینا۔

ان جرائم کی سزائیں، موت، عمر قید، اور دس سال تک کی قید ہیں۔ (۱۸۱)

۴۔ حکومت کے خلاف سیاسی آراء

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی کی سیاسی آراء حکومت کے لیے جائز بناتی ہیں کہ اسے قید کیا جائے؟ سیاسی مخالفت کی وجہ سے جیلوں میں ڈالنے کی روایت بہت پرانی ہے، مسلمانوں کی تاریخ بھی سیاسی مخالفین کو قید کرنے سے بھری پڑی ہے۔ دور حاضر کا بھی اہم مسئلہ ہے کہ حکومتیں سیاسی مخالفت برداشت نہیں کرتیں اور انہیں قید و بند کی صعوبت میں دھکیل دیتی ہیں۔ جیل میں ایک گروہ تقریباً موجود رہتا ہے جنہیں سیاسی قیدی کہتے ہیں۔ اسی لیے تو آئین پاکستان میں بنیادی انسانی حقوق کے ذیل میں نظر بند کیے گئے افراد کے بارے میں حکومت کو مختلف امور کے بارے پابند کیا گیا ہے جس کا تذکرہ نظر بندی کے عنوان کے تحت گزر چکا ہے۔ (۱۸۲)

اسی طرح ریاستی قیدی (State Prisoner) کی اصطلاح اس فرد کے لیے استعمال کی جاتی ہے جس کو حفاظتی تحویل میں لیا گیا ہوتا ہے۔ (۱۸۳) اور یہ عام طور پر سیاسی مخالفین ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ پاکستان میں اندیشہ نقص امن کی وجہ سے ۱۶/ ایم پی او کے تحت سیاسی مخالفین کو نظر بند کرنا بہت زیادہ عام ہے۔ اس کے علاوہ ایک بہت بڑی تعداد سیاسی مخالفین کی وہ ہوتی ہے جن کو مختلف جرائم کے الزام میں قید میں ڈالا جاتا ہے۔

شریعت کی رو سے جرم میں ملوث ہوئے بغیر صرف سیاسی مخالفت مستوجب سزا نہیں

ہو سکتی ،حکومت صرف ان مخالفین کو سزا دے سکتی ہے جو بغاوت پر اتر آئیں اور اسلحہ وغیرہ جمع کر لیں اور لڑائی پر آمادہ ہوں۔ایسی صورت میں صرف لڑائی سے پہلے ان کو پکڑ کر قید کر سکتا ہے تا کہ ان کو اطاعت پر آمادگی کے لیے مجبور کر سکے۔(۱۸۴)

صرف مخالف رائے رکھنے پر قید کرنا جیسا کہ آج کل حکمرانوں کا معمول ہے درست نہیں اور از روئے شریعت جب تک مخالفین جرم کا ارتکاب نہ کریں ،ان کو قید یا دوسری سزا دینا جائز نہیں۔

فصل دوم

سقوطِ قید کے اسباب

الف ۔ موت:

مجرم یا ملزم کی موت سے قید ختم ہو جائے گی، چاہے حوالاتی قید ہو یا تعزیری کیونکہ قید کا مقصد شخص کو پابند کرنا ہے جو موت کے بعد باقی نہیں رہتا۔

اس کے علاوہ موت کے ساتھ ہی انسان کی اہلیت ادا نہیں رہتی جس کی بناء پر اس سے مطالبہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح وہ قید کا مکلّف نہیں رہتا، اس لیے موت کے ساتھ ہی قید ساقط ہو جائے گی۔ (۱۸۵)

اگر وہ حقوق العبد میں قید ہوا ہو جیسے قرض وغیرہ تو وہ ساقط نہیں ہوں گے۔ بلکہ اس کے مال میں سے ادائیگی کی جائے گی کیونکہ اگر اس کے مال میں کسی انسان کا حق ہو تو وہ موت سے ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ میراث سے متعلق احکام دیتے ہوں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿من بعد وصية يوصي بها او دين﴾ (۱۸۶)

انگریزی قانون کی نظر میں ایک شخص ہی حقوق اور فرائض کا اہل ہے مردہ انسان قانون کی نظر میں شخص ہی نہیں جسے کسی چیز پر مجبور کیا جا سکے۔ لہٰذا مردہ انسان کو سزا مستوجب نہیں۔ (۱۸۷)

ب ۔ جنون

حنفیہ کے نزدیک تعزیر کے وجوب کے لیے عقل شرط ہے یعنی اگر کوئی عاقل ایسا جرم کرے جس پر تعزیر لاگو ہوتی ہو، اس پر سزا نافذ کی جائے گی کیونکہ وہ سزا کے اہل ہے، اگر صبی ممیز جرم کرے تو اسے تعزیر تادیباً ہوگی سزا کے طور پر نہیں، صبی غیر ممیز اور مجنون کا فعل جرم نہیں ہے کیونکہ

نہ وہ سزا کے اہل ہیں اور نہ تادیب کے۔(۱۸۸)

اس کے علاوہ عقل کے بغیر اہلیت ادا نہیں ہوتی جس کی موجودگی میں اسے دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کے لیے مجبور کیا جاسکتا ہے۔(۱۸۹) اس لیے مجنون بھی قید کا محل نہیں چنانچہ جنون لاحق ہونے پر قید ساقط ہو جائے گی۔

قید خانہ میں اگر کسی شخص کو جنون لاحق ہو جائے تو اس بارے کتب حنفیہ میں رہنمائی ملتی ہے کہ اگر قید خانہ میں اس کا کوئی خادم ہو جو اس کی خدمت کر سکے یا خیال رکھ سکے تو اسے نہیں نکالا جائے گا یعنی ساقط نہیں ہوگی اور اگر خدمت گار نہ ہو تو اسے علاج کے لیے ضمانت پر رہا کر دیا جائے گا کہ کہیں علاج اور توجہ کے بغیر وہ فوت نہ ہو جائے۔(۱۹۰)

حنابلہ کی رائے میں جنون سے قید ختم نہ ہوگی بلکہ تعزیر جس میں قید شامل ہے کا نفاذ مجنوں پر بھی ہوگا۔ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:لانزاع بین العلماء ان غیر مکلف۔ کالصبی الممیز۔ یعاقب علی الفاحشۃ تعزیراً بلیغا و کذا المجنون یضرب علی مافعل لینزجر لکن لا عقوبۃ بقتل او قطع۔(۱۹۱)

علماء کے درمیان اس بات پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ غیر مکلّف جیسے صبی ممیّز کو اور اسی طرح مجنون کو بے حیائی کے ارتکاب پر تعزیر کی سزا ہوگی تاکہ دوسرے لوگوں کو تنبیہ ہو،لیکن قتل اور قطع کی سزا نہ ہوگی۔

اس سے ظاہر ہوا کہ اسے قید میں رکھا جاسکتا ہے کیونکہ سزا کے دو مقاصد ہیں،تادیب اور زجر،مجنوں کے معاملے میں تادیب کا عنصر تو مفقود ہے مگر زجر کی ضرورت موجود ہے اس لیے حنابلہ کے نزدیک جنون سے قید ساقط نہ ہوگی۔

انگریزی اصول قانون کے مطابق بھی کسی شخص کی اہلیت کے لیے اور اسے قصور وار ٹھہرانے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مجرمانہ ذہنیت کے ساتھ جرم کا ارتکاب کرے۔(۱۹۲) پاگل شخص کا فعل جرم نہیں ہے کیونکہ وہ جنون کے سبب فعل کی نوعیت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔اس لیے

وہ سزا کا بھی مستوجب نہیں ۔(۱۹۳)اگر کسی نظر بند شخص کو جنون لاحق ہو جائے تو اسے حفاظتی تحویل میں رکھا جائے گا کہ وہ کسی کو نقصان نہ پہنچا سکے یا کسی عزیز رشتہ دار کے حوالے کر دیا جائے گا جو اس کی دیکھ بھال کرے۔ (۱۹۴)جیل قوانین کے مطابق اگر کسی قیدی کو جنون لاحق ہو جائے تو اسے دوسرے قیدیوں سے الگ کر دیا جائے گا اور اس پر خصوصی نگرانی کی جائے گی، ۳۰ دن گزرنے کے باوجود صحیح نہ ہو تو سپرنٹنڈنٹ سزا دینے والی عدالت کو اس کی رہائی یا پاگل خانے منتقلی کی درخواست کرے گا۔(۱۹۵)

ج۔معافی

اگر قید کا سبب حقوق العباد ہوں تو صاحب حق کے معاف کرنے سے قید ساقط ہو جائے گی۔(۱۹۶)مثلاً دائن کے معاف کرنے پر مدین کو قید سے رہا کر دیا جائے گا کیونکہ اس کے طلب کرنے پر قاضی نے اسے قید کیا تھا(۱۹۷)تو اسے معافی کے بعد قید میں رکھنے کا جواز نہیں رہا۔اگر کوئی شخص اللہ کے حق میں قید کیا گیا ہو مثلاً نماز کے ترک کرنے یا مال غنیمت میں غبن کرنے پر تو اس بارے میں حنابلہ کی رائے ہے، حاکم کو معاف کرنا جائز نہیں، امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حدود کی طرح قید واجب ہے یعنی معاف کرنا جائز نہیں سوائے اس کے کہ حاکم کو گمان غالب ہو کہ اس کی بجائے کوئی دوسری سزا اس کے لیے مناسب ہے تو وہ قید ساقط کر سکتا ہے۔ شافعیہ کہتے ہیں کہ حاکم کو سزا دینے اور معاف کر دینے دونوں کا اختیار ہے۔(۱۹۸)اگر قید میں بندے اور اللہ کا حق مشترک ہو تو آدمی کے معاف کر دینے سے اللہ کا حق ساقط نہیں ہوتا، اگر حاکم قید کے نفاذ میں اصلاح عامہ خیال کرتا ہو۔(۱۹۹)

اگر معاملہ عدالت میں پہنچنے سے پہلے فریقین صلح کر لیں تو حق عبد ساقط ہو جاتا ہے، جبکہ حق سلطنت کے ساقط ہونے میں اختلاف ہے، ابوعبداللہ زبیری کا قول ہے کہ ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ تعزیر میں بندے کا حق کا زیادہ ہے جب وہ عفو سے ساقط ہو جاتا تو حق سلطنت بدرجہ اولیٰ

ساقط ہو جاتا ہے لہٰذا حاکم کو تعزیر کا حق نہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ حاکم عفو قبل مرافعہ میں اسی طرح تعزیر کا مجاز ہے جس طرح عفو بعد مرافعہ کی صورت میں کیونکہ اصلاح حقوق عامہ میں سے ہے۔(۲۰۰)

کتاب الانصاف میں بیان ہوا ہے کہ اگر تعزیر منصوص علیہ ہو جیسے بیوی کی لونڈی سے وطی پر تو معافی جائز نہیں اور غیر منصوص علیہ تو اگر حاکم کی رائے میں تعزیر میں مصلحت ہو کہ اس کے بغیر اصلاح ممکن نہ ہو تو معافی جائز نہیں اور اگر اس کی رائے معافی کی ہو تو جائز ہے اور تعزیر تب بھی واجب ہے جب صاحب حق مطالبہ کرے۔(۲۰۱) یعنی تعزیر قید جس کی ایک صورت ہے، اس وقت ساقط ہو گی جب وہ غیر منصوص علیہ ہو یعنی قرآن یا حدیث میں نہ بیان کی گئی ہو اور معاف کرنے میں حاکم کی نظر میں مصلحت ہو یا حق عبد ہونے کی صورت میں صاحب حق معاف کر دے۔

پاکستانی قانون کے مطابق صوبائی حکومت کو دی گئی سزا کو مشروط یا غیر مشروط طور پر معاف یا معطل کرنے کا اختیار ہے، اس کے علاوہ دی گئی سزا سے کم تر سزا بھی دی جا سکتی ہے۔(۲۰۲) صدر پاکستان کو بھی یہ اختیار حاصل ہے وہ کسی بھی سزا کو سوائے اس کے جو قصاص و دیت کے مقدمے سے متعلق ہو، معاف کر سکتا ہے، کمی کر سکتا ہے۔(۲۰۳)

د۔ سفارش

سفارش کے جواز میں یہ آیت قرآنی کی جاتی ہے کہ: "من یشفع شفاعة حسنة یکن له نصیب منها۔"(۲۰۴)

کیونکہ جب حاکم کے سامنے ایسی شے کی سفارش کی جائے جس میں کسی کی بہتری ہو اور نہ وہ حد ہو جس کے ثبوت کے بعد سفارش اور معافی جائز نہیں یا کوئی ایسا معاملہ نہ ہو جس کا ترک کرنا ناجائز ہو جیسے یتیم یا وقف کے نگران کو ان کی نگرانی میں دیے گئے حقوق میں سے کچھ چھوڑنے کی

سفارش کی جائے تو یہ سفارش سوء ہے اور حرام ہے، اس کے علاوہ سفارش حسنہ ہے (۲۰۵) بلکہ مسنون ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اشفعوا توجروا ویقضی اللّٰہ علی لسان نبیہ ماشاء(۲۰۶)

سفارش کرو اور اجر حاصل کرو اور اللہ اپنے نبی کی زبان سے جو چاہتا ہے فیصلہ کرواتا ہے۔

جس شخص کے خلاف قید کا فیصلہ ہو چکا ہو، کے لیے جائز ہے کہ وہ سزا میں کمی یا معافی کے لیے حاکم کے سامنے سفارش کرے مگر صرف اس معاملے میں جس میں حاکم کے پاس معافی یا کمی بیشی کا اختیار ہو۔ اگر معاف کرنے میں بہتری ہو تو حاکم کے لیے معاف کرنا جائز ہے۔ بلکہ علامہ شربینی کے نزدیک سفارش کرنا اور معاف کرنا جائز ہی نہیں مستحب ہے۔(۲۰۷)

اگر حاکم سفارش کو مناسب خیال نہ کرے تو رد کر سکتا ہے کیونکہ حضرت عمرؓ نے معن بن زائدۃ کے بارے سفارش رد کر دی تھی۔(۲۰۸)

قانون میں سفارش کی صورت یہ ہے کہ جن جرائم میں صوبائی حکومت کو معافی کا اختیار ہے کوئی بھی شخص درخواست دے سکتا ہے۔(۲۰۹)

ھ۔ توبہ

اگر مجرم کو تادیبا اور اصلاح کے نقطہ نظر سے قید کیا گیا ہو تو جب حاکم کو اطمینان ہو جائے کہ مجرم تائب ہو گیا ہے اور اس نے جرائم سے رجوع کر لیا ہے تو وہ اسے رہا کر دے گا اس کے بعد اسے قید میں رکھنا جائز نہیں کیونکہ قید کا ہدف توبہ کرنا تھا جو حاصل ہو چکا اس کے بعد اسے قید کرنا ظلم ہوگا۔(۲۱۰)

عام طور پر توبہ کے لیے مدت کی قید نہیں تاہم حاکم کو اختیار ہے کہ جرائم پیشہ افراد سے جبراً دھمکیاں دے کر توبہ کرائے اس کے لیے قتل کی دھمکی بھی دے سکتا ہے اگرچہ وہ قتل کا مستوجب نہ ہو کیونکہ مقصود محض ڈرانا ہے۔(۲۱۱)

بعض جرائم ایسے ہیں جن کے ارتکاب پر جلدی توبہ کرنا لازم ہے کیونکہ ایسے جرائم پر اصرار کے سنگین نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ جیسے جمہور فقہاء کی رائے میں مرتد کے لیے توبہ کے لیے صرف تین دن کی مہلت ہے اور حنفیہ کے علاوہ دوسرے فقہاء کے نزدیک سستی اور کاہلی سے نماز ترک کرنے والے کو تین دن تک قید میں رکھ کر توبہ کی مہلت دی جائے گی جبکہ حنفیہ کے نزدیک اسے تازیانے لگائے جائیں گے قتل نہ ہوگا۔(۲۱۲)

کنوارے زانی کو کوڑے لگانے کے بعد قید کر دیا جائے تو مالکیہ کی رائے میں ایک سال سے پہلے توبہ کرنے پر بھی رہا نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اس کی قید حد ہے۔(۲۱۳)

پاکستانی قانون کے مطابق اگر ایسے شخص جس کے معاملہ میں جسے چوری کے مقدمہ میں عمر قید کی سزا ہو چکی ہو کے بارے اپیل کی سماعت کرنے والی عدالت مطمئن ہو جائے کہ وہ خلوص دل سے تائب ہے تو اسے مشروط طور پر رہا کیا جا سکتا ہے۔(۲۱۴)

اسی طرح اگر کسی شخص کو قید کی سزا ہوئی ہو اور صوبائی حکومت کے علم میں یہ بات لائی جائے کہ قید کے دوران اس نے اپنے آپ کو بہتر بنایا ہے اور جیل میں اس کا رویہ اچھا رہا اور اگر اسے رہا کر دیا جائے تو وہ مفید شہری کے طور پر اپنا کردار ادا کرے گا تو اسے کسی شخص یا ادارے کی نگرانی میں رہائی دی جا سکتی ہے۔(۲۱۵)

جس طرح پاکستانی قانون کے مطابق مجرم میں اصلاح اور رویہ میں بہتری دیکھ کر سزائے قید میں رعایت دی جا سکتی ہے اور وقتی طور پر اسے کسی شخص یا ادارے کی نگرانی میں دیا جاتا ہے تاکہ اس کی جانچ ہو سکے کہ اس کی واقعی اصلاح ہو چکی ہے۔ پاکستانی معاشرے پر رعایت پر عمل ہو نہیں پا رہا مگر برطانیہ اور امریکہ میں اس طرح کی شکل موجود ہے جسے Community Service کہا جاتا ہے۔

اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ جب کسی مجرم نے کسی کے مال کی ادائیگی کرنی ہو اور عدم ادائیگی کی وجہ سے قید بھگت رہا ہو تو اسے ایک کمیونٹی افسر کی نگرانی میں مال سے محروم کیے گئے فریق

کی خدمت پر مامور کر دیا جاتا ہے تا کہ ان کے مال کے بدل خدمت سرانجام دے۔ مال کے بقدر کام کرنے پر اس کی سزا معاف کر کے اسے رہا کر دیا جاتا ہے۔ اگر اس کام کے دوران اس کا رویہ درست نہ رہا ہو تو عدالت اس کو دوبارہ سزائے قید دے سکتی ہے۔

اس کی دوسری صورت برطانیہ میں موجود ہے کہ عدالت کمیونٹی سروس آرڈر کے تحت کسی مجرم کو جسے قید کی سزا ہو چکی ہو سال میں ۲۴۰ گھنٹے تک بغیر معاوضہ کے کمیونٹی کے لیے کام پر لگا سکتی ہے۔ اس کے لیے مجرم کی رضامندی ضروری ہے تا کہ زبردستی مشقت پر محمول نہ کیا جائے۔ اس خدمت کو سرانجام دے دینے پر مزید سزا نہ ہو گی البتہ اس دوران مجرم کا رویہ اگر مناسب نہ رہے یا خدمت سرانجام دینے سے قاصر رہے تو عدالت اسے دوبارہ قید میں ڈال سکتی ہے۔ (۲۱۶)

کسی مجرم کی اصلاح کو جانچنے کے لیے اور یہ معلوم کرنے کے لیے کہ مجرم تائب ہوا یا نہیں، کمیونٹی سروس سے کام لینے میں کوئی شرعی ممانعت محسوس نہیں ہوتی، خصوصاً ان صورتوں میں جب قید کا مقصد مجرم کی اصلاح اور توبہ ہو۔ مزید یہ کہ جب کسی دوسرے کو حق سے محروم کرنے کی وجہ سے قید ہونے کی صورت میں کمیونٹی سروس کے ذریعے متاثرہ فریق کی تسلی بھی کی جا سکتی ہے۔ اس طریقہ کو امریکہ اور برطانیہ کے بعد بہت سے ملکوں نے اپنایا ہے جو اس طریقہ کے جرائم کے خاتمہ کرنے کی کامیاب کوشش پر دلیل ہے۔

و۔ برأت

جب کسی شخص کو تفتیش کے لیے یا حق کی عدم ادائیگی پر قید کیا گیا ہو تو جب اس پر الزام کا ثبوت نہ ملے یا قرض کی ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں وہ تنگ دست ثابت ہو جائے یا جس حق کی عدم ادائیگی کی وجہ سے قید کیا گیا تھا، اس حق کو ادا کر دے تو اس کی قید ختم ہو جائے گی۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ فقہاء کی رائے میں تفتیش کے لیے زیادہ سے زیادہ مدت ایک ماہ ہے، اس کا مطلب ہے کہ اگر کسی شخص کو تفتیش کے لیے حراست میں لیا گیا ہو تو ایک ماہ تک اگر کوئی سراغ نہ

ملے تو اسے رہا کر دیا جائے گا۔ (۲۱۷)

قانون میں صراحت موجود ہے کہ اگر مجسٹریٹ شواہد کو جانچنے کے بعد ملزم پر جرم ثابت نہ پائے تو اسے چھوڑ دے گا۔ (۲۱۸) سی طرح اگر کسی کو جرمانہ کی عدم ادائیگی پر قید کیا گیا ہو تو جرمانہ کی ادائیگی پر قید ختم ہو جائے گی۔ (۲۱۹)

قرض کی عدم ادائیگی کی وجہ سے قید شخص کی قید ختم ہو جائے گی اگر وہ قرض کی ادائیگی کر دے یا قرض خواہ خود اس کی رہائی کی درخواست کرے۔ (۲۲۰)

حوالہ جات

۱۔ مصنف عبدالرزاق، ۹/ ۴۰۷، ۴۰۸، المحلی ۱۰/ ۳۴۷، ۴۴۲، البیہقی ۸/ ۳۷، الشرح الصغیر للدردیر ۲/ ۳۸۱

۲۔ البیہقی ۸/ ۳۶

۳۔ اقضیۃ الرسول لابن فرج ص: ۹۸، سنن ابن ماجہ ۲/ ۴۴۳

۴۔ مصنف عبدالرزاق، ۹/ ۴۰۷، ۴۹۱، البیہقی، ۸/ ۳۷

۵۔ المغنی ۷/ ۶۶۲، المھذب ۲، ۱۳۷

۶۔ PPC.Sec. 4

۷۔ المھذب ۲، ۱۸۸، المغنی ۷، ۶۴۵، بدایۃ المجتہد ۲، ۳۰۳

۸۔ المغنی، ۷، ۶۴۵، بدایۃ المجتہد ۲/ ۳۰۳، بدائع الصنائع، ۷/ ۲۹۷

۹۔ PPC, Sec 308(2), 338E:

۱۰۔ المبسوط ۲۴/ ۷۵، المحلی ۱۰/ ۵۱۳، المغنی ۷/ ۷۵۵

۱۱۔ بلوغ المرام ص: ۳۵۳

۱۲۔ نیل الاوطار ۷/ ۱۹

۱۳۔ نیل الاوطار، ۷/ ۲۰

۱۴۔ المحلی، ۱۰/ ۵۱۳

۱۵۔ حاشیہ ابن عابدین ۶/ ۵۴۴، الانصاف ۹/ ۴۵۷

۱۶۔ المغنی، ۷/ ۷۵۶

۱۷۔ PPC. Sec. 322

۱۸۔ احکام القرآن لابن العربی ۲/ ۶۲۵

۱۹۔ الخراج ص: ۱۵۱

۲۰۔ PPC. Sec. 334-336

۲۱۔ الدرالمختار ۴/ ۶۶، الانصاف، ۱۰/ ۱۵

۲۲۔ PPC. Sec. 325

۲۳۔ PPC. Sec. 337

۲۴۔ بدائع الصنائع، ۷، ۲۸۹، الانصاف ۱۰، ۱۴۸، ۱۴۹

۲۵۔ سالانہ رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل ۱۹۷۸ء۔۷۹ء، ص: ۷۰

۲۶۔ بدایۃ المجتہد ۲/ ۱۷۶

۲۷۔ بدائع الصنائع، ۷/ ۱۳۴، مغنی المحتاج ۴/ ۱۳۳، بلغۃ السالک ۲/ ۴۱۶

۲۸۔ بدائع الصنائع، ۷/ ۱۳۴، مغنی المحتاج ۴/ ۱۳۷، المغنی ۱۲/ ۲۹۱، ۲۹۶

۲۹۔ صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب الاستتابۃ اور اس کے علاوہ مسلم کے سوا تمام کتب میں موجود ہے۔

۳۰۔ صحیح مسلم کتاب القسامۃ باب ما یباح بہ دم المسلم اور صحیح البخاری کتاب الدیات اور اس کے علاوہ تمام کتب حدیث میں نقل کی گئی ہے۔

۳۱۔ شرح صحیح مسلم ۱۱/ ۱۶۵

۳۲۔ المغنی ۱۲/ ۲۶۴، مختصر المزنی ص: ۲۵۹، الشرح الصغیر للدردیر ۲/ ۴۱۸

۳۳۔ سنن البیہقی کتاب المرتد باب من ارتد عن الاسلام

۳۴۔ بدائع الصنائع، ۷/ ۱۳۵

۳۵۔ مسند امام احمد بن حنبل، جلد۲، ص: ۲۲۰، حدیث نمبر ۵۶۲۶

۳۶۔ سورۃ البقرۃ ۲: ۲۵۶

۳۷۔ سنن البیہقی، ۸/ ۲۰۷، مصنف عبدالرزاق، ۱۰/ ۱۶۵

۳۸۔ مصنف عبدالرزاق، ۱۰/ ۱۶۴

۳۹۔ سنن البیہقی، ۸/ ۲۰۶، مصنف عبدالرزاق، ۱۰/ ۱۶۴

۴۰۔ المغنی ۸/ ۱۲۴، مصنف عبدالرزاق، ۱۰/ ۱۶۶

۴۱۔ الانصاف، ۱۰/ ۳۲۸

۴۲۔ المغنی، ۸/ ۱۲۴، الخراج ص: ۱۷۹، مصنف عبدالرزاق ۱۰/ ۱۶۴

۴۳۔ بدائع الصنائع، ۷/ ۱۳۴

۴۴۔ المغنی ۸/ ۱۲۶

۴۵۔ سورۃ البقرۃ ۲: ۱۹۰

۴۶۔ المغنی، ۸/ ۱۲۶

۴۷۔ حاشیۃ ابن عابدین، ۴/ ۲۳۵

۴۸۔ المغنی، ۸/ ۱۲۷

۴۹۔ حاشیۃ ابن عابدین، ۴/ ۲۳۶

۵۰۔ جواہر الاکلیل ۲/ ۲۸۲، تبصرۃ الحکام ۲/ ۲۸۶

۵۱۔ حاشیۃ ابن عابدین، ۴/ ۲۳۵، ۲۳۶

۵۲۔ ایضاً، ۴/ ۲۳۳

۵۳۔ ایضاً ۴/ ۲۳۴

۵۴۔ تبصرۃ الحکام ۲/ ۲۳۲

۵۵۔ المغنی ۱/ ۴۴۲، مختصر المجموع ۳/ ۱۴

۵۶۔ مختصر المجموع، ۳/ ۱۴

۵۷۔ جواہر الاکلیل، ۲/ ۲۷۸

۵۸۔ المغنی ۲/ ۴۴۲، مختصر المجموع ۳/ ۱۶

۵۹۔ بدایۃ المجتہد، ۱/ ۶۵

۶۰۔ المغنی ۲/ ۴۴۲، مختصر المجموع ۳/ ۱۷، شرح فتح القدیر ۴/ ۲۱۸

۶۱۔ جواہر الاکلیل ۲/ ۲۷۸

۶۲۔ شرح فتح القدیر، ۴/ ۲۱۸

۶۳۔ مصنف عبدالرزاق، ۹/ ۲۳۱

۶۴۔ الاختیار، ص: ۱۷۲

۶۵۔ الاحکام السلطانیہ للماوردی ص: ۳۴۹

۶۶۔ حاشیہ ابن عابدین، ۴/ ۲۴۳

۶۷۔ الانصاف، ۱۰/ ۲۴۹

۶۸۔ بدایۃ المجتہد، ۲/ ۳۴۳

۶۹۔ اقضیۃ الرسول ص: ۹۹

۷۰۔ حاشیہ ابن عابدین، ۳/ ۴۶۹

۷۱۔ حاشیہ عابدین، ۵/ ۳۷۹-۳۷۸، ابن نجیم زین العابدین ابراہیم، الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفۃ النعمان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۳ء، ص: ۲۱۸

۷۲۔ جواہر الاکلیل ۱/ ۱۳۹

۷۳۔ السیوطی، جلال [redacted] عبدالرحمن، الاشباہ والنظائر فی قواعد و فروع فقہ الشافعیۃ، عیسیٰ البابی الحلبی و شرکاہ، ص: ۵۱۹

۷۴۔ محولہ بالا
۷۵۔ PPC. Sec.295, 295A, 298
۷۶۔ بدائع الصنائع، ۷/۳۳
۷۷۔ سورۃ بنی اسرائیل، ۱۷: ۳۲
۷۸۔ سورۃ النور، ۲۴: ۲
۷۹۔ بدائع الصنائع، ۷/ ۲۹، مغنی المحتاج ۴/ ۱۴۷، بلغۃ السالک، ۲/ ۴۲۴، المغنی، ۱۲/ ۳۲۲
۸۰۔ سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب فی الرجم
۸۱۔ صحیح مسلم، کتاب القسامۃ باب ما یباح بہ دم المسلم، صحیح البخاری، کتاب الدیات اور تمام کتب حدیث
۸۲۔ شرح صحیح مسلم، ۱۱: ۱۶۵
۸۳۔ صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب الاعتراف بالزنا
۸۴۔ سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب رجم ماعز بن مالک
۸۵۔ سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب المرأۃ التی أمر النبیؐ، برجمھا من جھینۃ
۸۶۔ شرح صحیح مسلم ۱۱: ۱۶۵
۸۷۔ بدائع الصنائع، ۷/ ۲۹، مغنی المحتاج ۴/ ۱۴۷، بلغۃ السالک ۲/ ۴۲۴، المغنی، ۱۲/ ۳۲۲
۸۹۔ سنن البیھقی، کتاب الحدود، باب ما جاء فی حد اللوطی
۹۰۔ المغنی، ۱۲/ ۳۴۸، حاشیۃ الدسوقی، ۴/ ۳۱۴
۹۱۔ سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب فیمن عمل عمل قوم لوط
۹۲۔ مغنی المحتاج، ۴/ ۱۴۴
۹۳۔ کتاب الاختیار ص: ۱۲۱
۹۴۔ Offence of Zina Ordinance 1979, Sec.10(2), (3)
۹۵۔ سورۃ النور، ۲۴: ۴
۹۶۔ بدائع الصنائع، ۷/ ۵۳، حاشیہ ابن عابدین، ۴/ ۴۵
۹۷۔ المدونہ، ۴/ ۴۱
۹۸۔ المغنی، ۱۲/ ۴۹۵، حاشیۃ الدسوقی، ۴/ ۳۵۳، بدائع الصنائع، ۵/ ۱۱۳
۹۹۔ سنن الدارقطنی، کتاب الحدود، حدیث: ۲۲۳
۱۰۰۔ مختصر المزنی ص: ۲۶۶
۱۰۱۔ الخراج ص: ۳۱، مصنف عبدالرزاق، ۹/ ۲۴۳
۱۰۲۔ فتح القدیر، ۴/ ۲۱۸، حاشیۃ ابن عابدین، ۴/ ۶۷
۱۰۳۔ الاختیار، ۲: ۱۷۴
۱۰۴۔ فتح القدیر، ۴/ ۲۱۸، حاشیہ ابن عابدین، ۴/ ۶۷
۱۰۵۔ PPC. Sec. 273, 292, 294, 366, 366A, 372, 373
۱۰۶۔ Offence of Zina Ordinance, Sec. 23,14
۱۰۷۔ فتح القدیر، ۴/ ۲۱۸، حاشیہ ابن عابدین ۴/ ۶۷
۱۰۸۔ اعلام الموقعین، ۴/ ۶۸۷
۱۰۹۔ فتح القدیر، ۴/ ۲۱۸۔ حاشیہ ابن عابدین، ۴/ ۲۷۔ الاختیار ص: ۱۷۴
۱۱۰۔ بدائع الصنائع، ۴/ ۸۶، حاشیہ ابن عابدین، ۴/ ۱۰۴، الاختیار ص: ۷۵

۱۱۱۔ مصنف عبدالرزاق، ۱۰: ۱۸۶ ۱۱۲۔ محولہ بالا

۱۱۳۔ المغنی لابن قدامہ ۸/ ۲۶۳، الانصاف، ۱۰/ ۲۸۶۔۲۸۵

۱۱۴۔ جواہر الاکلیل، ۲/ ۲۸۹، الام، ۶/ ۱۳۲

۱۱۵۔ Offence Agaisnt Proper (Enforcement of Hudood) Ordinance 1979, Sec. 9(3) ۱۱۶۔ الاختیار، ص: ۷۵

۱۱۷۔ بدائع الصنائع ۷/ ۹۳، المبسوط للسرخسی، ۴/ ۳۲، حاشیہ ابن عابدین، ۴/ ۸۶، ۵۱

۱۱۸۔ المغنی لابن قدامہ، ۸/ ۳۲۴، حاشیہ عابدین ۴/ ۹۳

۱۱۹۔ الخراج ص ۱۷۱، المغنی لابن قدامہ ۸/ ۳۲۵ ۱۱۰۔ الخراج ص: ۱۷۱

۱۱۱۔ Offence Against Property Ordinance 1979, Sec. 21

۱۱۲۔ حاشیہ ابن عابدین ۴/ ۶۶، ۶۷، الاختیار ص: ۶۹، الاحکام السلطانیہ ص: ۳۲۵

۱۱۳۔ حاشیہ ابن عابدین، ۶/ ۱۸۵ ۱۱۴۔ المحلی، ۵/ ۱۶۶

۱۱۵۔ PPC, Sec. 403 ۱۱۶۔ الاشباہ والنظائر للسیوطی، ص: ۵۱۹

۱۱۷۔ تبصرۃ الحکام ۲/ ۱۹۱ ۱۹۔ سورۃ البقرۃ ۲: ۲۸۰

۱۱۸۔ سنن ابی داؤد، ۳/ ۳۱۳

۱۱۹۔ بدایۃ المجتہد، ۲/ ۳۱۴، الھدایہ، ۵/ ۳۶۸، بلوغ المرام مع تعلیقہ ۲۵۴، بدائع الصنائع ۷/ ۱۷۳، المغنی ۴/ ۵۰۱، جواہر الاکلیل ۲/ ۹۲، المدونہ ۴/ ۵۹، الانصاف، ۴/ ۲۷۵ ۱۲۰۔ المغنی لابن قدامہ، ۴/ ۴۹۹

۱۲۱۔ الھدایہ ۵/ ۳۶۸؛ حاشیہ ابن عابدین، ۵/ ۳۸۱؛ جواہر الاکلیل، ۱/ ۱۳۹؛ تبصرۃ الحکام ۲/ ۲۲۱

۱۲۲۔ حاشیہ ابن عابدین، ۵/ ۳۷۹ ۱۲۳۔ تبصرۃ الحکام، ۱/ ۱۳۹

۱۲۴۔ جواہر الاکلیل، ۲/ ۹۳؛ الھدایہ ۵/ ۳۷۲، ۳۷۱؛ بدائع الصنائع، ۷/ ۷۳؛ المدونہ، ۴/ ۶۰

۱۲۵۔ المدونہ، ۴/ ۶۰، الھدایہ، ۵/ ۳۷۱

۱۲۶۔ حاشیہ ابن عابدین، ۵/ ۴۲۶، بدائع الصنائع، ۷/ ۱۷۳

۱۲۷۔ حاشیہ ابن عابدین، ۵/ ۳۸۱؛ الانصاف، ۱۱/ ۲۱۹

۱۲۸۔ PPC, Sec.422 ۳۰۔ جواہر الاکلیل، ۲/ ۸۷

۱۲۹۔ بدایۃ المجتہد، ۲/ ۲۱۷؛ المدونہ، ۴/ ۷۹

۱۳۰۔ بدایۃ المجتہد، ۲/ ۲۱۴؛ بدائع الصنائع، ۷/ ۱۷۳؛ حاشیہ ابن عابدین، ۵/ ۳۸۹؛ المدونہ، ۴/ ۷۹

۱۳۱۔ جواہر الاکلیل، ۲/ ۲۷۸، المغنی، ۲/ ۴۴۲، مختصر المجموع، ۳/ ۱۶، شرح فتح القدیر، ۴/ ۲۱۸

۱۳۲۔ مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۵۰۹۲، ۲/ ۱۲۷ ۱۳۳۔ سورۃ البقرۃ ۲: ۲۷۵

۱۳۴۔ سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء لاتنکح المراۃ علی عمتھا

۱۳۵۔ المدونۃ الکبریٰ، ۲/ ۱۲۹ ۱۳۶۔ المھذب، ۱/ ۴۴۰

۱۳۷۔ سورۃ النساء [illegible] ۱۳۸۔ روح المعانی، ۴/ ۲۲۸

۱۳۹۔ حاشیۃ ابن عابدین ۴/ ۶۷، ۵/ ۳۷۸، ۳۷۹ تبصرۃ الاحکام ۲/ ۱۹۲، ۲۲۲، ۲۹۴

۱۴۰۔ تبصرۃ الاحکام ۱/ ۱۳۰، ۲/ ۲۹۴

۱۴۱۔ تبصرۃ الاحکام ۱/ ۱۰۱، ۳۰۱، ۲/ ۲۹۹، ۳۰۸، بلغۃ السالک ۲/ ۳۳۲، المغنی لابن قدامہ ۹/ ۳۲۲، جواہر الاکلیل ۲/ ۲۲۸، الام ۲/ ۱۱۱، ۱۹۹

۱۴۲۔ تبصرۃ الاحکام ۱/ ۳۰۱

۱۴۳۔ PPC. SEc. 172,174-175, 179

۱۴۴۔ تبصرۃ الاحکام ۳/ ۳۰۶، ۳۰۵

۱۴۵۔ المغنی لابن قدامہ ۵/ ۱۸۷، الانصاف ۱۲/ ۲۰۴، تبصرۃ الاحکام ۲/ ۳۲۸

۱۴۶۔ بلغۃ السالک ۲/ ۳۲۱، ۳۴۰

۱۴۷۔ تبصرۃ الاحکام ۲/ ۳۲۸، ۳۴۱

۱۴۸۔ ایضاً ۲/ ۲۶۷

۱۴۹۔ PPC, Sec. 178

۱۵۰۔ حاشیۃ ابن عابدین ۴/ ۴۵، بدائع الصنائع ۷/ ۱۵۳، المغنی لابن قدامہ ۹/ ۳۲۸، تبصرۃ الاحکام ۲/ ۳۳۰، المدونۃ ۴/ ۵۷

۱۵۱۔ بدائع الصنائع ۷/ ۵۳، المدونۃ ۴/ ۴۱، تبصرۃ الاحکام ۲/ ۳۳۰

۱۵۲۔ حاشیۃ ابن عابدین ۵/ ۵۳، الانصاف ۱۰/ ۲۲۸، المغنی ۹/ ۲۶۱، المدونۃ ۴/ ۵۴، تبصرۃ الاحکام ۲/ ۲۹۲، مصنف عبدالرزاق ۸/ ۳۲۷، ۳۲۶، سنن البیہقی ۱۰/ ۱۴۱، ۱۴۰

۱۵۳۔ PPC. Sec. 193

۱۵۴۔ ابن العربی ۴/ ۱۷۷۲، جواہر الاکلیل ۱/ ۲۵۶، الخروج ص ۱۹۰، زاد المعاد ۳/ ۲۱۵

۱۵۵۔ تبصرۃ الاحکام ۲/ ۱۰۴

۱۵۶۔ زاد المعاد ۲/ ۷۲

۱۵۷۔ بدائع الصنائع ۷/ ۱۴۰، ۱۴۱

۱۵۸۔ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی من حمل علینا السلاح

۱۵۹۔ سورۃ الحجرات ۴۹: ۹

۱۶۰۔ بدائع الصنائع ۷/ ۱۴۰

۱۶۱۔ بدائع الصنائع ۷/ ۱۴۱، الانصاف ۱۰/ ۳۱۵

۱۶۲۔ المغنی ۸/ ۱۱۴، تبصرۃ الاحکام ۲/ ۲۸۱، الخراج ص ۲۱۴، الاحکام السلطانیۃ ص ۹

۱۶۳۔ بدایۃ المجتہد ۲/ ۳۴۳

۱۶۴۔ بدائع الصنائع ۷/ ۹۰

۱۶۵۔ سورۃ المائدۃ ۵: ۳۳

۱۶۶۔ مغنی المحتاج ۴/ ۱۸۱، المغنی ۱۲/ ۴۷۲

۱۶۷۔ بدائع الصنائع ۷/ ۹۳

۱۶۸۔ بدائع الصنائع ۷/ ۹۵، حاشیۃ ابن عابدین ۴/ ۱۱۴، بدایۃ المجتہد ۲/ ۴۴۶، القرطبی ۶/ ۱۵۶، المہذب ۲/ ۲۸۵

۱۶۹۔ Offence Against Property Ordinance 1979, Sec. 17 (1)

۱۷۰۔ P.P.C. Sec. 121-130

۱۷۱۔ Pakistan Prison Rules, R.No.421, and Regulation 111 of 1818 for the Confinement of State Prisoners

۱۷۲۔ The Constitution of Islamic Republic of Pakistan 1973, Article 9,10

۱۷۳۔ بدائع الصنائع، ۷/۱۴۰، المغنی، ۸/۱۹

۱۷۴۔ ابو زہرۃ محمد، اصول الفقہ، دار الفکر العربی القاہرۃ، ص:۳۰۸

۱۷۵۔ الخضری بک محمد، اصول الفقہ، المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر، ۱۹۶۹ء، ص ۸۸

۱۷۶۔ سورۃ النساء، ۴:۱۱

۱۷۷۔ Salmond's Jurisprudence, P.115, 116

۱۷۸۔ بدائع الصنائع، ۷/۶۳۔۶۴

۱۷۹۔ اصول الفقہ للخضری ص:۹۱، اصول الفقہ لابی زھرہ ص:۳۰۶

۱۸۰۔ حاشیۃ ابن عابدین ۵/۳۷۸، فتح القدیر، ۵/۴۷۱

۱۸۱۔ الانصاف، ۱۰/۲۴۱

۱۸۲۔ Salmond's Jurisprudence, P. 137

۱۸۳۔ P.P.C. Sec. 84

۱۸۴۔ Cr. P.C. Sec. 466, 475

۱۸۵۔ Pakistan Prison Rules, R. No. 437 438

۱۸۶۔ مغنی المحتاج ۴/۱۹۱، الاحکام السلطانیۃ لابی یعلی ص:۲۹۴، تبصرۃ الحکام ۲/۳۰۳

۱۸۷۔ فتح القدیر، ۵/۴۷۲

۱۸۸۔ تبصرۃ الحکام ۲/۳۰۳، الانصاف ۴/۳۴۱، الاحکام السلطانیۃ لابی یعلی ص:۲۹۵

۱۸۹۔ ابن المرتضی، احمد بن یحیی، کتاب البحر الزخار الجامع لمذاہب علماء الامصار، موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۹۷۵ء،

۶/۲۱۱، اور الاحکام السلطانیۃ لابی یعلی ص:۲۹۵

۱۹۰۔ تبصرۃ الحکام ۲/۳۰۳، الاحکام السلطانیۃ للماوردی ص:۳۷۳

۱۹۱۔ الانصاف، ۱۰/۲۴۱

۱۹۲۔ Cr. P.C. Sec. 401(1), 402 , P.P.C. Sec. 55

۱۹۳۔ P.P.C. Sec. 55-A

۱۹۴۔ الانصاف، ۱۰/۳۲۸، الفروق للقرافی، ۴/۷۹

۱۹۵۔ تبصرۃ الحکام، ۲/۱۲۶، الاحکام السلطانیۃ للماوردی ص:۳۴۲، الاحکام السلطانیۃ ابویعلی ص:۲۷۱

۱۹۶۔ الانصاف ۱۰/۳۲۸، مختصر المجموع ۳/۱۶، المغنی لابن قدامہ ۲/۴۴۲

۱۹۷۔ تبصرۃ الاحکام ۲/۲۶۰

۱۹۸۔ Offence Against Property (Enforcement of Hudood) Ordinance, 1979, Sec 9(5)

۱۹۹۔ The God Conduct Prisoner's Probational Releases Act, 1926, Sec.2

۲۰۰۔ Crime and Punishment: Other Penalties, C.B [redacted] 2001

۲۰۱۔ الاحکام السلطانیۃ لابی یعلی، ص: ۲۷۴، الاحکام السلطانیۃ للماوردی، ص: ۲۷۱،۳۷۲،۳، الفروق للقرافی، ۴/ ۷۹۔۸۰

۲۰۲۔ Cr. P.C. Sec. 245

۲۰۳۔ P.P.C. Sec. 68

۲۰۴۔ C.P.C. Sec. 58

۲۰۵۔ سورۃ النساء، ۴: ۸۵

۲۰۶۔ مغنی المحتاج، ۴/ ۱۹۰، تبصرۃ الحکام، ۲/ ۲۷۳

۲۰۷۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب التحریض علی الصدقۃ والشفاعۃ فیھا، ۲/ ۵۲۰

۲۰۸۔ تبصرۃ الحکام، ۲/ ۳۰۳، مغنی المحتاج ۴/ ۹۴، الاحکام السلطانیۃ للماوردی، ص: ۲۷۳

۲۰۹۔ المغنی لابن قدامہ، ۴/ ۳۲۶

۲۱۰۔ Cr. P.C. Sec: 401(2)

باب ششم

قیدی کے تصرفات اور حقوق

فصل اول

مالی امور سے متعلق تصرفات

الف۔ قیدی کا اجرت پر کام کرنا

قید کے دوران قیدی اگر اجرت پر کام کرے تو جمہور فقہا ، جن میں حنابلہؒ ، بعض حنفیہؒ ، عمر بن عبدالعزیزؒ ، سوارؒ اور اسحاقؒ شامل ہیں کی رائے میں اسے اس سے نہ روکا جائے گا بلکہ اس کے لیے ممکن بنایا جائے گا جب کہ بعض فقہاء کی رائے میں اسے اجرت پر کام کرنے پر مجبور کیا جائے گا تا کہ وہ اپنے ذمہ واجب قرض اور دوسری ذمہ داریوں مثلاً نفقہ وغیرہ کو ادا کر سکے۔ جمہور حنفیہ اور امام مالکؒ کی رائے میں قیدی کو کسب معاش کی اجازت نہیں دی جائے گی کیونکہ قید ڈرانے دھمکانے کے لیے مشروع ہے جب وہ کسب معاش میں لگ جائے تو ڈر اور خوف دور ہو جائے گا اور جیل اس کے لیے ایک کارخانہ کی طرح بن جائے گی۔(۱)

اس بارے جمہور کی رائے راجح معلوم ہوتی ہے کہ ایک تو قیدی کے لیے کوئی مشغولیت ہونی چاہیے دوسرا اسے بھی رقم کی ضرورت ہو سکتی ہے جس سے وہ اپنے گھر والوں کی ضروریات پورا کر سکے۔ جرم اس نے کیا ہے گھر والے دوہری سزا کیوں بھگتیں۔

ب۔ خرید و فروخت

قیدی اپنے مال سے خرید و فروخت کر سکتا ہے، کیونکہ قید اس کے تصرف کی اہلیت کو نہ تو باطل کرتی ہے اور نہ متاثر کیونکہ یہ قید بحق شرعی ہے، یہ اکراہ کے زمرے میں نہیں آتی ، ہاں جب کوئی قید ''بغیر حق شرعی'' ہو تو وہ اکراہ کے ذیل ہو سکتی ہے، اس کے نتیجے میں اکراہ کے ہٹنے کے بعد وہ خرید و فروخت سے متعلق اپنے تصرف کو فسخ کر سکتا ہے کیونکہ اکراہ کے نتیجے میں ہونے والی خرید و فروخت میں رضامندی کا فقدان ہے۔ جبکہ قیدی جو کہ حکومتی قید میں ہو گا، خرید و فروخت سے متعلق تصرف نافذ ہو گا اسی طرح اس کا ھبہ اور صدقہ وغیرہ سے متعلق تصرف نافذ ہو گا۔(۲)

ج۔ دوسرے کا اپنے ذمہ مال کا اقرار:

چونکہ قید اہلیت تصرف کو متاثر نہیں کرتی اس لیے اگر وہ قید کے دوران کسی دوسرے کا مال اپنے ذمہ ہونے کا اقرار کرتا ہے تو ایسا جائز ہے اور اس کا اقرار نافذ ہوگا اور اس کا اقرار اکراہ کے نتیجے میں متصور نہیں ہوگا جبکہ امام مالکؒ کی رائے میں مفلس ہونے کی صورت میں قید میں قیدی کا دوسرے کے حق میں اپنے اوپر مال کا اقرار جائز نہیں۔(۳) اگر غور کیا جائے تو امام مالکؒ کے نزدیک اقرار سے روکنے والی اور ناجائز کرنے والی شے قید نہیں بلکہ اس کا مفلس ہونا ہے۔ لہٰذا قیدی کا اقرار نافذ ہوگا۔

د۔ قیدی کا دوسرے کو ہبہ کرنا

ایسا قیدی جس کے بارے میں قوی اندیشہ ہو کہ اس کو کسی جرم کی سزا میں قتل کر دیا جائے گا ایسے قیدی کے بارے میں فقہاء کی رائے ہے اگر ایسا قیدی دوسرے کو اپنا مال ہبہ کرے تو اس کا ہبہ ایک تہائی مال تک میں سے درست ہوگا۔(۴) اس کا ہبہ ایک تہائی مال تک میں ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس قیدی کا معاملہ ایسے شخص کی مانند ہے جو مرض موت میں مبتلا ہو اس کا ہبہ کرنا ایسے ہے جیسے وہ اپنے مال میں وصیت کر رہا ہے۔ عبارت سے واضح ہے کہ ہبہ کا ایک تہائی تک محدود ہونے کے لیے شرط ہے کہ اسے اس جرم میں بعد میں سزائے موت ہو جائے۔

و۔ اہل و عیال پر انفاق

قیدی اپنے آپ پر یا اہل و عیال اور عزیز و اقارب پر اپنا مال خرچ کر سکتا ہے۔ اس کو اس سے روکا نہیں جا سکتا کیونکہ اہل و عیال پر خرچ کرنا تصرفات شرعیہ میں سے ہے اور قیدی کو تصرفات شرعیہ سے روکنا ناجائز ہے۔(۵) حنفیہ کے صحیح مذہب کے مطابق اگر قیدی حاکم کی جیل میں بغیر حق قید ہو تو اس کی بیوی نفقہ کی مستحق نہیں کیونکہ احتباس شوہر کی جانب سے نہیں اسی لیے حنابلہ کی رائے میں اگر عورت چاہے حق کے ساتھ یا بغیر حق قید ہو تو وہ نفقہ کی حقدار نہیں کیونکہ احتباس شوہر کی جانب سے نہیں ہے۔ اس لیے اسے نفقہ پر مجبور نہیں کیا جائے گا مگر شوہر کو انفاق سے روکا نہیں جا سکتا۔(۶)

ھ۔قیدی کو مالی تصرفات سے روکنا

اگر کوئی شخص قرض کی وجہ سے قید ہو اور قرض خواہ قاضی سے درخواست کریں کہ قیدی کو مالی تصرفات مثلاً اقرار ہبہ اور صدقہ وغیرہ سے روکا جائے تو صاحبین کی رائے میں قاضی کو اختیار ہے کہ وہ ایسا کر سکتا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قاضی کو یہ اختیار نہیں کہ اسے ان تصرفات سے روکے وہ اسے قرض کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے دوسری سزائیں دے سکتا ہے۔مگر تصرفات سے روکنا جائز نہیں۔(۷)

دونوں آراء پر غور کیا جائے تو صاحبین کی رائے وزنی معلوم ہوتی ہے کہ جن افراد کے حق کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے قید کیا گیا ہے۔قیدی ان کا حق ادا نہ کرے اور تبرعات کرتا پھرے،قاضی کو اس پر مالی تصرفات سے روکنے (حجر) کا اختیار ہونا چاہیے۔

فصل دوم

عائلی امور سے متعلق تصرفات

الف۔ بیوی کا حق زوجیت

حنابلہ اور اکثر حنفیہ کی رائے میں قیدی کو اپنی بیوی کے حق زوجیت کو ادا کرنے سے نہیں روکا جائے گا۔ اور قیدی کے لیے اس بات کو ممکن بنایا جائے گا کہ وہ اپنی بیوی سے خلوت میں مل سکے، قیدی کو جس طرح پیٹ کی شہوت پوری کرنے کی اجازت ہوتی ہے اسی طرح جنسی شہوت کی تکمیل کی بھی اجازت ہونی چاہیے جبکہ بعض نے اس کو مناسب انتظام کے ساتھ مشروط کیا ہے۔(۸)

مالکیہ اور بعض حنفیہ کی رائے ہے کہ قیدی کو قید کے دوران بیوی سے مجامعت کی اجازت نہیں اس کی ایک دلیل تو وہ یہ دیتے ہیں کہ یہ حوائج اصلیہ میں سے نہیں اور دوسرے قید سے مقصود تنگی ہے لذت کا موقع دینے سے تنگی جاتی رہے گی تو یہ قید کے مقاصد کے منافی ہے۔(۹)

اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی جیلوں کی اصلاح کے بارے میں اپنی سفارشات میں اس بات کی سفارش کی ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر قید میں ہو اور اس کی مدت چھ ماہ سے زائد ہو تو ہر چھ ماہ بعد اسے چند روز کے لیے پیرول پر رہا کیا جائے یا اس کی بیوی کو چند روز کے لیے شوہر کے ساتھ جیل میں ٹھہرنے کی اجازت دی جائے اس مقصد کے لیے فیملی کوارٹرز کا مناسب انتظام کیا جائے۔(۱۰)

کونسل کی مندرجہ بالا تجویز بہت مناسب ہے کیونکہ ایسا انتظام نہ ہونے سے جیلوں میں بہت زیادہ اخلاقی مسائل ہیں اور قیدی غیر فطری افعال وغیرہ کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ نظام رائج ہو جائے تو بہت سے اخلاقی مسائل پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ اس کی دلیل حضرت عمرؓ کے فعل میں بھی ملتی ہے کہ حضرت عمرؓ مدینہ میں رات کو حسب معمول گشت پر تھے کہ آپ کے کانوں میں ایک عورت کے اشعار کے الفاظ پڑے جو اس نے اپنے شوہر کے فراق میں کہے تھے۔ پوچھنے پر بتایا گیا کہ اس کا شوہر جہاد پر گیا ہوا ہے۔ آپؓ نے حضرت حفصہؓ سے پوچھا کہ

ایک عورت اپنے شوہر کے بغیر کتنا عرصہ رہ سکتی ہے؟ حضرت حفصہؓ نے حیرانی میں پوچھا آپ جیسا شخص مجھ سے ایسا سوال کرتا ہے، آپؓ نے فرمایا کہ میں نے اس لیے پوچھا ہے کہ اس کے ساتھ بہت سوں کا معاملہ متعلق ہے۔ پھر حضرت حفصہؓ نے جواب دیا کہ عورت چھ ماہ تک صبر کر سکتی ہے اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حکم جاری کر دیا کہ کوئی مجاہد چھ ماہ سے زیادہ گھر سے دور نہ رہے۔(۱۱)

مندرجہ بالا تجویز اور حضرت عمرؓ کا حکم تو عورت کو مدنظر رکھتے ہوئے دیے گئے تھے۔ موجودہ دور میں اس کا جائزہ لیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے اس دور میں جب کہ جنسی جذبات کو بھڑ کانے والے اسباب بہت زیادہ عام ہیں کیا ایک عورت چھ ماہ تک شوہر کے بغیر رہ سکتی ہے؟ عموماً تو ایسا نہیں ہے۔ یہ مدت کم ہونی چاہیے اور اگر مرد کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ مدت اور زیادہ کم کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس مسئلے کو ہر دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حل کرنا چاہیے، حکومت کو چاہیے کہ وہ ماہرین طب، نفسیات اور انسانیات پر مشتمل افراد کا بورڈ بنائے، جو اس بارے میں متعین کرے کہ قیدی کو کتنی مدت کے بعد اپنی بیوی سے ملنے کا موقع دیا جانا چاہیے کہ نہ تو قید کے مقاصد پر حرف آئے اور نہ مرد و عورت بداخلاقی میں مبتلا ہوں جہاں تک اس رائے کا تعلق ہے کہ قیدی سے بیوی کی ملاقات کا موقع دینا قید کے مقصد کے منافی ہے تو اس بارے میں اتنا کہا جا سکتا ہے کہ کسی فرد کو پابند کر دینا بذات خود بہت بڑی سزا ہے اور یہ کہاں تک مناسب ہے کہ ایک برائی کی وجہ سے قید ہونے والے کو دوسری برائی کی طرف راغب کر دیا جائے۔ لہٰذا قیدی کو اپنی بیوی سے خلوت میں ملنے کا موقع دینا چاہیے۔

ب۔ قیدی کی بیوی کا شوہر سے خلع طلب کرنا

شوہر جب بیوی کے حقوق ادا کرنے میں تقصیر کا مرتکب ہو، چاہے ارادے سے یا غیر ارادی طور پر تو بیوی کو حق حاصل ہے کہ وہ خلع یا فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کرے، لمبی قید کی صورت

میں شوہر بیوی کے حقوق ادا کرنے سے قاصر رہتا ہے لہٰذا لمبی قید خلع یا فسخ نکاح کا سبب بن سکتی ہے۔قید سے خود بخود نکاح ختم نہیں ہوتا۔حضرت عمر بن عبدالعزیز کا فرمان ہے: لاتنکح امراۃ الاسیر ابداً مادام اسیرا۔(۱۲)

البتہ اس بنیاد پر وہ خلع یا فسخ کا دعویٰ کر سکتی ہے(۶) اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خلع یا فسخ نکاح کا حق کتنی مدت کی سزائے قید پر حاصل ہوگا۔فقہ اسلامی کے نظائر کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ ایک سال سے زائد مدت کی قید پر اسے خلع کا حق حاصل ہوگا۔اس لیے کہ اگر کوئی عورت شوہر کے مرض کی وجہ سے طلاق طلب کرے کہ اس کا شوہر حق زوجیت ادا کرنے سے قاصر ہے تو قاضی ایک سال کی مہلت دے گا کہ شاید پورے سال کے کسی موسم اور حصے میں وہ مجامعت پر قادر ہو۔(۷) کسی مرض کی وجہ سے ایک سال کی گنجائش دی جا سکتی ہے تو قید کی وجہ سے بھی یہ گنجائش ہو سکتی ہے۔دوسری نظیر مفقود الخبر کی بیوی کی ہے،حنفیہ کی رائے میں وہ کبھی بھی کسی اور سے شادی نہیں کر سکتی جبکہ مالکیہ مصالح مرسلہ سے کام لیتے ہوئے چار سال بعد حکماً شوہر کو فوت شدہ قرار دے دیتے ہیں(۸) چار سال بعد عورت بیوہ کی عدت پورا کرنے کے بعد کسی اور سے شادی کر سکتی ہے۔اس نظیر کے مطابق چار سال تک بیوی کو انتظار کرنا ہوگا۔لہٰذا چار سال سے زائد قید کی صورت میں خلع کا حق حاصل ہونا چاہیے۔عموماً خلع یا فسخ نکاح کے دعویٰ کے لیے چار سال کی قید کی شرط ہونی چاہیے مگر خصوصی حالات میں کم مدت کی قید میں بیوی کو خلع کا حق حاصل ہوگا۔کیونکہ بعض افراد زیادہ حساس ہوتے ہیں اور خواہشات مختلف افراد میں کم یا زیادہ ہو سکتی ہیں۔

فسخ نکاح،خلع یا طلاق کی مفسدت سے بچنے کے لیے بہتر ہے کہ بیوی کو شوہر کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کی اجازت دی جائے اور ایسا کرنا ممکن بنایا جائے یا شوہر کو عبوری طور پر رہا کیا جائے کہ وہ کچھ دن اپنے اہل و عیال کے ساتھ گزار سکے۔طلاق کی نسبت بیوی کے ساتھ وظیفۂ زوجیت کی ادائیگی کے لیے گنجائش پیدا کرنا آسان ہے اور اسی میں مصلحت ہے۔

ج۔ قیدی کی بیوی کا شوہر کے مرض کے سبب دعوی فسخ نکاح

اگر کوئی عورت فسخ نکاح کا دعویٰ کرے کہ اس کا شوہر مرض کی بناء پر اس کا حق زوجیت کو ادا کرنے سے قاصر ہے تو قاضی ایک سال کی مہلت دے گا کہ شاید پورے سال کے کسی موسم اور حصے میں وہ مجامعت پر قادر ہو۔ اگر اس مہلت کے دوران شوہر قید میں ہو تو قید کا عرصہ اس مہلت میں شمار نہیں ہوگا(۹)۔ کیونکہ ایک سال کی مہلت ملنے کا مقصد تب پورا ہوگا جب کہ اس کی بیوی پورا سال اس کے ساتھ رہے گی۔ جبکہ قید کے دوران ایسا ممکن نہیں۔

د۔ قیدی کی قید کی مدت کا ایلاء میں شمار

اگر کوئی شوہر اپنی بیوی سے ایلاء کرے تو ایلاء سے رجوع وطی سے ہوسکتا ہے مگر جب شوہر ایلاء کے بعد یا پہلے قید میں اس وجہ سے وطی سے معذور ہو تو قید کا عرصہ اس کے رجوع کرنے کی مدت جو کہ چار ماہ ہے میں شمار ہوگا کیونکہ عذر شوہر کے اپنی جانب سے ہے عورت کی طرف سے نہیں۔(۱۰)

عورت کے قید میں ہونے کی صورت میں اسے اس بات کا حق نہیں کہ وہ شوہر سے رجوع کا مطالبہ کرے اور قید کی مدت چار ماہ کی مہلت کے عرصہ میں شمار ہو کیونکہ عذر عورت کی طرف سے ہے نہ کہ شوہر کی طرف سے لہٰذا چار ماہ کی مہلت کی مدت عذر دور ہونے کی صورت میں شروع ہوگی۔ قید کا عرصہ شمار نہیں ہوگا۔(۱۱)

ھ۔ قیدی کا ایلاء سے رجوع

جب ایلاء کرنے والا قید کے سبب وطی کے ساتھ رجوع کرنے سے قاصر ہو تو وہ زبان سے رجوع کرسکتا ہے کہ وہ کہے میں تمہاری طرف رجوع کرتا ہوں اور جب اس پر قادر ہوں گا تو مجامعت کروں گا یہ جمہور فقہاء عبداللہ بن مسعودؓ، جابر بن زیدؒ، نخعی رحمۃ اللہ علیہ، بصری رحمۃ اللہ علیہ، ابن شہاب

زہری رحمۃ اللہ علیہ، شعبی رحمۃ اللہ علیہ، نخعی رحمۃ اللہ علیہ، اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ، ابوسلمہ رحمۃ اللہ علیہ، ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔

بعض شافعیہ کہتے ہیں کہ وہ ایسے کہے کہ میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں اگر قدرت رکھتا تو مجامعت کرتا۔

بعض کی رائے میں اگر قید بحق ہے تو زبان سے رجوع نہیں ہوگا بغیر حق کی صورت میں زبان سے رجوع معتبر ہوگا جبکہ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ عذر کی حالت میں یا اس کے بغیر ایلاء سے رجوع صرف جماع سے ہوسکتا ہے۔ (۱۲)

و۔قیدی کی بیوی سے لعان اور بیٹے کی نفی میں تاخیر

لعان اور بیٹے کی نفی کرنے میں عدم تاخیر شرط ہے مگر قیدی کے لیے گنجائش ہے کہ وہ کچھ دیر کے لیے موخر کرسکتا ہے کیونکہ اسے اس سے روکنے والا عذر موجود ہے۔ اگر قید کی مدت کم ہے تو اس کی حاضری تک موخر کیا جاسکتا ہے قید طویل ہونے کی صورت میں وہ اپنے نائب کو حاکم کی طرف بھیجے گا جو اسے نافذ کرے گا۔ اگر وہ ایسا کرنے میں تاخیر کرے تو نفی ولد اور لعان کا حق ساقط ہو جائے گا اور یہ تاخیر نسب کے اقرار کرنے پر محمول کی جائے گی۔ (۱۳)

فصل سوم

سماجی امور سے متعلق تصرفات

قید کا مقصد قیدی کو معاشرے سے الگ کرنا ہے کہ اس کا تعلق عام معاشرے سے نہ رہے چونکہ قید ایک سزا ہے تو سزا تب ہی رہے گی جب اسے اجتماعی زندگی سے دور کر دیا جائے۔ اس لیے قیدی کو اپنے عزیز و اقارب سے ملاقات کی تو اجازت ہے مگر زیادہ دیر ان کا رکنا منع ہے۔ جس سے اس کی دلجوئی ہو۔(۱۴)

قیدی کو اپنے کام یا ذمہ داریوں کے لیے باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔ وہ جمعہ، عید، حج یا باجماعت نماز کے لیے جیل سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اس کو مریضوں کی عیادت، عزیز و اقارب کی زیارت اور دوسروں کی ضیافت پر نہیں جانے دیا جائے گا۔ قیدی کسی میت کی تجہیز و تکفین کے لیے باہر نہیں نکل سکتا اور نہ اسے جنازے میں شرکت کی اجازت ہے البتہ اپنے اصول یعنی باپ دادا اور اولاد کی جنازوں میں شرکت کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ ضامن پیش کرے جس کی ضمانت پر اسے رہا کیا جائے گا۔(۱۵)

قانون میں بھی اس بات کی گنجائش موجود ہے کہ حکومت کسی قیدی کو اس کے کسی عزیز کی وفات پر چند روز کے لیے پیرول پر رہا کر سکتی ہے تاکہ وہ اس کی آخری رسومات میں شرکت کر سکے۔(۱۶)

فصل چہارم

عدالتی امور سے متعلق تصرفات

الف۔قیدی کا دعویٰ

اگر قیدی کے حقوق دوسرے لوگوں کے ذمہ ہوں تو وہ اپنے حقوق کے حصول کے لیے دعویٰ دائر کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ اسے دعویٰ کے لیے نکالا جائے اور بعد میں دوبارہ قید کر دیا جائے یا قیدی اپنا وکیل مقرر کرے جو عدالت میں قیدی کی طرف سے دعویٰ کرے۔(۱۷)

ب۔قیدی کا اپنے خلاف دعویٰ کی سماعت کے لیے نکلنا

جب لوگوں کے کچھ حقوق قیدی کے ذمہ ہوں اور وہ اپنے حقوق کے لیے دعویٰ کر دیں تو قیدی کو اس بات کی اجازت ہوگی کہ وہ اپنے خلاف کیے گئے دعویٰ کی سماعت میں شرکت کرے اور جواب دعویٰ پیش کرے۔فقہاء نے اس کی صورت یہ بیان کی ہے کہ اگر وہ قاضی کی جیل میں ہو تو وہ قاضی کی عدالت میں خود پیش ہو کر سماعت کے بعد جواب دے سکتا ہے۔سلطان یا حاکم کی جیل میں ہونے کی صورت میں اگر حاکم اجازت نہ دے تو قیدی اپنے وکیل کو عدالت میں بھیج کر دفاع کر سکتا ہے۔(۱۸)

ج۔قیدی کی گواہی

گواہ قید میں ہونے کی صورت میں بھی اس کو اس بات کا حق ہے کہ وہ گواہی دے اس کے لیے اگر کوئی عذر نہ ہو تو وہ گواہی کے لیے عدالت لے جایا جائے گا بعد میں دوبارہ قید کر دیا جائے گا ورنہ اس کی گواہی پر گواہی (الشهادة على الشهادة) لی جائے گی۔یعنی وہ دو گواہوں کے

سامنے اپنی گواہی دے پھر وہ دو گواہ عدالت میں اس کی گواہی دیں گے ۔ امام مالک ، امام ابوحنیفہ، امام شافعی ، اور صاحبین کی رائے میں اصل گواہ کی گواہی پر قدرت ہونے کے باوجود گواہی پر گواہی جائز ہے۔ یہ ممکن تو ہے کہ قیدی خود آ کر گواہی دے وہ اس پر قادر ہے مگر عذر کے باعث وہ گواہی کے لیے خود نہیں آ سکتا۔(۱۹)

قانون میں صراحت موجود ہے اگر کوئی عدالت کسی دیوانی یا فوجداری مقدمہ میں کسی قیدی کی گواہی ضروری ہو تو عدالت جیل کے ذمہ دار کو قیدی کی پیشی کے لیے ہدایت کرے گی ۔(۲۰)

د۔قیدی کا اقرار

اگر قیدی جیل میں کسی امر کا اقرار کرے تو اس کا اقرار قبول ہوگا اور اسے نافذ کیا جائے گا۔ جیل میں کیا گیا اکراہ نہیں سمجھا جائے گا، اگر اس کی قید بحق ہو۔ بغیر حق قید میں کیا گیا اقرار مقر کے حق میں اکراہ سمجھا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں قید کے بعد اسے اقرار سے رجوع کا اختیار ہوگا۔(۲۱)

ھ۔ضمانت پر رہائی

جب کوئی تعزیر کے مقدمے میں قید ہو تو اسے ضمانت پر رہا کیا جا سکتا ہے کہ وہ ضامن پیش کرے جو مدعی علیہ کو عدالت میں پیش کرنے کی ذمہ داری لے۔ جبکہ حدود کے مقدمہ میں اسے ضمانت پر رہائی نہیں ملے گی۔ کیونکہ تعزیر حقوق العباد میں سے ہے اور حدود اللہ کا حق ہے۔(۲۲)

فصل پنجم

قید کی اخلاقی اقدار اور قیدی کے حقوق

قیدی کے حقوق

موجودہ دور ایک طرح سے حقوق کی آگاہی کا دور ہے۔ پہلے گفتگو ہو چکی ہے مغربی تہذیب آزادی کی علمبردار ہے اور سرمایہ دارانہ نظام نے انسان کا مقصدِ زندگی سرمایہ کا حصول اور بڑھوتری قرار دیا ہے اس مقصد کے حصول کے لیے انسان کو غرض کا بندہ بنا دیا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر اس مقصد کا حصول ممکن نہیں۔ اسی آزادی نے حقوق کی بحث کو چھیڑا ہے۔

عصرِ حاضر میں اسی تناظر میں بنیادی انسانی حقوق کے تحت قیدیوں کے حقوق پر بہت بحثیں ہوئی ہیں۔ اسی لیے سزاؤں میں انتقامی جذبے کی تسکین کی بجائے قیدیوں کی اصلاح اور انہیں دوبارہ عام انسانوں کی طرح زندگی گزارنے کے قابل بنانے کا مقصد پیش نظر رکھا جانے لگا ہے۔ (۲۳) سزائے موت کے خاتمہ کے مطالبات ہیں اور کچھ یورپین ممالک نے تو سزائے موت ختم بھی کر دی ہے۔ جسمانی سزاؤں مثلاً کوڑوں کو غیر انسانی سزائیں قرار دیا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں اتنی بات ہی کہی جا سکتی ہے کہ مغرب اس معاملے میں بھی عدم توازن کا شکار ہے۔ اس کے خیال میں صرف قیدی کے حقوق اہمیت کے حامل ہیں جبکہ مضروب اور متضرر فریق کے جذبات کی اور معاشرے کو پہنچنے والے نقصان کی چنداں اہمیت نہیں۔ اس فصل میں عصر حاضر میں قیدیوں کے حوالے سے اٹھنے والے اہم امور اور حقوق پر بحث کی جائے گی۔

الف۔ قیدی کے سیاسی حقوق

قید کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ قیدی کو سزا کے طور پر معاشرے سے کاٹ کر الگ ایک جگہ پر محصور کر دیا جائے۔ چونکہ انسان طبعاً اس حصار کو ناپسند کرتا ہے لہٰذا اس پابندی سے اسے اذیت

ہوتی ہے۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قیدی سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لے سکتا ہے؟ یہ مسئلہ بھی دور جدید کا ہے۔ پہلے ادوار میں اس طرح کے مسائل نہیں تھے کہ لوگ انتخابات میں امیدوار بنتے ہوں یا ووٹ دیتے ہوں۔

ووٹ دینے کا حق

موجودہ دور کا اہم مسئلہ قیدیوں کو ووٹ دینے کا حق دینے سے تعلق رکھتا ہے کہ قیدیوں کو ووٹ کا حق ہونا چاہیے کہ نہیں؟ اگر قید کا سبب صرف جرم کا الزام ہو یعنی حوالاتی قید ہو تو اسے اس حق سے محروم کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اسے ووٹ کا حق ہونا چاہیے۔حکومت اور انتظامیہ اس کی رائے وصول کرنے کا انتظام کریں۔

اگر قیدی کسی جرم میں سزا بھگت رہا ہو تو پھر اس کو ووٹ کا حق دینے کے مسئلے کو دو امور پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ایک گواہی اور دوسرے وکالت پر۔کسی امیدوار کو ووٹ دینا دراصل اس کی منصب کے لیے اہلیت پر گواہی دینا ہے۔حنفیہ کی رائے میں گواہ کے لیے صاحب اختیار ہونا شرط ہے۔یعنی گواہ میں ولایت کا ہونا یا اہلیت تصرف ہونا لازمی ہے۔جبکہ شافعیہ کے نزدیک عدالت گواہ کے لیے شرط ہے کہ گواہ فاسق نہ ہو یعنی کبائر سے اجتناب کرتا ہو اور صغائر پر اصرار نہ کرے۔(۲۴)

ظاہری طور پر شافعیہ کی رائے میں چونکہ گواہ کا عادل ہونا شرط ہے اس لیے وہ قیدی جو کسی اخلاقی جرم میں سزا کاٹ رہا ہو۔ووٹ دینے کا حقدار نہ ہوگا۔جبکہ حنفیہ کہتے ہیں کہ گواہ کے لیے شرط ولایت اور اس کا صاحب اختیار ہونا ہے اور قیدی میں تصرف کی اہلیت پائی جاتی ہے کہ اس کے معاہدات درست ہوتے ہیں۔اگر وہ کسی مقدمے میں گواہ ہو تو اسے عدالت میں پیش کیا جاتا ہے اور وہ گواہی دیتا ہے اس لیے اسے ووٹ دینے کا حق حاصل ہونا چاہیے۔

دوسری چیز جس پر ووٹ کو قیاس کیا جا سکتا ہے وہ وکالت ہے۔جب عوام کسی شخص کو ووٹ دے کر کسی منصب پر فائز کرتے ہیں تو وہ شخص عوام کے نائب کی حیثیت سے اجتماعی امور کو چلاتا

ہے تو دراصل وہ عوام کا وکیل اور نائب ہوتا ہے۔اس طرح ووٹ دینا کسی شخص کو وکیل بنانا ہے۔ تو ووٹ دینے کی اہلیت اس کی ہونی چاہیے جس میں اہلیت توکیل ہو یعنی وکیل بنانے کی یا دوسرے کو اپنا وکیل مقرر کرنے کی اہلیت وصلاحیت ہو۔فقہاء نے اہلیت توکیل کے لیے بلوغت اور عقل کو شرط قرار دیا ہے۔(۲۵)

اس لحاظ سے ووٹ دینے والے کے لیے عاقل اور بالغ ہونا ہی شرط ہے اور یہ شرائط قیدی میں پائی جاتی ہیں۔قید اس کی اس اہلیت پر اثر انداز نہیں ہوتی ۔وکالت پر قیاس کرتے ہوئے قیدی کو حق رائے دہی دیا جا سکتا ہے۔

مزید برآں ووٹ دینا بیعت کرنے سے مماثلت رکھتا ہے۔شریعت کی تعلیمات کی رو سے شوریٰ کے ممبران اور امام یا حکمران کا انتخاب اہل حل وعقد کریں گے مگر اس انتخاب پر عامة الناس سے بیعت لی جاتی ہے۔فقہاء نے بیعت کے لیے عقل اور بلوغت کے سوا کوئی اور شرط نہیں لگائی۔ان دلائل کی روشنی میں یہ بات اقرب الی الصواب معلوم ہوتی ہے کہ قیدی کو ووٹ یا رائے دہی کا حق حاصل ہونا چاہیے۔

انتخاب لڑنے کے حق

قیدی انتخابات میں ووٹ دے سکتا ہے تو کیا قیدی کسی منصب کے لیے امیدوار بن سکتا ہے یا نہیں؟ فقہاء نے قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں امام،شوریٰ اور اہل حل وعقد کے لیے جن شرائط کا ذکر کیا ہے۔ان میں عقل ،بلوغ ،اسلام،آزادی اور علم کے علاوہ عدالت بھی شرط ہے۔(۲۶)

لہٰذا قیدی اگر کسی الزام میں قید ہو تو جب تک اس پر جرم ثابت نہ ہو جائے وہ کسی بھی منصب کے لیے اہل ہے کیونکہ قاعدہ فقیہ ہے:الاصل براۃ الذمة(۲۷) ہر شخص ذمہ داری سے بری الذمہ ہے، جب تک اس پر الزام ثابت نہ ہو جائے بشرطیکہ اس قیدی میں بقیہ شرائط پوری ہوتی ہوں۔کسی جرم کے بغیر قید کیے گئے فرد کو بھی انتخاب لڑنے کا حق ہونا چاہیے کیونکہ حکومتیں

عموماً اپنے سیاسی مخالفین کو جھوٹے مقدمات میں پھنسوا کر قید کر دیتی ہیں۔

کسی جرم میں بطور سزا قید ہونا قیدی کو انتخاب لڑنے کے لیے نااہل قرار دلوا سکتا ہے۔ کیونکہ جرم ثابت ہونے پر اس کی عدالت پر اثر پڑتا ہے۔ اس میں اہلیت ولایت ہونے کے باوجود کسی منصب پر جائز ہونے کی صلاحیت نہیں رہتی۔ اس لیے قیدی کو انتخاب لڑنے کا حق نہیں البتہ قیدی کو دوسرے سیاسی حقوق مثلاً اجتماع کا حق، تقریر کا حق، اور جماعت بنانے کا حق نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ ان امور سے جیل کا نظم و نسق متاثر ہوگا۔

ب۔ قیدی کے عائلی حقوق

جب کسی شخص کو قید میں ڈالا جاتا ہے تو دراصل اسے اس کے خاندان سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عائلی معاملات کے حوالے سے قیدی کو کچھ حقوق حاصل ہیں یا نہیں، ان میں سے اہم امور پر بحث کی جائے گی۔

وظیفۂ زوجیت ادا کرنے کا حق

قید میں قیدی کو اگر وہ شادی شدہ ہے تو اس کو اپنی بیوی کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کرنے کا حق ہوگا یا نہیں؟ جیسا کہ پہلے تذکرہ گزر چکا ہے کہ بعض فقہاء کی رائے ہے کہ قیدی کو قید کے دوران بیوی سے ہم بستری کی اجازت نہیں کیونکہ قید کا مقصد تنگی ہے لذت کا موقع دینے سے تنگی نہیں رہے گی اور یہ مقاصد قید کے منافی ہیں۔ (۲۸)

جبکہ فقہاء کی اکثریت قیدی کو یہ حق دینے کی قائل ہے کہ جس طرح پیٹ کو شہوت پوری کرنے کی اجازت ہوتی ہے اسی طرح جنسی شہوت کی تکمیل کی اجازت ہونی چاہیے (۲۹) قیدی کو یہ حق دینا قید کے مقاصد کے منافی بھی نہیں اس لیے کہ قید بذات خود ایک سزا ہے، اگر کسی شخص کو دنیا کی تمام تعیّشات دے کر ایک جگہ پابند کر دیا جائے یہ بھی اس کے لیے اذیت ناک ہوگا۔ یہ درست ہے کہ قیدی پر پابندیاں ہونی چاہئیں۔ آزاد فرد اور قیدی میں فرق ہونا چاہیے۔ مگر

ضرورت کی وجہ سے قیدی کو کچھ حقوق دیے جانے چاہئیں اور یہ حق بھی اسی قبیل کا ہے۔

مزید یہ کہ جرم مرد نے کیا ہے، بیوی کو سزا کیوں ملے؟ بیوی کا حق بنتا ہے کہ شوہر اس کے حقوق ادا کرے۔ مرد جب حقوق ادا کرنے سے قاصر ہوگا تو بیوی اس بنیاد پر تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کرسکتی ہے۔ جس کی مضرتیں قیدی کو وظیفۂ زوجیت ادا کرنے کا حق دینے سے زیادہ ہے۔ یہ نسبتاً آسان ہے کہ قیدی اور اس کی بیوی کو خلوت مہیا کردی جائے۔ قیدی کو بے راہ روی سے بچانے کے لیے بھی یہ ضروری ہے کیونکہ موجودہ زمانے میں قیدی جیلوں میں جنسی خواہش کے جائز مواقع نہ ملنے کے نتیجے میں ہم جنسی یا کسی اور غیر فطری طریقے کی طرف راغب ہوجاتے ہیں۔ اسی لیے اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی سفارش کی کہ قیدی کو ہر چھ ماہ بعد اپنی بیوی کے ساتھ کچھ روز گزارنے کی اجازت دی جائے۔ اس مقصد کے لیے یا تو عبوری طور پر چھ روز کے لیے رہا کردیا جائے یا بیوی کو قیدی کے ساتھ جیل میں ٹھہرنے کی اجازت دی جائے اور اس کیلئے حکومت مناسب اقدام کرے۔ (۳۰)

اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر عمل کرنے سے قیدی اور جیل کے ماحول کی اصلاح میں بہت مدد مل سکتی ہے۔

نکاح کا حق

نکاح کرنا مسنون ہے، بلکہ بعض حالات میں فرد پر واجب ہوجاتا ہے جب نکاح نہ کرنے کے سبب گناہ میں ملوث ہونے کا یقین ہو۔ (۳۱) قیدی اگر شادی شدہ ہو تو اسے بیوی کے حقِ زوجیت ادا کرنے کا موقع دیا جانا چاہیے اور شادی شدہ نہ ہو تو شادی کی ضرورت ہونے پر قیدی کو نکاح کرنے کا بھی حق ملنا چاہیے اس لیے کہ نکاح کرنے کی اہلیت موجود ہے تو وہ نکاح کرسکتا ہے اسے بیوی سے خلوت میں ملنے کی اجازت بھی ہونی چاہیے، ان دلائل کی بنیاد پر جواو پر ذکر کیے جا چکے ہیں۔

اہل و عیال کا نفقہ

قیدی اگر مال دار ہو تو وہ اپنے مال میں سے اپنے اہل و عیال پر خرچ کر سکتا ہے کیونکہ اپنے اہل و عیال پر انفاق تصرفات شرعیہ میں سے ہے اور قیدی کو اہلیت تصرف حاصل ہے اس لیے اسے اس تصرف شرعی سے روکنا ناجائز ہے۔(۳۲)

حنفیہ کے صحیح مذہب کے مطابق اگر قیدی حاکم کی جیل میں بغیر حق قید ہو تو اس کی بیوی نفقہ کی مستحق نہیں کیونکہ احتباس شوہر کی جانب سے نہیں، یعنی ایسی صورت میں قیدی کو بیوی پر انفاق کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ مگر شوہر کو انفاق سے روکا نہیں جا سکتا (۳۳) اس لیے کہ وہ شرعی تصرف کر رہا ہے۔

اگر قیدی بغیر حق کے قید کیا گیا ہو یا الزام کی وجہ سے جیل میں ہو تو بیوی بچوں کا نفقہ بیت المال پر ہونا چاہیے یا جس نے بغیر حق کے قید کیا ہے۔ کسی جرم میں سزا بھگتنے کے لیے قید شخص مفلس ہو تو تب قیدی کے اہل و عیال کی کفالت بیت المال کی ذمہ داری ہونی چاہیے۔ اسکی ایک اور بہتر صورت یہ ہو سکتی ہے کہ قیدی جیل میں اجرت پر کام کرے، اس غرض کے لیے جیلوں میں صنعتیں قائم کی گئی ہیں۔ جمہور فقہاء نے قیدی کی اجرت پر کام کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ (۳۴) اس طریقے سے قیدی کے اہل و عیال کا خرچ چل سکتا ہے اور قیدی اپنے اہل و عیال پر انفاق کرنے کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکتا ہے اور یہ قید کے مقاصد کے منافی بھی نہیں ہے۔

ج۔ عزت نفس اور استحصال کا خاتمہ

اگرچہ قید کا مقصد مجرم کو آرام و آسائش پہنچانا نہیں۔ قید اس طریقے سے ہو کہ مجرم کو اذیت بھی ہو تاکہ آئندہ جرم سے تائب ہو۔ مگر اس کے ساتھ ذلت آمیز سلوک کرنا اور غیر انسانی ماحول میں رکھنا درست نہیں کیونکہ ضرورت سے زیادہ دباؤ انسان کو باغی بنا دیتا ہے۔ مجرم اصلاح کی طرف مائل ہونے کی بجائے ردعمل میں ضد پر اتر آتا ہے۔ نتیجہ کے طور پر جیل سے اصلاح کی

بجائے جرم کی دلدل میں مزید پھنس کر نکلتا ہے۔ خصوصاً پاکستانی جیلوں میں قیدیوں کے ساتھ وہ سلوک ہوتا ہے جو فاتح قوم مفتوح قوم کے ساتھ کرتی ہے۔ جیلوں میں وہی نظام چل رہا ہے جو انگریز نے محکوم قوم کے لیے وضع کیا تھا۔

جیل میں داخلے کے ساتھ ہی قیدی کے ساتھ وحشیانہ طرز عمل کا آغاز ہو جاتا ہے۔ قیدی کو بے جا مار پیٹ کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اور یہ مار پیٹ سزا کا حصہ نہیں ہوتی بلکہ جیل انتظامیہ قیدیوں پر اپنا رعب و دبدبہ قائم رکھنے کے لیے ایسا کرتی ہے۔ صاحب ملاحظہ کے نام پر گھنٹوں پاؤں کے بل بٹھایا جاتا ہے۔ اس بے جا تشدد اور غیر انسانی سلوک کا کوئی جواز نہیں۔ بلکہ یہ قید کے مقاصد و اہداف کو حاصل کرنے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

جیلوں میں قیدیوں کی تعداد قواعد وضوابط میں بیان کی گئی تعداد سے کم از کم تین گنا زیادہ ہے۔ اس طرح جیل میں نظم و نسق، صفائی ستھرائی اور مناسب خوراک کے مسائل جنم لیتے ہیں۔ قیدیوں کا بنیادی حق ہے کہ جیل کے اندر کا ماحول رہنے کے قابل ہو۔ اس کے لیے جیل میں قیدیوں کا مناسب تعداد میں ہونا لازمی ہے۔ اس کا یہ حل نہیں کہ مزید جیلیں بنا دی جائیں۔ بلکہ قیدیوں کی تعداد کو کم کرنا ہوگا۔ جیل میں قیدیوں کی تعداد کا زیادہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ موجودہ دور میں ہر جرم کی سزا قید ہے۔ پہلے تو یہ قدم اٹھانا چاہیے کہ سزائے قید صرف ضرورت کے تحت دی جائے اور حوالاتی قید تو نہ ہونے کے برابر ہو۔ اس سلسلے میں مغرب میں جاری معاشرے کی خدمت Community Service سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔ خصوصاً پاکستان کی جیلوں میں قیدیوں کی ایک قابل ذکر تعداد ایسی ہے جو بغیر کسی جرم کے معمولی الزامات میں بند ہے۔ یہ استحصال کی بہت بڑی نوعیت ہے۔ اس کا ازالہ ضروری ہے۔ اس کے لیے لازمی ہے کہ آفیشل وزیٹرز (۳۵) جیلوں کے بہت زیادہ دورے کریں اور قیدیوں کے حالات جانیں اور بغیر جرم کے اور عدم پیروی کی وجہ سے قید قیدیوں کی رہائی کا سامان کریں۔ حکومت کو چاہیے کہ بڑی تعداد میں نان آفیشل وزیٹرز مقرر کرے تاکہ اس سلسلے پر قابو پایا جاسکے۔ فقہاء نے جیل حکام کی بنیادی ذمہ داری قرار دی ہے کہ وہ جیل کے امور کی نگرانی کرتے رہیں اور جو قیدی رہائی کا مستحق ہو اسے رہا کریں کوئی شخص ایک دن بھی جیل میں نہ گزارے کیونکہ جیل عذاب ہے۔ (۳۶)

ایک اور مسئلہ خوراک کا ہے۔ قیدیوں کو جیل مینوئل کے مطابق قطعاً خوراک نہیں ملتی بلکہ جیل کے قواعد میں درج خوراک کا آدھا حصہ بھی قیدیوں کو ملے تو ان کے حالات سدھر سکتے ہیں قواعد وضوابط تو پھر بھی اچھے ہیں مگر عمل کی دنیا میں ان قواعد کی نہیں چلتی ،ایک تو جیل کا بجٹ بہت کم ہوتا ہے اور دوسرے جو ملتا ہے کرپشن کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے۔ قیدیوں کا حق ہے کہ ان کو معیار اور مقدار میں پوری خوراک ملے۔ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ (۱۶) فقہاء اسلام نے بھی اس کو حکومت کی ذمہ داری قرار دیا ہے کہ وہ قیدیوں کو سامان خورد ونوش اور موسم کے مطابق کپڑے بہم پہنچائے اور مسلمان حکمران ان تعلیمات پر عمل کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔ (۳۷)

جیلوں میں استحصال کی ایک شکل یہ ہے کہ عورتوں کی جیل عموماً الگ نہیں ہوتی بلکہ جیلوں میں عورتوں کے لیے ایک حصہ مخصوص ہوتا ہے۔ جن کے لیے الگ زنانہ سٹاف بھی ہوتا ہے۔ مگر مردانہ سٹاف کا عمل دخل ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں بہت سے اخلاقی مسائل جنم لیتے ہیں اور زنانہ قیدیوں کا مختلف طریقوں سے استحصال ہوتا ہے، اس میں جیل کے ملازمین اور بااثر قیدی ملوث ہوتے ہیں۔ (۳۸) اس لیے عورتوں کو اس زیادتی سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ عورتوں کے لیے الگ جیلیں ہوں۔ مزید یہ کہ مردوں کی نسبت عورتوں کو قید کرنے کے سلسلے میں مزید احتیاط کی ضرورت ہے۔

نابالغ قیدیوں کا بھی حق بنتا ہے کہ انہیں جیل کی بجائے الگ جگہ پر رکھا جائے اور ان کی اصلاح کا سامان کیا جائے کیونکہ بلوغت سے پہلے اگر وہ جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں تو ان کو قید کرنے میں سزا کے عنصر سے زیادہ اصلاح کا پہلو غالب ہونا چاہیے۔ جبکہ جیلوں میں ان کے ساتھ زیادتی کے واقعات عام ہیں۔ ان کے ساتھ ہونے والے اس غیر فطری، غیر انسانی سلوک اور استحصال کا خاتمہ ہونا چاہیے، غرض جیل میں قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی اور غیر انسانی سلوک کا سد باب کیا جائے تاکہ جیل کا ماحول ایسا ہو جس میں قیدی کی اصلاح ہو سکے، بجائے اس کے کہ وہ تذلیل اور استحصال کے ماحول میں ضد کا شکار ہو کر معاشرے کے خلاف جرم کا ارادہ لے کر جیل سے باہر آئے۔ لہذا جیلوں میں قیدیوں کی تعداد کم کی جانی چاہیے ان کی خوراک و پوشاک کا خیال رکھا جائے۔ اور ان پر کیے جانے والے بے جا تشدد کا سلسلہ بند ہو۔ اور جو قیدی قانونی

طور پر ضمانت پر رہائی کے مستحق ہیں مگر ضمانت کی قدرت نہیں رکھتے انہیں آسان شرائط پر رہا کر دیا جائے۔

د۔ مرکز بحالی برائے قیدی

قید کا مقصد مجرم کو سزا بھگتنے کے نتیجے میں اس قابل بنانا ہوتا ہے کہ وہ دوبارہ معمول کی زندگی گزار سکے۔ اگر کسی وجہ سے اس سے جرم سرزد ہو گیا تو یہ نہ ہونا چاہیے کہ اس کا عام لوگوں کی طرح زندگی گزارنا ناممکن ہو جائے۔ زیادہ تر مجرم نفسیاتی مریض ہوتے ہیں ان کے جرم کرنے کے پیچھے کوئی نہ کوئی نفسیاتی الجھن ہوتی ہے۔ خصوصاً عادی مجرم تو مکمل نفسیاتی مریض ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ جیل کا عمومی ماحول بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ جیلوں میں قیدیوں کی بحالی کے مراکز قائم کیے جائیں۔ جن میں قیدیوں کے طبعی اور نفسیاتی مسائل کو ماہرین کی راہنمائی میں حل کیا جائے۔ اس طرح عادی مجرموں کو جرائم کی دنیا سے باہر نکلنے میں مدد ملے گی اور دوبارہ عام انسانوں کی زندگی گزارنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ (۳۹) موجودہ زمانے میں جیلوں میں ان مراکز کا وجود کہاں بلکہ طبی سہولتوں کا بھی بہت فقدان ہے۔ جیل میں میڈیکل افسروں کا تقرر ہوتا ہے۔ ہسپتال بھی موجود ہوتا ہے مگر عام قیدیوں کو اس کا فائدہ نہیں پہنچتا۔ بلکہ با اثر قیدی مشقت اور جیل کی سختی سے بچنے کے لیے بیمار بن کر ہسپتال داخل ہو جاتے ہیں اور عام قیدیوں کا حق مارتے ہیں۔ (۴۰) لہٰذا ضروری ہے کہ تمام قیدیوں کو مناسب طبی سہولتیں فراہم کی جائیں۔

قیدیوں کی اصلاح اور بحالی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جائے۔ اور خصوصاً ان کی اخلاقی تربیت کے لیے دینی تعلیم کا انتظام ہو۔ کیونکہ موجودہ دور میں خاص طور پر جرائم کی بہت بڑی وجہ دین اور دینی تعلیمات سے دوری ہے۔ دینی تعلیم کے نتیجے میں قیدی ان اخلاقِ فاضلہ کی طرف راغب ہو سکتے ہیں۔ اس غرض کے لیے صرف یہ کافی نہیں کہ قرآن ناظرہ پڑھا دیا جائے بلکہ اسلام کی تعلیمات سے بھی روشناس کروایا جائے جو انہیں دوبارہ جرم کے ارتکاب سے روک سکیں گی اور جیل میں ان کا رویہ بھی درست ہو سکتا ہے۔ جن کا تعلق انسان کی عملی زندگی سے ہے ان کو اجاگر کیا جائے۔ عیسائیوں میں وعظ و نصیحت کے لیے ہر

اتوار یا دری جیل میں آتے ہیں مگر مسلمانوں کو دین کی طرف راغب کرنے کے لیے کوئی اہتمام نہیں، اس کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر عمل کیا جائے۔ (۴۱)

ھ۔ پیرول پر رہائی

پیرول سے مراد کسی قیدی کو حقیقی ضرورت کی وجہ سے مشروط طور پر چند روز کے لیے رہا کر دینا ہے۔ (۴۲) اس ضرورت کے پورا ہونے پر یا مدت پورا ہونے پر قیدی دوبارہ واپس قید کر دیا جاتا ہے۔

قیدی کو اجتماعی زندگی سے دور کر دیا جاتا ہے۔ اسے اجتماعی عبادتوں اور رشتہ داروں کو ملنے اور عیادت کرنے کی اجازت نہیں ہوتی اور نہ کسی کی تجہیز و تکفین کے لیے جیل سے باہر آ سکتا ہے نہ جنازے میں شرکت کر سکتا ہے، مگر فقہاء نے اسے ضامن پیش کرنے پر اصول و فروع یعنی باپ دادا اور اولاد کے جنازے میں شرکت کی اجازت دی ہے۔ (۴۳) چنانچہ بہت زیادہ ضرورت کے وقت قیدی کا حق ہے کہ اسے عبوری طور پر مشروط رہائی دی جائے۔ اس کے علاوہ قید کے دوران بہتر رویہ اپنانے اور اپنی اصلاح کرنے پر بھی معاشرے کی خدمت کا کام سونپا جا سکتا ہے کہ وہ جب سر انجام دے دے تو اس کی بقیہ سزا معاف کر دی جائے۔

پیرول پر رہا کرنے کی ایک وجہ وہ بھی ہو سکتی ہے جسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ جیل میں قیدی کو بیوی سے خلوت میں ملنے کا موقع نہ دیا جا سکتا ہو یعنی ایسا انتظام ممکن نہ ہو تو قیدی کو چھ ماہ یا کم سے کم مدت کے بعد پیرول پر رہا کر دیا جائے تاکہ وہ کچھ روز اپنے بیوی بچوں کے ساتھ گزار سکے۔

۶۔ قیدی کا حقِ دفاع

قیدی اگر الزام میں قید ہو تو اسے اپنے اوپر عائد الزام کو غلط قرار دینے کے لیے اپنا دفاع کرنے کا پورا حق ہوگا کہ جیل سے نکل کر عدالت میں جا کر دعویٰ کی سماعت میں شریک ہو اور

جواب دعویٰ پیش کر سکے۔ حاکم اسے جیل سے باہر نکلنے کی اجازت نہ دے تو وکیل کے ذریعے دفاع کر سکتا ہے۔ (۴۴) بہر حال اسے اپنے دفاع کا حق ہوگا۔

اس کے علاوہ قیدی پر کوئی اور فریق دعویٰ کر دے تو بھی وہ دفاع کا حق رکھتا ہے، قیدی کو اپنے خلاف ہوئے فیصلے کے خلاف اپیل کا حق ہوگا۔

وہ مختلف بنیادوں پر جو قانون میں دی گئی ہیں اسی عدالت یا بالائی عدالت میں اپیل دائر کر سکتا ہے۔ اس غرض کے لئے اسے اپنا وکیل مقرر کرنے کی بھی اجازت ہے۔ مزید یہ کہ قیدی دوسرے لوگوں سے اپنے حقوق کے حصول کے لیے بھی دعویٰ کا حق رکھتا ہے۔ (۴۵)

اگر اسے دفاع اور اپنے حقوق کے لیے دعویٰ نہ دیا جائے تو یہ اس کے حقوق کے ضیاع پر منتج ہوگا جو نا جائز ہے۔

عصر حاضر میں قیدی کے حقوق کے سلسلے میں اٹھنے والے سوالات کے بارے میں ہم جان چکے ہیں کہ شریعت کی رو سے قیدی کو سیاسی حقوق میں سے ووٹ کا حق حاصل جبکہ حوالاتی قید کی صورت میں انتخابات میں بھی حصہ لے سکتا ہے جبکہ اسے اجتماع، تقریر اور جماعت سازی کا حق حاصل نہ ہوگا۔ (۴۶) عائلی حقوق میں اسے بیوی کا حق زوجیت ادا کرنے کے مواقع دینا شریعت کی رو کے مطابق ہے۔ نیز اسے اپنے خاندان پر انفاق کرنے کی اجازت ہوگی جبکہ ناحق قید کی صورت میں انفاق کی ذمہ داری قید کرنے والے پر ہوگی۔ نکاح کی ضرورت ہونے پر قیدی کا نکاح کر دینا چاہیے۔ (۴۷)

قیدی کے حقوق میں یہ بھی بہت اہم امر ہے کہ قیدی کی تذلیل نہ ہو، اسے انسانوں کی طرح رکھا جائے، اس غرض کے لیے بے جا تشدد اور گنجائش سے زیادہ قیدیوں سے احتراز کیا جائے، ان کی خوراک و پوشاک کی ضرورتیں پوری کی جائیں۔ قیدیوں کی نفسیاتی اور طبی بحالی کو پیش نظر رکھا جائے تاکہ دوبارہ اچھے شہری کی حیثیت میں زندگی گزارنے کے قابل بن سکیں۔ ضرورت کے وقت قیدی کو پیرول پر رہائی کا حق ہو نیز اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کا دفاع کرنے کے پورے پورے مواقع فراہم کیے جائیں۔ (۴۸)

حوالہ جات

۱۔ الدرالمختار مع حاشیہ ۵/ ۳۷۸، ۳۷۹، المغنی لابن قدامہ ۴/ ۴۹۵، المدونۃ ۴/ ۶۱

۲۔ بدائع الصنائع ۷/ ۱۷۴، المغنی لابن قدامہ ۴/ ۴۸۴، جواہر الاکلیل ۱/ ۳۴۰، تبصرۃ الحکام ۱/ ۲۶۶، بلغۃ السالک ۲/ ۳۴۴

۳۔ بدائع الصنائع ۷/ ۱۷۴، تبصرۃ الحکام ۱/ ۲۶۶، المدونہ ۴/ ۷۸

۴۔ المغنی لابن قدامہ ۶/ ۸۸ اور حاشیہ ابن عابدین ۶/ ۲۶۱

۵۔ بدائع الصنائع ، ۷/ ۱۷۵

۶۔ حاشیہ ابن عابدین ۳/ ۵۷۸، الانصاف ۹/ ۳۸۱

۷۔ بدائع الصنائع ، ۷/ ۱۷۴

۸۔ حاشیہ ابن عابدین ۳/ ۳۳۳، ۵/ ۳۷۷، فتح القدیر ۵/ ۴۷۱، المغنی ۷/ ۳۴۔۳۵

۹۔ تبصرۃ الحکام ۲/ ۲۰۵، حاشیہ ابن عابدین ۵/ ۳۷۷، فتح القدیر ۵/ ۴۷۱

۱۰۔ سالانہ رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل ۸۲۔۱۹۸۱ء، ص: ۶۳

۱۱۔ المغنی ۷/ ۳۱

۱۲۔ طبقات ابن سعد، ۴/ ۳۲

۱۳۔ حاشیہ ابن عابدین، ۳/ ۴۳۹

۱۴۔ الف)۔ حاشیہ ابن عابدین ۳/ ۴۹۸

۱۵۔ الدرالمختار ۴/ ۲۹۳، ردالمختار، ۴/ ۲۹۵

۱۶۔ حاشیہ ابن عابدین، ۳/ ۴۹۸

۱۷۔ المغنی ، ۷/ ۳۲۱، امیر علی، سید (مترجم)، فتاوی عالمگیری (اردو ترجمہ فتاوی ہندیہ) حامد اینڈ کمپنی لاہور، ۲/ ۵۰۲

۱۸۔ الام ۵/ ۲۹۲

۱۹۔ المغنی ۷/ ۳۲۷، الام ۵/ ۲۹۳، حاشیہ ابن عابدین ۳/ ۴۳۲، فتاوی عالمگیری ۲/ ۵۰۳

۲۰۔ المغنی ۷/ ۴۲۵، ۴۲۶، الانصاف ۹/ ۲۵۷

۲۱۔ الدرالمختار ۵/ ۷۷، المبسوط ۲۰/ ۹۰، بدائع الصنائع ۷/ ۱۷۴

۲۲۔ الدرالمختار مع حاشیہ ۵/ ۳۷۸، المبسوط ۲۰/ ۹۰، بدائع الصنائع ۷/ ۱۷۴، فتح القدیر ۵/ ۴۷۱

۲۳۔ M. Anwar Ghuman, Legal Dictionary with Law Terms and Phrases, Lahore. P-213

۲۴۔ حاشیہ ابن عابدین، ۵/ ۳۷۸، ۵۱۲

۲۵۔ حاشیہ ابن عابدین، ۵/ ۳۷۸، ۵۱۲، ۵۱۳، المغنی ۹/ ۴۹، تبصرۃ الحکام، ۱/ ۳۰۴

۲۶۔ الدرالمختار ۵/ ۴۹۹، حاشیہ ابن عابدین ۵/ ۵۱۲، المغنی ۹/ ۲۰۷، الانصاف، ۱۲/ ۹۰

۲۷۔ The Prisoners Act, 1900, Sec.35-37

۲۸۔ تبصرۃ الحکام، ۱/ ۲۶۶، بلغۃ السالک ۲/ ۳۴۴

۲۹۔ بدائع الصنائع ، ۷/ ۶۵

۳۰۔ James B. Jacobs, New Perspectives on Prison and Imprisonment, P.33

۳۱۔ الھدایۃ ۳/ ۷، مختصر المزنی، ص: ۳۱۰

۳۲۔ بدائع الصنائع، ۶/ ۲۰

۳۳۔ ابو یعلی، ص: ۵۰۴

۳۴۔ الاشباہ والنظائر لابن نجیم، ص: ۵۹

۳۵۔ تبصرۃ الحکام، ۲/ ۲۰۵، حاشیہ ابن عابدین، ۵/ ۳۷۷

۳۶۔ المغنی، ۷/ ۳۴، ۳۵، فتح القدیر ۵/ ۴۷۱

۳۷۔ سالانہ رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل، ۸۲۔۱۹۸۱ء، ص: ۶۳

۳۸۔ بدائع الصنائع ۲/ ۲۲۸، مغنی المحتاج، ۲/ ۱۳۵

۳۹۔ الدر المختار، ۵/ ۳۷۸، المغنی، ۴/ ۴۹۵، المدونہ، ۴/ ۶۱

۴۰۔ روز نامہ جنگ لاہور، مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۹۷ء

۴۱۔ روز نامہ جنگ لاہور، مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۹۷ء

۴۲۔ David Garland, Punishment and Modern Society, P.4

۴۳۔ روز نامہ جنگ لاہور، مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۹۷ء

۴۴۔ سالانہ رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل، ۸۲۔۱۹۸۱ء، ص: ۲۶۳

۴۵۔ Legal Dictionary, P.213

۴۶۔ بدائع الصنائع، ۷/ ۴۷۱، المبسوط، ۲۰/ ۹۰، فتح القدیر ۵/ ۴۷۱، حاشیہ ابن عابدین ۵/ ۳۷۸

۴۷۔ حاشیہ ابن عابدین، ۵/ ۳۷۸، ۵۱۲، المغنی، ۹/ ۴۹

۴۸۔ حاشیہ ابن عابدین، ۵/ ۳۷۸

باب ہفتم

جیل اور اس کے متعلقات

ا۔ قید خانہ کی شرعی حیثیت

ب۔ قید خانہ میں قیدیوں کی تقسیم

ج۔ جیل کے قواعد و ضوابط

د۔ جیل کے حکام کے اوصاف

ھ۔ جیل کی اصلاح کے لئے تجاویز

جیل کی شرعی حیثیت

الف۔ قید خانہ کی شرعی حیثیت:

جمہور فقہاء کے نزدیک حکمران کے لیے جائز ہے کہ وہ قید کے لیے ایک مقام کو مخصوص کرے جسے قید خانہ کہا جاتا ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: وجعلنا جهنم للكافرين حصيرا (۱) یعنی ہم نے کافروں کے لیے جہنم کو قید خانہ بنایا، جہنم سزا کی جگہ ہے، جسے اللہ قید خانہ قرار دے رہا ہے، اس کا مطلب ہے کہ قید خانہ سزا کے لیے مناسب جگہ ہے، جیسے سورہ یوسف میں ارشاد ہے کہ الا ان يسجن او عذاب اليم (۲) یہاں اللہ تعالیٰ نے قید خانہ کا عذاب الیم کے ساتھ ذکر فرمایا معلوم ہوا کہ قید خانہ سخت سزاؤں میں سے ہے کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ سے رہائی کو احسان سے تعبیر فرمایا ہے، جب وہ فرماتے ہیں وقد احسن لي اِذ اخرجني من السجن (۳) اوراس میں شک نہیں کہ لمبی قید عذاب ہے اسی لیے فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا لا جعلنك من المسجونين (۴)

روایت ہے کہ رسول ﷺ نے حضرت سعدؓ کے فیصلے کے بعد بنو قریظہ کو ایک خاص مقام بنت حارث کے گھر قید کیا تھا، حضرت عمرؓ نے مکہ میں قید خانہ بنایا تھا جو صفوان بن امیہ کا مکان تھے جسے حضرت عمرؓ کے عامل نافع بن عبدالحرث نے چار ہزار درہم میں خریدا تھا، مزید برآں اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا قید خانہ تھا کیونکہ آپ نے حطیہ نامی شاعر کو ہجو کہنے پر اور ضبیع التمیمی کو بعض قرآنی الفاظ مثلاً الذاریات، المرسلات اور النازعات وغیرہ کے بارے الٹے سیدھے اعتراضات کرنے پر قید کیا تھا اسی طرح حضرت عثمان نے ضابی بن حارث کو قید خانہ میں ڈالا تھا۔ علیؓ بن ابی طالب کی جیل کوفہ میں تھی جسے آپ نے پہلے بانسوں سے تعمیر کرایا تھا جس کا نام نافع رکھا جب چوروں نے اس میں نقب لگائی تو پختہ جیل تعمیر کی جس کا نام مخیس رکھا، اس

کے علاوہ عبداللہ بن زبیرؓ کی جیل مکہ میں تھی اس کے علاوہ ایک اور جیل تھی جسے سجن عارم سے موسوم کیا جاتا ہے جہاں بیعت نہ کرنے پر محمد بن حنفیہ کو قید کیا تھا۔ مالکیہ نے جیل کا جواز مصالح مرسلہ سے ثابت کیا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین نے اس پر اس طرح عمل کیا ہے کہ اس کا تعلق ایسے امور سے ہو جو مطلق ہیں یعنی ان کے اعتبار کی دلیل پہلے موجود نہیں جیسے قرآن کا لکھنا وغیرہ، جب کہ دوسرے فقہاء کے نزدیک قید خانہ کا قیام مستحب ہے۔(۵)

بعض حنابلہ جن میں ابن قیمؒ شامل ہیں کی رائے میں حاکم کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ قید کے لیے ایک مخصوص جگہ بنائے کیونکہ شرعی قید کے لیے ضروری نہیں کہ قیدی کو کسی تنگ جگہ محصور کر دیا جائے بلکہ قید تو صرف شخص کو پابند کرنا ہے اور اس کو اپنی مرضی سے تصرف کرنے سے روکنا ہے اس کے لیے برابر ہے کہ وہ کسی گھر میں یا مسجد میں یا خود قرض خواہ کی تحویل میں پابند ہو، رسول ﷺ کے زمانہ قید اسی طرح ہوتی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق کے دور میں بھی قید خانہ موجود تھا۔(۶)

ب۔قید خانہ میں قیدیوں کی تقسیم

قید خانہ میں قیدیوں کو جنس عمر اور جرم کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ رکھا جاتا ہے۔

ا۔جنس کے اعتبار سے قیدیوں کی تقسیم

پاکستانی قانون کے مطابق عورتوں کو جیل میں مردوں سے الگ رکھا جاتا ہے جہاں ممکن حد تک مردوں سے اختلاط نہ ہو۔(۷)

فقہاء نے بھی اس کو لازمی قرار دیا ہے کہ فتنہ سے بچنے کے لیے عورتوں کو مردوں سے الگ قید کیا جائے بلکہ ان کے لیے الگ قید خانہ ہو جس پر خدا خوفی رکھنے والے نگران مقرر کیے جائیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے امراء لشکر کو ہدایات دیتے ہوئے حکم دیا کہ عورتوں کے لیے علیحدہ قید خانہ بناؤ

۲۔عمر کے اعتبار سے قیدیوں کی تقسیم:

پاکستانی جیل کے قوانین کے مطابق قیدیوں کو عمر کے اعتبار سے مندرجہ ذیل درجوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

i۔ ۱۸ ر سال سے کم عمر والے قیدی

ii۔ ۱۸ ر سال سے زیادہ اور ۲۱ ر سال سے کم عمر والے قیدی

iii۔ ۲۱ ر سال سے زیادہ عمر والے قیدی

مندرجہ بالا تینوں درجوں کے قیدیوں کو الگ الگ رکھا جاتا ہے۔(۸)

کم سن مجرموں کے لیے ریفارمیٹری سکول کا قیام حکومت کے اختیار میں ہے عدالت اگر مناسب سمجھے تو کم سن مجرم کو عام جیل کی بجائے ریفارمیٹری سکول میں رکھنے کا حکم دے سکتی ہے جہاں اسے تین سے سات سال تک کے لیے رکھا جا سکتا ہے۔(۹)

فقہاء کی رائے میں اگر کوئی نابالغ مالی معاملات کی وجہ سے قید ہو تو اس کی قید سزا کے طور پر نہیں بلکہ تادیب کے لیے ہوگی تاکہ آئندہ سے اسے سبق ہو ایسا فعل نہ دہرائے جبکہ بعض حنفیہ کی رائے ہے کہ اسے جیل میں اسی طرح رکھا جائے گا جیسا کہ عام مرد کو رکھا جاتا ہے۔(۱۰)

اگر کوئی نابالغ کسی جرم کا ارتکاب کرے تو جمہور فقہاء کے نزدیک اسے سزا کے طور پر نہیں بلکہ تادیباً قید کیا جائے گا کیونکہ وہ سزا کا اہل نہیں اس لیے جیل میں اس کے ساتھ بالغ جیسا سلوک نہیں ہوگا، لہٰذا اسے الگ رکھا جائے گا مثلاً اگر کوئی بچہ ارتداد کا مرتکب ہوا سے قتل نہ کیا جائے گا کیونکہ قتل سزا ہے اور وہ سزا کا اہل نہیں لہٰذا صرف اسے توبہ پر مجبور کرنے کی غرض سے جیل میں رکھا جائے گا اسی طرح اگر کوئی صبی ممیّز غصب اور چوری وغیرہ کرتے تو اسے صرف اصلاح کے لیے اور معاشرے کے فساد سے روکنے کے لیے تادیباً قید کیا جائے گا مزید برآں وہ بچے جو اہل قتال میں سے نہ ہوں پکڑے جائیں تو انہیں صرف جنگ ختم ہونے تک قید میں رکھا جائے گا مختصر یہ کہ نابالغ مجرموں کے ساتھ مختلف سلوک کرنے کا حکم ہے۔ لہٰذا انہیں دوسروں

سے ممیز اور الگ رکھا جائے گا۔(۱۱)

حنابلہ کی رائے بیان کرتے ہوئے مرادوی فرماتے ہیں کہ یفعل به کما یفعل بالرجل وهو المذهب(۱۲)

یعنی حنابلہ کی رائے میں اسے الگ نہیں رکھا جائے گا بلکہ بالغوں کے ساتھ ہی رکھا جا سکتا ہے۔

۳۔حوالاتی اور قیدی کے اعتبار سے تقسیم

پاکستانی جیلوں میں مجرموں کو ملزموں سے الگ رکھا جاتا ہے (۱۳) وہ افراد جن کو جرم ثابت ہونے پر سزا ہو چکی ہو قیدی اور جن کے مقدمات زیر سماعت ہوں حوالاتی کہا جاتا ہے جیل میں دونوں کو الگ رکھا جاتا ہے۔

فقہاء نے بھی مجرم اور ملزم کی قید میں تمیز کی ہے ،ملزم کی قید مجرم کی طرح نہیں ہوگی بلکہ فقہاء کے ہاں ہمیں دو طرح کی جیلوں کا ذکر ملتا ہے، ایک سجن القاضی او دوسری سجن السلطان ، سجن القاضی وہ جیل ہے جس میں سماعت کے دوران کسی شخص کو محبوس کیا جاتا ہے، جیسا کہ موجودہ دور میں حوالات یا جوڈیشل لاک اپ ہوتی ہے سجن السلطان میں فیصلہ کے بعد مجرم کو رکھا جاتا ہے۔(۱۴)

۴۔دیوانی اور فوجداری قیدیوں کے اعتبار سے تقسیم

فوجداری مقدمات اور دیوانی مقدمات میں سزا یافتہ قیدی کی نوعیت مختلف ہوتی ہے لہٰذا پاکستانی قوانین کے تحت جیل میں دونوں طرح کے قیدیوں کو الگ الگ رکھا جاتا ہے۔(۱۵)

فقہاء نے بھی تجارتی امور اور دوسرے جرائم میں قید افراد میں فرق رکھا ہے کہ قرض کی وجہ سے قید فرد کو نہ پیٹا جائے اور نہ باندھا جائے اور اسے اس جگہ قید نہ کیا جائے جہاں چور بند کیے جاتے ہیں۔(۱۶) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے امراء کو لکھا؛ واذ حبست قوما فی دین

فلاتجمع بینهم و بین اهل الدعارات فی بیت واحد (۱۷)

۵۔قیدیوں کے عادی اور غیر عادی ہونے کے اعتبار سے تقسیم

عادی و پیشہ ور اور پہلی بار یا حادثاتی طور پر جرم کے مرتکب لوگوں میں بہت فرق ہے ان سب لوگوں کو ایک جگہ جمع کر دینا مناسب نہیں اسی لیے پاکستانی قوانین کے تحت عادی و پیشہ ور مجرموں کو دوسرے قیدیوں سے الگ بند کیا جاتا ہے۔(۱۸) فقہاء بھی عادی و پیشہ ور اور خطرناک جرائم میں ملوث قیدیوں اور عام مجرموں میں فرق کرتے ہیں ۔ ان کی رائے میں خطرناک مجرموں کی کڑی نگرانی کی جانی چاہیے۔(۱۹)

۶۔اجتماعی قید اور قید تنہائی

پاکستانی جیلوں میں قیدیوں کو عام طور پر اجتماعی طور پر بند کیا جاتا ہے، ایک ہی درجہ کے قیدیوں کو ایک احاطہ میں ملنے جلنے پر پابندی نہیں ہوتی مگر عدالت ضرورت محسوس کرنے پر کسی کو قید تنہائی میں رکھنے کا حکم دے سکتی ہے۔(۲۰)

شریعت میں بھی قید عموماً اجتماعی ہوتی ہے مگر فقہاء کے ہاں اس بات کی طرف اشارات ملتے ہیں کہ اگر قاضی ضرورت محسوس کرے تو وہ کسی قیدی کو علیحدہ بند کر سکتا ہے کہ کوئی اس سے مل نہ سکے تاکہ اس کا دل توبہ کے لیے پسیج جائے یا دوسرے اس سے محفوظ رہ سکیں۔(۲۱)

۷۔قید بامشقت اور قید محض

پاکستانی قوانین کے مطابق ایک وہ قیدی ہیں جنہیں قید بامشقت ہوئی ہو اور دوسرے وہ جنہیں قید محض ہوئی ہو(۲۲) شریعت میں بھی اس بات کی گنجائش موجود ہے کہ قید کے ساتھ ساتھ اسے دوسری سزائیں بھی دی جائیں عدالت کسی مجرم کو قید کے ساتھ مشقت وغیرہ کی سزا دے

سکتی ہے۔(۲۳)

پاکستانی جیل قوانین کے تحت قیدیوں کی ایک اور تقسیم بھی ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ اعلیٰ درجے کے قیدی ان میں اے اور بی کلاس کے قیدی ہوتے ہیں یہ درجہ انہیں حکومت کی طرف سے تعلیم یا پیشہ وغیرہ کے اعتبار سے دیا جاتا ہے۔

۲۔ عام درجے کے قیدی

۳۔ سیاسی قیدی

جیل میں ان تمام درجوں کے قیدیوں کو الگ الگ رکھا جاتا ہے اعلیٰ درجے کے قیدی اور سیاسی قیدیوں کو عام قیدیوں کی نسبت زیادہ مراعات حاصل ہوتی ہیں۔(۲۴)

عہد اسلامی میں عباسیوں سے قبل تمام افراد کے لیے جیلیں ایک جیسی ہوتی تھیں، یعنی ان میں ان کے معاشرتی مرتبے کی وجہ سے کوئی تمیز نہیں کی جاتی تھی، کم جرائم والے کو عادی مجرم کے ساتھ ایک ہی جیل میں رکھا جاتا تھا مگر جب تہذیب وتمدن نے ترقی کی تو قیدیوں میں امتیاز کیا جانے لگا۔ مجرموں کے لیے علیحدہ علیحدہ جیلیں بنائی گئیں ان میں مجرموں کو ملزموں سے الگ کر کے رکھا جاتا تھا، دین کو نقصان پہنچانے والوں کے لیے الگ جیل ہوتی جو زندیقوں کی جیل سے مشہور تھی تاکہ وہ دوسرے قیدیوں کے درمیان دین کے بارے شکوک وشبہات نہ پھیلا سکیں اور کبھی سیاسی قیدیوں کو بھی اسی میں رکھا جاتا۔ مصر میں ایک جیل خزانہ البنود کے نام سے تھی جس میں حکمرانوں اور گورنروں وغیرہ کو رکھا جاتا تھا۔(۲۵)

ج۔ جیل کے قواعد وضوابط

ا۔ جیل میں داخلہ

جب بھی کسی شخص کو عدالت کے حکم پر جیل میں بند کرنے کے لیے لایا جائے گا تو اسے

رجسٹر کیا جاتا ہے اس کی زائد اشیاء نقدی وغیرہ دفتر میں جمع کر لی جاتی ہیں اور اسے بستر اور برتن جاری کیے جاتے ہیں، پھر الاٹ شدہ کوٹھری میں بھیج دیا جاتا ہے۔(۲۶)

فقہاء نے بھی اس کو لازم قرار دیا ہے کہ جیل کے حکام قیدیوں کے نام، قید کا سبب اور مدت قید رجسٹر میں درج کریں گے تاکہ اس کے مطابق جیل میں اس کے ساتھ سلوک کیا جائے اور مدت کی تکمیل پر اسے رہا کیا جا سکے۔(۲۷)

۲۔ جیل میں قیدیوں کا معمول

طلوع آفتاب سے ایک گھنٹہ پہلے بگل بجتے ہیں قیدی بیدار ہو جاتے ہیں اور، بستر وغیرہ سمیٹتے ہیں اور گنتی کے بعد دروازے کھول دیے جاتے ہیں، تمام قیدیوں سوائے ان کے جنہیں کوٹھڑیوں میں بند رکھنے کا حکم ہو، کو سورج طلوع ہونے سے آدھ گھنٹے پہلے کوٹھریوں سے باہر نکالا جاتا ہے، اس کے بعد قیدی لیٹرین جاتے ہیں اور وضو وغیرہ کرنے کے بعد فجر کی نماز ادا کرتے ہیں، ناشتہ کرنے کے بعد وہ جیل کے احاطہ میں گھومنے پھرنے کے لیے آزاد ہیں۔ قید بامشقت پانے والوں کو ناشتہ کرنے کے بعد گروپس کی صورت میں کام کے لیے لے جایا جاتا ہے۔ دوپہر کا کھانا ۱۱ بجے دیا جاتا ہے اور سردیوں میں تین بجے، اور گرمیوں میں ۴ بجے شام تک کام ہوتا ہے، شام کو گنتی کے بعد دوبارہ کوٹھڑیوں میں بند کیے جاتے ہیں اور رات کا کھانا کوٹھڑیوں میں ہی ملتا ہے۔(۲۸)

شرعی نقطہ نظر سے قیدیوں کے معمولات میں بہتری کی گنجائش موجود ہے۔

سورج طلوع ہونے سے آدھ گھنٹہ پہلے موقع فراہم کیا جاتا ہے کہ وہ لیٹرین جائیں اور وضو کے بعد نماز ادا کریں اس طرح وقت میں نماز کی ادائیگی کا امکان بہت کم رہ جاتا ہے نیز دیگر معمولات کے جدول میں نماز بنیادی حیثیت نہیں رکھتی اور نہ اس طرف ترغیب کے لیے کوئی نظام موجود ہے بلکہ باجماعت نماز کا تو اہتمام ہی نہیں، دو نمازیں تو کوٹھڑی کے اندر آتی ہیں،

غرض جیل میں قیدیوں کا جو شیڈول بنایا گیا ہے اس میں نماز کی طرف راغب نہیں کیا جاتا ہے بلکہ نماز کی ادائیگی ایک مشکل امر بن جاتا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش بھی موجود ہے کہ قیدیوں کو نماز باجماعت کے اہتمام کی سہولت دی جائے اور درس قرآن کا باقاعدہ انتظام کیا جائے۔ (۲۹)

۳۔ تفریح و کھیل

جن دنوں قیدیوں کو کام کے لیے نہیں لے جایا جاتا، ان کو احاطے میں چلنے پھرنے، گپ شپ لگانے کی اجازت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ان ڈور کھیل مثلاً کیرم، لڈو اور چیس وغیرہ کھیلنے کی اجازت ہے، اس کے علاوہ آؤٹ ڈور کھیل جیسے کبڈی، فٹ بال، والی بال وغیرہ، ایک گھنٹہ کھیل سکتے ہیں۔ جیل میں اجازت لے کر ریڈیو اور ٹیلی وژن رکھا جاتا ہے۔ (۳۰)

۴۔ ملاقات

قیدیوں اور حوالاتیوں سے اس کے ملاقاتیوں کی مناسب وقفے اور مناسب حالات میں ملاقات کروائی جاتی ہے اور ملاقاتیوں کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔ (۳۱)

عام قیدیوں سے ہفتہ میں دو بار ملاقات کی اجازت ہوتی ہے، ملاقات کے لیے جیل میں ڈیوڑھی کے پاس جگہ مخصوص ہوتی ہے۔ جبکہ موت کی سزا کے منتظر قیدیوں سے ملاقات ان کی کوٹھڑی میں ہی ہوتی ہے۔

شریعت میں قیدی کے اقارب اور عزیزوں کو اس سے ملاقات کی اجازت ہے تاکہ وہ مشورہ وغیرہ کر سکیں۔ مگر زیادہ دیر تک ٹھہرنے کی اجازت نہیں کیونکہ اس سے قیدی کی دلجوئی ہوگی جو قید کے مقاصد کے منافی ہے۔ (۳۲)

۵۔صفائی ستھرائی

جیل میں تمام جگہیں کوٹھڑیاں، بیرک راستے وغیرہ صاف ستھرے رکھے جائیں گے، ہر احاطہ میں علیحدہ دن کے استعمال کی لیٹرین ہوگی۔ جن میں نشستوں کی تعداد، احاطہ میں موجود لوگوں کے دس فیصد سے کم نہ ہوگی، کوٹھڑیوں کے اندر جہاں ممکن ہو فلش سسٹم ہوگا ورنہ پچھلی دیوار کے ساتھ اس مقصد کے لیے جگہ بنائی جائے گی اور ہر صبح صفائی ہوگی۔ قیدیوں کے رہنے کی جگہ ہوا، اور روشنی کا گزر ہوگا، سردیوں میں کوٹھڑیوں کے آگے شٹر لگائے جائیں گے تاکہ سخت سردی سے محفوظ رہیں اور گرمیوں میں پنکھے فراہم کیے جائیں گے۔(۴۳)

جہاں تک مندرجہ بالا رولز کا تعلق ہے، ان پر عمل شاذ ہی ہوتا ہے، ایک تو احاطہ میں موجود لیٹرین کی نشستیں کم ہوتی ہیں، اس پر تعفن اور بدبو بہت زیادہ ہوتی ہے، لیٹرین کے آگے دروازے کا تصور نہیں جس سے ستر پوشی ناممکن ہے کچھ عرصہ قبل تک تو ان لیٹرینوں میں فلش سسٹم نہیں تھا، اب بڑے شہروں کی جیلوں میں فلش سسٹم ہے۔

صرف موت کے منتظر قیدیوں کی کوٹھڑیوں میں فلش سسٹم ہے، اس طرح قیدیوں کی اکثریت گندگی کے ساتھ ہی پوری رات گزارتی ہے جبکہ کوٹھڑی میں ستر پوشی اور بھی زیادہ ناممکن ہے، نیز غسل کے لیے کوئی اہتمام نہیں ہے۔ اگر کسی نے غسل کرنا ہے تو احاطہ میں موجود نلکے سے غسل کرے گا، اس لیے اسلامی نظریاتی کونسل نے سفارش کی تھی کہ جیل خانہ جات میں طہارت اور غسل اور طبی سہولتوں کا مناسب اہتمام کیا جائے۔(۴۴)

۶۔قیدیوں کی تعداد

قانون کے مطابق ایک کوٹھڑی میں مناسب تعداد میں قیدی رکھے جائیں گے کہ ہر قیدی کو عموماً ۳۱ مربع میٹر جگہ حصے میں آئے، کسی کوٹھڑی یا بیرک میں قیدیوں کو رکھنے سے پہلے ڈاکٹر اس جگہ کا معائنہ کر کے طبی لحاظ سے مناسب ہونے کی تصدیق کرے گا، قیدی زیادہ ہونے کی صورت میں قیدیوں کو دوسری جیل میں منتقل کر دیا جائے گا۔ یا عارضی ٹینٹوں میں رکھا جائے گا، ہر

ماہ کی آخری تاریخ کو انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات کو قیدیوں کی تعداد اور گنجائش کے بارے میں آگاہ کیا جائے گا۔(۳۵)

جو گنجائش سے زیادہ قیدیوں کو دوسری جیلوں میں منتقل کرے گا یا کوئی دوسری عارضی جگہ جیل کے لیے مہیا کرے گا۔(۳۶)

یہ تو رہی قانون کی بات حقیقت میں اس لحاظ سے جیلوں کی صورتحال بہت مخدوش ہے، پنجاب بھر کی ۲۸ جیلوں میں اس وقت قیدیوں اور حوالاتیوں کی موجودہ تعداد ۷۰/ ہزار سے زیادہ ہے جبکہ ان جیلوں میں اسیران کو رکھنے کی گنجائش ۲۶۶۶۵ ہے۔ اس طرح جیلوں میں گنجائش کی نسبت تین گنا قیدی موجود ہیں، ان کو بھیڑ بکریوں کی طرح رکھا جاتا ہے، صرف لاہور کا جائزہ لیں تو لاہور کی سنٹرل جیل میں گنجائش ۱۰۴۳ کی ہے جبکہ ۲۶۶۸ قیدی موجود ہیں اور ڈسٹرکٹ جیل میں گنجائش ۹۹۴ اور ۳۴۹۹ قیدیوں کو رکھا گیا ہے۔ پاکستان کمیشن نے بھی اس صورتحال پر تشویش کا اظہار کیا ہے اور جیل ریفارم کمیٹی نے ۳۷ ہزار قیدیوں کی رہائی کی سفارش کی ہے۔(۳۷)

۷۔ تعلیم و تربیت

ان پڑھ قیدیوں کو پرائمری تک تعلیم کے لیے کم از کم ایک گھنٹہ دینا لازمی ہے۔ اسی طرح مذہبی تعلیم بھی لازمی ہے جو قیدی اعلیٰ تعلیم کے خواہش مند ہوں، ان کو اس کے لیے سہولت فراہم کی جاسکتی ہے، جیل میں لائبریری بھی ہوتی ہے جس سے کتب لی جاسکتی ہیں، ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو اختیار ہے کہ وہ اعزازی اساتذہ کا تقرر کرے جو مذہبی اور اخلاقی تعلیم دیں ان کو ہفتہ میں ایک بار جیل میں لیکچر دینے کی اجازت ہوتی ہے۔(۳۸)

۲۱/سال سے کم عمر قیدیوں کو اگر عدالت چاہے تو بورسٹل اداروں میں بھیجنے کا حکم دے سکتی ہے جہاں انہیں صنعتی اور دوسری تعلیم دی جائے گی۔(۳۹)

عملاً جیل میں تعلیم اور نہ تربیت کی طرف توجہ دی جاتی ہے، جیل انتظامیہ اپنا فرض صرف نظم

ونسق کو سنبھالے رکھنا سمجھتی ہے ورنہ تعلیم اور تربیت دونوں کے لیے جیل میں کچھ نہ کچھ فضا بنائی جا سکتی ہے۔ اس میں فنڈز کا ہونا بھی ایک سبب ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے نظام میں بہتری کے لیے سفارش کی کہ جیلوں میں اسلامی اور اخلاقی تعلیم کا معقول بندوبست کیا جائے اور قیدیوں کے اخلاق کو سنوارنے اور ان کو نیکیوں کی طرف راغب کرنے کے لیے مناسب اقدامات کیے جائیں مختصر یہ کہ قیدیوں کی قید کے دوران تغذیب کی بجائے تہذیب کا خیال رکھا جائے تا کہ وہ باہر آ کر مفید شہری بن سکیں۔(۴۰)

پاکستان لاء کمیشن نے قیدیوں کو تعلیم خصوصاً پروفیشنل اور ٹیکنکل ایجوکیشن دینے پر زور دیا ہے تا کہ وہ رہائی کے بعد خود روزگار یا ملازمت کے قابل ہو سکیں، کمیشن نے تعلیم حاصل کرنے والے قیدیوں کی سزا میں کمی کی بھی سفارش کی ہے۔(۴۱)

۸۔ خوراک

جیل قوانین کے مطابق انسپکٹر جیل خانہ جات حکومت کی منظوری سے خوراک کی مقدار مقرر کرتا ہے جو ہر قیدی کو اپنے درجے کے اعتبار سے دی جاتی ہے اور اسے اس مقدار میں وقفے وقفے سے تبدیلی کا اختیار حاصل ہے۔ ہر قیدی کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ اپنے لیے مقرر کردہ راشن وصول کرے سوائے اس کے کہ وہ ذاتی ذرائع سے راشن حاصل کرے، اگر وہ ذاتی ذرائع سے بھی راشن حاصل کرے گا تو ان میں بھی وہی اشیاء شامل ہوں گی جو اس درجے کے قیدیوں کے لیے منظور شدہ ہیں جب میڈیکل آفیسر کسی قیدی کے بارے میں محسوس کرے کہ کوئی خوراک اس کے لیے مناسب نہیں تو وہ تحریری حکم کے ذریعے اس کی غذا میں تبدیلی کر سکتا ہے۔(۴۲)

فقہاء نے حکومت کی ذمہ داری بیان کی ہے کہ وہ قیدیوں کو غذا فراہم کرے اور سردی اور گرمی کے کپڑے دے، امام ابو یوسفؒ نے خلیفہ وقت ہارون الرشید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ عمل نہ کیا جائے کہ قیدیوں کو زنجیروں میں جکڑا ہوا باہر پھرایا جائے تا کہ لوگ ان پر

صدقہ کریں اور وہ جیل میں اس سے اپنی خورد و نوش کا سامان فراہم کریں۔ اے امیر المومنین خلفاء قیدیوں کو سامان خورد و نوش اور موسم کے مطابق کپڑوں کے لیے مال دیتے رہے ہیں اور سب سے پہلے یہ کام حضرت علیؓ نے عراق میں سرانجام دیا، پھر معاویہؓ نے شام میں اور پھر ان کے بعد آنے والوں نے یہ کام کیا اور یہ رقم ان کو ماہوار دی جاتی ہے۔ (۴۳)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور کا ذکر کرتے ہوئے موسیٰ لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے وہاں قیدیوں کو ماہوار راشن ملتے دیکھا ہے اور ان کو سردیوں میں ایک جوڑا اور گرمیوں میں ایک جوڑا کپڑوں کا دیا جاتا ہے۔ (۴۴)

د۔ جیل کے حکام کے اوصاف

فقہاء نے حکام جیل خانہ جات کے لیے ضروری کچھ صفات کا ذکر کیا ہے، ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ امانت دار

جیل کے ذمہ دار کے لیے ضروری ہے کہ وہ امین ہو، جس پر بھروسہ کیا جا سکے کیونکہ وہ فرد ہے جس کے سپرد بہت سے افراد اور وسائل کیے جاتے ہیں، ان میں اگر امانتداری نہ ہو تو بہت سے لوگوں کے حقوق متاثر ہوں گے کہ جو کچھ قیدیوں کے لیے ہوگا خود لے جائیں گے۔ (۴۵)

اس بارے میں حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ:

الا ترانی کیسا مکیسا

بنیت بعد نافع مخیسا

حصنا حصینا و امینا کیسا

امین سے حضرت علی کی مراد وہ داروغہ ہے جو مخیس (ان کی جیل) پر تعینات ہو (۴۶)

حضرت علیؓ اپنی جیل کے ذمہ دار کی صفت بیان کر رہے ہیں کہ وہ امین ہو، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے امراء کو ہدایات دیتے ہوئے کہا کہ جیل پر ایسے فرد کو ذمہ دار بناؤ جس پر بھروسہ ہو اور وہ رشوت نہ لے۔(۴۷)

جیل قوانین کے مطابق جیل کے کوئی افسر قیدیوں کے ساتھ کاروباری معاملہ نہیں کر سکتا اور نہ وہ جیل کے ٹھیکوں میں ملوث ہوگا کیونکہ ایسا کرنے سے وہ دیے گئے وسائل واختیارات سے انصاف نہیں کر سکے گا۔(۴۸)

۲۔ ذہین وفطین

جیل کے ذمہ دار کے لیے ذہین وفطن اور معاملہ فہم ہونا بھی بہت ضروری ہے، یہ صفت تو ہر منتظم کے لیے لازمی ہے کہ جس نے بے شمار لوگوں سے نپٹنا ہے اور کام لینا ہے وہ ان اوصاف سے عاری ہو تو جیل کا انتظام نہیں چلا سکتا، اسی لیے حضرت علیؓ نے داروغہ جیل کے لیے جن صفات کا ذکر کیا ہے، ان میں ایک الکیس ہے، جس سے مراد ذہانت وفطانت، عقل اور حسن معاملگی ہے۔(۴۹) یعنی جیل کے ذمہ دار میں ذہانت وفطانت ہو کہ وہ معاملات خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکے۔

۳۔ نیک اور صالح

جیل کے ذمہ دار کے لیے نیک اور صالح ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ ایسی جگہ ہے جہاں قیدیوں کی تعذیب کے علاوہ تہذیب کی بھی ضرورت ہے، اگر ذمہ دار میں ہی نیکی اور صالحیت کا فقدان ہو تو وہ دوسروں میں نیکی اور بھلائی کیسے پروان چڑھا سکتا ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وول ذلك رجلا من اهل الخير و الصلاح (۵۰) یعنی جیل کا ذمہ دار نیک اور صالحین میں سے ہو۔

۴۔ نرم خو

جیل کے ذمہ دار کے لیے سخت گیری کے ساتھ ساتھ نرم خوئی سے کام لینا بھی لازمی ہے کہ

وہ قیدیوں پر ظلم نہ کرے اور سختی میں اتنا آگے نہ نکل جائے کہ قیدیوں کے لیے جائز امور کو بھی ناجائز قرار دے۔(۵۱)

جیل قوانین اس بارے میں واضح ہیں کہ کوئی افسر ایسا رویہ نہیں اپنائے گا جس سے قیدیوں میں بے چینی پیدا ہو اسے ہر شکایت کا بغور جائزہ لینا چاہیے اور اپنی ذمہ داری میں سختی کے ساتھ ساتھ قیدیوں سے مشفقانہ رویہ رکھے۔(۵۲)

۵۔قوی وجسیم

جیل پر مقرر کیے گئے افراد کو جسمانی طور پر مضبوط ہونا چاہیے تاکہ جیل میں قید افراد پر ان کا رعب ودبدبہ ہو ان پر نگرانی آسان ہو اور نظم ونسق برقرار رہے۔اسی لیے مسلمانوں کے اوائل میں جیل پر ایسے افراد کو رکھا جاتا ہے جو جسمانی طور پر قوی ہوں جیسے سبابجہ ایک سندھی قوم تھی جنہیں لڑنے کے لیے اجرت پر رکھا جاتا تھا، بصرہ کی جیل پر ان لوگوں کو نگران بنایا گیا تھا۔(۵۳)

ھ۔جیل کی اصلاح کے لیے تجاویز

اصلاح کی تجاویز دینے سے پہلے جیل کے بارے میں عام شکایات کا تذکرہ مناسب ہوگا جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔جیلوں میں قیدیوں کا گنجائش سے زیادہ ہونا

۲۔خوراک کا معیار اور مقدار میں کم ہونا

۳۔صحت وصفائی کا فقدان

۴۔بیت الخلاء اور غسل کا نامناسب انتظام

۵۔چھوٹے سے جرائم کے الزام میں سالوں بند رہنا

۶۔قیدیوں سے ذلت پر مبنی سلوک

۷۔ تعلیم و تربیت کی طرف سے عدم توجہی

۸۔ بداخلاقی و بے راہ روی

۹۔ رشوت کا عام ہونا

۱۰۔ نماز با جماعت کا انتظام نہ ہونا

۱۱۔ معمولی جرائم کے مرتکب افراد

اصلاح کے لیے تجاویز

۱۔ قید کی سزا ضرورت کے تحت دی جائے۔ اس طرح نہ ہو جیسا کہ آج کل ہر جرم کی بنیادی سزا قید ہے۔ اس سے جیلوں میں قیدیوں کی تعداد گنجائش سے بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ جس سے انتظام و انصرام اور تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دینا ناممکن ہو جاتا ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ہارون الرشید کو لکھا کہ اگر آپ حدود خداوندی جاری فرما دیں تو پھر قیدیوں کی تعداد بہت کم ہو جائے گی اور فاسق و فاجر و ظالم کے قلوب میں خوف جگہ حاصل کرے گا اور وہ جرائم سے باز رہیں گے۔ (۵۴)

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں کہ قید کی سزا میں بھی یہ امر ملحوظ رکھنا ہوگا کہ یہ سزا اس کے حق میں اصلاح اور تادیب کا سبب ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر اس سزا کا اجراء جائز و صحیح نہ ہوگا بلکہ کسی دوسری سزا کی جانب توجہ دینا ہوگی۔ جدید قوانین میں قید کی سزا کو عام طور پر اختیار کیا جاتا ہے۔ جو سوائے قتل عمد ہر قسم کے جرائم میں دی جاتی ہے خواہ وہ کتنے ہی شدید و خطرناک قسم کے جرائم ہوں، اس سزا کو ان کے لیے کافی تصور کیا جاتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر میں یہ سزا ثانوی درجہ رکھتی ہے اور اس کا اجراء صرف اوسط درجے کے جرائم میں کیا جانا چاہیے۔ نیز یہ سزا حاکم کی اختیاری سزاؤں میں شمار کی جاتی ہے۔ لازمی سزا نہیں، خواہ حاکم یہ سزا دے یا نہ دے۔ اس کو اختیار حاصل ہوتا ہے۔ غیر مفید ہونے کی صورت میں اس کا اجراء ناجائز شمار ہوتا ہے۔ (۵۵)

پاکستان کے سابق چیف جسٹس مسٹر اے آر کارنیلیس نے سڈنی میں ماہرین قانون کے

ایک بین الاقوامی اجتماع میں غیر مسلم ہونے کے باوجود مروجہ تعزیراتی نظام اور سزائے قید پر تنقید کی اور اسلامی فوجداری قانون کی حمایت کرتے ہوئے متبادل سزاؤں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عہد حاضر کے قانونی نظام میں قید کی سزا بھی جرائم میں کمی کے بجائے افزائش کا موجب ہے۔ جیلوں کو اصلاح و تربیت کے مقصد کے تحت قائم کیا جاتا ہے مگر وہ جرائم کی تربیت کا ذریعہ بن گئی ہیں۔ جیل میں نو گرفتاروں کو تجربہ کار استاد میسر آجاتے ہیں۔ جیل مجرم کو معاشرے سے کاٹ کر اور معاشرتی دباؤ سے آزاد کر کے تجربہ کار مجرموں کی ہمہ وقتی تحویل میں دے دیتی ہے۔ جن کے ساتھ وہ شب و روز گزارتا ہے۔ اگر جیل کی بجائے وہ معاشرے میں رہے جہاں جرم کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے تو اس کی اصلاح کے امکانات زیادہ ہو سکتے ہیں۔ جیل کی ایسی کوئی مثال حوالے کے لیے بھی مشکل سے پیش کی جا سکتی ہے کہ کوئی شخص جیل سے نکل کر سدھرا ہوا اور اس لحاظ سے اتنا بھاری بھرکم ادارہ جیسا کہ جیل کا ادارہ ہے مکمل طور پر بے کار ثابت ہوا ہے۔

وہ مزید بیان کرتے ہیں کہ آج ایسا دور ہے کہ دنیا بھر میں عام آدمی کا اپنے روزمرہ اخراجات حاصل کرنا مشکل ہو رہا ہے، ارتکاب جرم کے صلہ میں قید کی شکل میں اعلیٰ ترین سہولیات کا حصول ارتکاب جرم کا محرک بن گیا ہے۔ اگر چہ یہ کہنا کہ قیدی کی سزا جرم کی حوصلہ شکنی کے لحاظ سے مکمل طور پر بے کار ہو گئی ہے تو کچھ مبالغہ ہو گا مگر اس کے باوجود ذہین آدمی کی طرف سے یہ مطالبہ کہ اسے جیلوں پر اٹھنے والے بے پناہ اخراجات کے بوجھ سے سبکدوش کر دیا جائے بالکل بجا ہے وجہ یہ ہے کہ جیلیں جرائم کو روک نہیں سکتیں تو اتنے سارے اخراجات سماج دشمنوں کی آسائش کے لئے نہیں کیے جا سکتے اس لیے اس سے کہیں کم خرچ اور موثر سزائیں اگر موجود ہوں تو ان کو اختیار نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔

جرم اور سزا میں مناسبت پر زور دیتے ہوئے جسٹس کارٹیلیس کہتے ہیں کہ اس مرحلہ پر میں یہ سوال پوچھتا ہوں کہ تحریروں اور دستخطوں کے ماہر جعل ساز کے لیے قید کی سزا کس طرح

مناسب ہو سکتی ہے؟ وہ قید میں رہتے ہوئے اپنا کاروبار جاری رکھ سکتا ہے۔ کیا یہ مناسب نہیں کہ ایسے مجرموں کے ہاتھ کا عمدہ توازن مستقل یا عارضی طور پر معمولی جراحت سے ختم کر دیا جائے۔(۵۶)

مدینہ یونیورسٹی کے استاد ڈاکٹر جمعہ خولی نے سزائے قید کے ذریعے جرائم سے نپٹنے اور ان کا علاج کرنے پر تنقید کی ہے اور اس کے مختلف عیوب گنوائے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ جیلوں کے اوپر ریاست کے جتنے اخراجات اٹھتے ہیں ان کی نسبت جیلوں میں مجرم کی اصلاح و تادیب کے معاملے میں کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہو پا رہا۔ اگر مجرم جرم سے باز رہتا ہے تو صرف عرصہ قید میں۔ رہا ہونے کے بعد وہ جرائم کی دنیا کا استاد ہوتا ہے اور جرائم میں ماہر بن کر نکلتا ہے۔

ب۔ جیل میں قیدی عضو معطل بن کر رہ جاتا ہے۔ اگر دوسری سزا اسے دی جائے جو اس کی تادیب کے لیے مناسب ہو تو وہ سزا بھگتنے کے بعد معاشرے کو اپنے کام سے فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

ج۔ جیل میں صحت و صفائی نہ ہونے کی وجہ سے قیدیوں کے جسم اور صحت پر منفی اثر پڑتا ہے اور جیل بیماریوں کے انتقال اور پھیلانے کا باعث بنتی ہے۔

د۔ جیل میں غیر انسانی سلوک کیا جاتا ہے جس سے افراد کی تذلیل اور اہانت ہوتی ہے۔

ھ۔ قید کے دوران قیدی کا خاندان مضطرب رہتا ہے۔

و۔ قید کے بعد کسی فرد کے لیے نئے سرے سے زندگی شروع کرنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ لوگ قید کاٹ کر آنے والے کو خوش دلی سے اپنے درمیان قبول نہیں کرتے اس پر اپنے دروازے بند کر لیتے ہیں اور اسے سوائے جرائم کی دنیا کے کہیں پناہ نہیں ملتی۔

ز۔ سزائے قید مجرموں کی تادیب اور اصلاح میں ناکام رہی ہے۔(۵۷)

لہٰذا ممکن حد تک قید کی سزا سے احتراز کیا جائے اور دوسری سزاؤں سے کام لیا جائے۔ اس سے قیدیوں کی تعداد پر قابو پا لیا جائے گا اور ان پر نگرانی اور توجہ دینا آسان ہوگا۔

۲۔ منشیات کے عادی افراد کو جیل سے ہسپتال وغیرہ میں منتقل کیا جائے جہاں ان کا علاج کر کے معاشرہ کا سودمند شہری بنایا جائے۔ جیل ان کے لیے مناسب جگہ نہیں ہے۔ ان کو علاج کی ضرورت ہے۔ اور جیل میں وہ منشیات کے فروغ کا باعث بنیں گے۔ اس وقت پنجاب کی جیلوں میں ۵۱ ہزار کے قریب منشیات کے عادی افراد قید ہیں۔ (۵۸) اگر ان کو علاج کے لیے جیل سے منتقل کر دیا جائے تو جیلوں پر قیدیوں کا بوجھ کم ہو جائے گا۔

۳۔ ایسے قیدی یا حوالاتی جو قانونی طور پر ضمانت پر رہائی کے مستحق ہیں مگر ضمانت کرانے کی استطاعت نہیں رکھتے انہیں آسان شرائط پر جیل سے رہا کر دیا جائے۔ ایک رپورٹ کے مطابق پنجاب کی جیلوں میں ایسے قیدیوں کی تعداد تقریباً پانچ ہزار سے زائد ہے جنہیں پولیس نے اپنے تھانوں کی کارکردگی بہتر بنانے کے لیے چالان کر کے جیل بھیج دیا ہے۔ (۵۹)

عدالتی نظام میں سقم کی وجہ سے چھوٹے سے معاملے کا مقدمہ سالوں تک لٹکتا ہے۔ اول تو عدالتوں پر مقدمات کی وجہ سے مقدمہ عدالت میں پیش ہی نہیں ہو پاتا اور اگر مقدمہ شروع بھی ہو جائے تو تاریخوں پر تاریخیں پڑتی چلی جاتی ہیں اور مقدمہ ختم نہیں ہوتا۔ حکومت کو چاہیے کہ مخلص اور دیانتدار افراد کو زیادہ تعداد میں نان آفیشل وزیٹر مقرر کرے۔ آفشیل اور نان آفیشل وزیٹرز پے در پے جیلوں کے دورے کریں اور جیلوں میں بند قیدیوں کا جائزہ لیں تاکہ کوئی بے گناہ ایک دن بھی زیادہ جیل میں نہ رہے۔

۴۔ پیرول پر رہائی کے دائرہ کو وسیع کیا جائے جو قیدی اپنی بیشتر قید بھگت چکا ہو یا اس کا کوئی قریبی فوت ہو جائے تو اسے پیرول پر رہائی ملنی چاہیے۔ اس طرح اگر کسی قیدی کی سزا چھ ماہ سے زائد ہے تو اسے ہر چھ ماہ بعد اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش کے مطابق پیرول پر رہا کیا جائے تاکہ وہ چند روز اپنی بیوی کے ساتھ گزار سکے یا جیل میں فیملی کوارٹرز بنائے جائیں تاکہ اس کی بیوی چند روز کے لیے اس کے ساتھ رہ سکے۔ (۶۰) اس طرح قیدی اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے غیر فطری طریقے استعمال کرنے سے رک سکتا ہے اور جیل کے بڑے مسئلوں میں سے ایک اہم مسئلہ ہم جنس پرستی پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

۵۔ عورتوں اور بچوں کی جیلیں الگ ہونی چاہیں۔ الگ جیل نہ ہونے کے سبب عورتوں اور بچوں (نوجوانوں) کا ہر قسم کا استحصال کیا جاتا ہے۔ (۶۱) بہت سی اخلاقی قباحتیں پیدا ہو جاتی ہیں جن میں جیل ملازمین اور با اثر قیدی ملوث ہوتے ہیں۔ غلط رجحان رکھنے والے افراد خاص طور پر بچوں کے حصہ (منڈا وارڈ) میں ڈیوٹی لگواتے ہیں۔ اس لیے عورتوں اور نوعمر افراد کے لیے الگ جیلیں ہوں جن پر نیک اور خدا خوفی رکھنے والے حکام کا تقرر کیا جائے۔

۶۔ عادی اور خطرناک مجرموں کو عام مجرموں سے الگ رکھا جائے تاکہ وہ ان کے ساتھ رہ کر جرائم کی دنیا کے مستقل شکار نہ بن سکیں۔ کہ جب وہ رہا کر ہو کر نکلیں تو وہ جرم کے استاد ہو۔ ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن کہتے ہیں کہ ہر قسم کے جرائم میں خواہ وہ جرائم صغیرہ ہوں یا کبیرہ، کثیر تعداد میں قیدیوں کے جیل میں جانے کا یہ نتیجہ بھی برآمد ہوگا کہ ان کے اجتماع اور باہمی ملاقاتوں سے اپنے اپنے جرائم کے طریقہ کار کے بیان کرنے کے مواقع حاصل ہوتے رہیں گے جس سے قیدیوں کے جرائم کے تجربوں میں اضافہ ہوگا۔ اس عرصہ میں جو مزید تجربات اور باہمی میل جول سے اپنے طریقہ کار کی خامیاں معلوم ہوں گی ان کے ازالے کی کوشش میں مزید جرائم کا ارتکاب کریں گے۔ (۶۲)

۷۔ جیل میں قیدیوں کے لیے مناسب تعلیم کا انتظام کیا جائے، ان کے لیے حصول علم لازم کر دیا جائے جس طرح عام زندگی میں حکومت نے پرائمری تک تعلیم لازمی کر دی ہے۔ اسی طرز کا پروگرام جیل میں بہت زیادہ ممکن ہے۔ عرصہ قید کی مناسبت سے تعلیم لازم کی جائے اور ترغیب کے لیے تعلیم حاصل کر لینے پر قید میں رعایت دی جائے۔ اس طرح تعلیم حاصل کر کے ان کے شعور میں پختگی آئے گی۔ ممکن ہے برے اور بھلے کی تمیز کر سکیں، سود مند شہری بنانے کے لیے قیدیوں کو پروفیشنل اور ٹیکنیکل تعلیم بھی دی جائے تاکہ رہائی کے بعد روزگار کا حصول ان کے لیے ممکن ہو سکے۔ (۶۳)

۸۔ قیدیوں کے لیے عام تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی بہت ضروری ہے بلکہ زیادہ ضروری

ہے۔ کیونکہ صحیح علم تو دین کا علم ہی ہے جس کے نتیجے میں انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔ جیل کے ذریعے ہم اصلاح چاہتے ہیں یعنی ہماری منشاء یہ ہے کہ قیدی اعمال صالحہ کے پابند ہوں اور عمل کے لیے پہلے علم کی ضرورت ہے۔ جیل میں یہ انتظام تو ہوتا ہے کہ عموماً ہر اتوار کو پادری آئے اور عیسائی قیدیوں میں وعظ و نصیحت کرے لیکن مسلمان قیدیوں کو دین کی طرف راغب کرنے اور دینی تعلیم کا ٹوٹا پھوٹا انتظام بھی نہیں کم از کم اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش پر ناظرہ قرآن پڑھانے کا انتظام ہی کر دیا جائے۔ (۶۴)

۹۔ جیل میں پانچ وقت باجماعت نماز کا اہتمام کیا جائے وہ نماز جس کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء و المنکر (۶۵) اسلامی جمہوریہ پاکستان کی جیلوں میں اس کا اہتمام نہ ہونا باعث حیرت بھی ہے اور باعث شرم بھی۔ جیل میں نہ صرف نماز کی طرف راغب نہیں کیا جاتا بلکہ نماز پڑھنا مشکل بنا دیا گیا ہے۔ جیل کے اوقات کار پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ قیدی کے لیے نماز کی ادائیگی کتنی مشکل بنا دی گئی ہے کہ غروب آفتاب سے گھنٹہ قبل کوٹھڑیوں میں بند کر دیا جاتا ہے جس میں نہ تو استنجا کا مناسب انتظام ہے اور نہ وضوء کے لیے وافر پانی دستیاب ہے اور صبح سورج طلوع ہونے سے صرف آدھ گھنٹہ قبل کوٹھڑیوں سے نکالا جاتا ہے، ان حالات میں اگر کوئی نماز ادا کرے تو یہ مجاہدے سے کم نہیں۔ جیل میں باجماعت نماز کا انتظام ہونا چاہیے کجا یہ کہ نماز کی ادائیگی انفرادی طور پر بھی مشکل ہو اس کے لیے جیل کے شیڈول پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

۱۰۔ بیت الخلاء کے انتظام کو بہتر بنایا جائے، بیت الخلاء میں فلش سسٹم لگایا جائے اور آگے دروازے نصب کیے جائیں۔ تاکہ رفع حاجت کے وقت ستر پوشی ممکن ہو سکے۔ موجودہ حالات میں رفع حاجت کرتے ہوئے آگے کوئی پردہ وغیرہ نہیں ہوتا جو کہ انسانیت کے شرف کے منافی ہے اور اسلامی تعلیمات کے بھی خلاف ہے۔ اسی طرح کوٹھڑیوں کے اندر رفع

حاجت کا انتظام ہونا چاہیے ورنہ قیدیوں کو ساری رات غلاظت کے ساتھ گزارنا پڑتی ہے۔

۱۱۔ جیل میں غسل کے لیے مناسب انتظامات کیے جائیں۔ حیرت کی بات ہے کہ اس وقت جیلوں میں غسل کے لیے کوئی مناسب انتظام ہی نہیں جو کہ نہ صرف پاکی کے لیے ضروری ہے بلکہ اجتماعی طور پر رہتے ہوئے حفظان صحت کے اصولوں کے تحت بھی بہت ضروری ہوتا ہے تاکہ بیماریاں نہ پھیل سکیں۔ اگر انسان کا جسم پاک و صاف ہو تو اس کی روح کی پاکیزگی آسان ہوتی ہے۔ اسی لیے طہارت کو نصف ایمان کہا گیا ہے۔

۱۲۔ قیدیوں کو معیار اور مقدار میں اچھی خوراک فراہم کی جائے جیلوں میں فراہم کیا جانے والا کھانا اتنا غیر معیاری اور مضر صحت ہوتا ہے کہ قیدی متعدد بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں ایک رپورٹ کے مطابق مضر صحت خوراک کی سپلائی کی وجہ سے جیلوں کے ۹۰ فیصد با اثر اسیر خشک راشن خرید کر پکاتے اور استعمال کرتے ہیں صرف دس فیصد بے سہارا اسیر جیل کا غیر معیاری راشن لیتے ہیں اس طرح جیل حکام ۹۰ فیصد اسیران کا فاضل خشک راشن خورد برد کرتے ہیں۔ خشک راشن میں صابن، آٹا، سبزی، دالیں، نمک، چینی، مرچ لہسن، چائے، پیاز، لکڑی، گڑ، دودھ، شامل ہوتے ہیں۔ جیلوں میں روزانہ ڈیڑھ لاکھ روپے مالیت کا فاضل خشک راشن نکال کر فروخت کر دیا جاتا ہے۔ جیل حکام جیل میں اسیران کی تعداد کے مطابق حکومت سے راشن وصول کرتے ہیں۔ (۶۶) خوراک کی سپلائی میں جیل مینوئیل کا قطعاً خیال نہیں رکھا جاتا (۶۷) اس کے لیے ضروری ہے کہ راشن کی خورد برد ختم کی جائے اور ۱۱ء کمیشن کی سفارش کے مطابق قیدیوں کی بہتر خوراک کی فراہمی کے لیے فنڈز میں اضافہ کیا جائے (۶۸)

۱۳۔ قیدیوں کو کپڑے اور بستر موسم کی مناسبت سے فراہم کیے جائیں۔ گرمیوں میں پنکھے فراہم کیے جائیں اور سردیوں میں سردی سے بچاؤ کے لیے گرم کپڑے دیے جائیں جو کمبل قیدیوں کو دیے جاتے ہیں ایک تو وہ گندے ہوتے ہیں دوسرے وہ سردی روکنے کے لیے ناکافی ہوتے ہیں۔

۱۴۔ تمام قیدیوں کو بلا امتیاز مکمل طبی سہولتیں دی جائیں۔ جیلوں میں ہسپتال موجود ہیں ڈاکٹر بھی تعینات ہیں مگر ہسپتال میں جگہ سفارش اور رشوت سے ملتی ہے صحت مند قیدی ہسپتال کی سہولتوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے وہاں جگہ حاصل کر لیتے ہیں جبکہ حقیقی بیماروں کا پرساں حال نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر افسران جیل یا با اثر افراد تک محدود ہوتے ہیں۔ عام مریض ڈسپنسر کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔ لا ء کمیشن نے قیدیوں کو مناسب طبی سہولتوں کے حوالے سے سفارش کی ہے۔ مختلف امراض کے ماہر ڈاکٹروں کے جیلوں کے باقاعدگی سے دوروں کا انتظام کیا جائے تا کہ مریض قیدیوں کا باقاعدہ علاج ہو سکے۔ (۶۹)

۱۵۔ جیلوں میں قیدیوں کی تذلیل اور ان سے غیر انسانی سلوک بند کیا جائے۔ جیل میں داخلہ کے ساتھ ہی قیدی پر چھترول شروع ہو جاتی ہے تا کہ اس پر خوف طاری کر دیا جائے پھر سپرنٹنڈنٹ یا ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کے ملاحظہ کے لیے صبح ہی ان کو قطاروں میں بٹھا دیا جاتا ہے اور تین تین چار چار گھنٹے ایک جگہ پر اکڑوں بیٹھنا کہ نظریں نیچی رکھے اور ادھر ادھر نہ دیکھ سکے اور ذرا سی جنبش پر تشدد کا نشانہ بننا کتنا تکلیف دہ ہے۔ ان میں مجرم ہی نہیں ملزم بھی ہوتے ہیں۔ جیل میں قیدیوں کے ساتھ ہونے والا سلوک انہیں مستقل مجرم بنا دیتا ہے۔ روزنامہ جنگ کے مورخہ ۵/ اگست کے اداریہ میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ قیدیوں کے حقوق کے لیے بلا تاخیر اقدامات کیے جائیں اور قیدیوں کے ساتھ بھی انسانوں جیسا سلوک کیا جائے۔ (۷۰)

اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی اس بات پر زور دیا ہے کہ جیل میں قیدیوں کے ساتھ تعذیب نہیں بلکہ تہذیب والا رویہ رکھا جائے۔ (۷۱)

۱۶۔ قیدیوں کو کھیل اور تفریح کے زیادہ مواقع فراہم کیے جائیں، بعض جیلوں میں قیدیوں کو ٹیلی وژن اور ریڈیو فراہم کر دیے گئے ہیں مگر اس سے زیادہ اہم اور ضروری آؤٹ ڈور کھیلیں ہیں، ان کا اہتمام قیدیوں میں خوشگوار تبدیلی لاتا ہے ان ڈور کھیل مثلاً لڈو، تاش وغیرہ کثرت سے کھیلے جاتے ہیں، مگر وہ بھی تفریح کا باعث کم ہی بنتے ہیں، بلکہ ذہنی

اضطراب میں اضافہ کرتے ہیں کیونکہ ان کے ذریعے اکثر اوقات جوا ہی ہوتا ہے لہٰذا آؤٹ ڈور کھیل قیدیوں کے لیے زیادہ مناسب ہو سکتے ہیں۔

۱۷۔ سب سے ضروری اور اہم ہے کہ جیل میں سے رشوت اور بدعنوانی کا خاتمہ کیا جائے جو کہ جیل کی ہر خرابی کی جڑ ہے۔ جیل میں داخلہ کے ساتھ ہی اس کا آغاز ہو جاتا ہے۔ رشوت کے بل بوتے پر کشادہ چکیوں میں جگہ مل جاتی ہے۔ جس کا کوئی والی وارث نہ ہوا سے تنگ چکیوں میں بھیڑ بکریوں کی طرح رکھا جاتا ہے۔ رشوت اور سفارش سے مشقت سے بچا جا سکتا ہے اور جو ایسا نہیں کر سکتا اسے غلاظت ہٹانے پر مامور کر دیا جاتا ہے۔ رشوت سے جیل میں منشیات تک آسانی سے دستیاب ہو جاتی ہے۔ قیدیوں سے ملاقات کے لیے آنے والے عزیز و اقارب کو رشوت کے لیے پریشان کیا جاتا ہے۔ جیلوں کی کنٹینوں پر اشیاء مہنگے داموں فروخت کی جاتی ہیں۔ جو کہ قیدی خریدتے ہیں جبکہ قانونی طور پر قیدی کو نقدی رکھنے کی اجازت نہیں۔(۷۲)

جیلوں سے ملحقہ ہزاروں ایکڑ اراضی پر جیل حکام کی بھینسوں کے لیے چارہ کاشت کیا جاتا ہے۔ اگر اس اراضی پر فصلیں کاشت کی جائیں تو خوراک کی مد میں موجود رقم میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

جیل میں بدعنوانی دور کرنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جیل ملازمین کی تنخواہوں میں مناسب اضافہ کیا جائے، ان کی تنخواہیں عام پولیس سے بھی کم ہیں جب کہ بدعنوانی کے بہت سے اور آسان راستے ان کے سامنے کھلے ہیں لہٰذا بدعنوانی سے روکنے کے لیے ان کے جائز وسائل کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سورۃ الاسراء، ۱۷: ۸

۲۔ سورۃ یوسف، ۱۲: ۳۵

۳۔ سورۃ یوسف، ۱۲: ۱۰۰

۴۔ سورۃ الشعراء، ۲۶: ۲۹

۵۔ تبصرۃ الحکام ۲/ ۳۱۵۔۳۱۷، ۱۵۰، المبسوط ۲۰/ ۸۹، نیل الاوطار ۸/ ۲۵۴، الدر المختار ۵/ ۳۷۷، اقضیۃ الرسول ﷺ، ص: ۹۹۔۱۰۱

۶۔ تبصرۃ الحکام ۲/ ۳۱۶، اقضیۃ الرسول ﷺ، ص: ۹۳

۷۔ Pakistan Prison Rules, R.No.23 R

۸۔ الدر المختار، ۵/ ۳۷۹، المبسوط ۲۰/ ۹۰، جواہر الاکلیل ۲/ ۹۲، الطبقات لابن سعد ۴/ ۳۷

۹۔ Pakistan Prison Rules, R. NO. 227

۱۰۔ The Reformatory Schools Act 1897, Sec.8

۱۱۔ حاشیہ ابن عابدین ۵/ ۴۲۶، المبسوط ۲۰/ ۹۱

۱۲۔ حاشیہ ابن عابدین ۴/ ۲۵۷، جواہر الاکلیل ۲/ ۱۴۸، مغنی المحتاج ۴/ ۱۲۷، المغنی ۸/ ۵

۱۳۔ الانصاف ۱۰/ ۳۱۵۔۳۱۶

۱۴۔ Pakistan Prison Rules, R. No. 224

۱۵۔ الدر المختار ۵/ ۵۱۲، ۴۹۹، حاشیہ ابن عابدین، ۵/ ۵۱۲، ۵۱۳، تبصرۃ الحکام ۱/ ۳۰۴، المغنی لابن قدامہ ۹/ ۴۷۔۴۸، الاحکام السلطانیہ للماوردی ص: ۳۴۵، الخراج ص: ۱۵۱

۱۶۔ Pakistan Prison Rules, R. No. 224, 231

۱۷۔ الدر المختار ۵/ ۳۷۹، حاشیہ ابن عابدین، ۵/ ۲۹۳، المبسوط ۲۰/ ۹۰

۱۸۔ طبقات ابن سعد، ۴/ ۳۷

۱۹۔ Pakistan Prison Rules, R. No. 226-231

۲۰۔ الخراج ص: ۱۴۹، الدر المختار مع حاشیہ، ۵/ ۳۷۰

۲۱۔ P.P.C. Sec. 73

۲۲۔ الدر المختار ۵/ ۳۷۷۔۳۷۹، المبسوط ۲۰/ ۹۰

۲۳۔ Pakistan Prison Rules, R. No. 229, 231, P.P.C. Sec. 60

۲۴۔ الانصاف ۱۲/ ۱۰۷، ۱۰/ ۲۴۸، المغنی لابن قدامہ ۹/ ۲۶۰، فتح القدیر ۴/ ۳۸۷

۲۵۔ Pakistan Prison Rules, R.No. 225-231

۲۶۔ مجلہ تحقیق شمارہ ۱۹۸۲ء ص: ۱۳۲

۲۷۔ Pakistan Prison Rules, R. No. 10.25

۲۸۔ الدر المختار، ۵/ ۳۷۰، الخراج ص: ۱۵۰

۲۹۔ Pakistan Prison Rules, R.No. 656-670

۳۰۔ سالانہ رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل ۸۲-۱۹۸۱ء، حکومت پاکستان، اسلام آباد، ص: ۲۶۳

۳۱۔ Pakistan Prison Rules, Chapter, 26

۳۲۔ The Prison Act 1894, Sec. 40

۳۳۔ الدر المختار ۵/ ۳۷۷، المبسوط ۲۰/ ۹۰، بدائع الصنائع، ۷/ ۱۴

۳۴۔ Pakistan Prison Rules, R.No. 747, 761, 774

۳۵۔ سالانہ رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل ۸۳-۱۹۸۱ء، ص: ۶۳

۳۶۔ Pakistan Prison Rules, R. No. 745, 747, 760, 764

۳۷۔ The Prisons Act 1894, Sec.7

۳۸۔ روزنامہ جنگ لاہور، مورخہ ۴/ اگست ۱۹۹۷ء،

اداریہ روزنامہ جنگ لاہور، مورخہ ۵/ اگست ۱۹۹۷ء

روزنامہ جنگ لاہور، مورخہ ۲۴/ اگست ۱۹۹۷ء

۳۹۔ Pakistan Prison Rules, R. No. 668

۴۰۔ The Punjab Borstal Act 1926, Sec. 5

۴۱۔ سالانہ رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل ۸۲-۱۹۸۱ء، ص: ۲۶۳

۴۲۔ روزنامہ جنگ لاہور، مورخہ ۲۴، جولائی ۱۹۹۷ء

۴۳۔ Pakistan Prison Rules, R.No. 468, 469, 470

۴۴۔ الخراج، ص: ۱۴۹-۱۵۰

۴۵۔ طبقات ابن سعد، ۴/ ۳۶

۴۶۔ الخراج ص: ۱۵۰

۴۷۔ الدر المختار مع حاشیہ ۵/ ۳۷۷، فتح القدیر، ۵/ ۴۷۱

۴۸۔ طبقات ابن سعد، ۴/ ۳۷

۴۹۔ Pakistan Prison Rules, R.No. 1067-1068

۵۰۔ الدر المختار مع حاشیہ ۵/ ۳۷۷، فتح القدیر، ۵/ ۴۷۱

۵۱۔ الخراج ص: ۱۵۰

۵۲۔ فتاویٰ عالمگیری، ۵/ ۱۳۱

۵۳۔ Pakistan Prison Rules, R. No. 1065

۵۴۔ لسان العرب [redacted] البلدان ۲/ ۴۶۱

۵۵۔ Pakistan Prison Rules, R. No. 1075

۵۶۔ الخرن ،ص ۱۵۱

۵۷۔ اسلامی قوانین – حدود، قصاص، دیت وتعزیرات، ص: ۲۶۸۔ ۲۶۹

۵۸۔ محمد یوسف، چوہدری، جسٹس کارنیلیس اور اسلامی حدود، ترجمان القرآن، لاہور، شمارہ مئی ۱۹۹۵ء۔

۵۹۔ جمعہ علی الخولی، الدکتور، الحدود فی الاسلام، مجلّہ الجامعہ الاسلامیہ المدینہ المنورہ، ربیع الآخر – رمضان، ۱۴۰۱ھ

۶۰۔ سنڈے میگزین، روزنامہ جنگ، لاہور، مورخہ ۲۷ جولائی ۱۹۹۷ء۔

۶۱۔ سالانہ رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل ۸۲۔ ۱۹۸۱ء، ص: ۲۶۳

۶۲۔ روزنامہ جنگ، لاہور، مورخہ ۴ راگست ۱۹۹۷ء

۶۳۔ اسلامی قوانین ص: ۲۶۹

۶۴۔ سالانہ رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل ۸۲۔ ۱۹۸۱ء، ص: ۲۶۳-۲۶۲ محولہ بالا

۶۵۔ سورۃ العنکبوت، ۲۹: ۴۵

۶۶۔ محولہ بالا

۶۷۔ روزنامہ جنگ لاہور، مورخہ ۴ اگست ۱۹۹۷ء

۶۸۔ Pakistan Prison Rules, Chapter, 20

۶۹۔ روزنامہ جنگ لاہور، مورخہ ۲۳ جولائی، ۱۹۹۷ء

۷۰۔ روزنامہ جنگ، لاہور، مورخہ ۵ راگست ۱۹۹۷ء

۷۱۔ سالانہ رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل ۸۲۔ ۱۹۸۱ء، ص: ۲۶۳

۷۲۔ روزنامہ جنگ، لاہور، مورخہ ۴۔ ۵ راگست ۱۹۹۷ء۔

خلاصۂ بحث

☆ قید کے لغوی معنی روکنے، بند کرنے اور منع کرنے کے ہیں اور اس کا اصطلاحی مفہوم کسی شخص کو تصرف کرنے اور دینی و اجتماعی کاموں میں شرکت کے لیے باہر نکلنے سے منع کرنے کا ہے۔ اس کے لیے یہ ضروری نہیں کہ ایک متعین مقام پر قید کیا جائے بلکہ اسے کسی بھی جگہ حتیٰ کہ اپنے مکان میں بھی بند کیا جا سکتا ہے۔ کہ اس کا باہر نکلنا ممکن نہ رہے۔

☆ شریعت میں سزائے قید کا ہدف زجر و توبیخ، اصلاح و تربیت اور انتقامی جذبہ کی تسکین ہے، یہ تب ہے جب قید سزا کی غرض سے ہو جبکہ شریعت کسی حق کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے یا تفتیش کے لیے بھی قید کیا جا سکتا ہے۔

☆ تاریخ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ قید و بند کی تاریخ بہت پرانی ہے اور ہر زمانہ میں قید و بند کی مختلف نوعیتیں موجود رہی ہیں۔ یہودیت میں سزا کی جو مختلف نوعیتیں مروج تھیں ان میں سزا بھی اہم سزا تھی اور یہود کی کتابوں، عہد نامہ قدیم میں بہت سے شواہد ملتے ہیں اور قرآن سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ جس میں حضرت یوسف کے قید میں ڈالے جانے کا ذکر ہے۔ یہودی شریعت میں ختنہ نہ کروانے، خمیری روٹی کھانے، یوم سبت کو کام کرنے، بے باکی سے گناہ کرنے، حکمرانوں کو ناراض کرنے اور قتل ثابت ہو جانے مگر سزائے موت نہ دے جا سکنے پر قید کی سزا مقرر ہے۔

☆ عیسائیت کی تاریخ میں بھی قید و بند کا ذکر موجود ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قید میں ڈالا گیا۔ پھر حضرت عیسیٰ کے حواری پطرس اور عیسائیت کے بانی پولس کو بھی قید و بند سے دوچار ہونا پڑا۔ پولس عیسائی ہونے سے پہلے عیسائیوں کو قید کر کے تعذیب کا نشانہ بناتا رہا۔

☆ ہندوؤں کے ہاں بھی چوری کرنے پر، ویش کے برہمنی سے ہم بستری کرنے پر اور جانداروں کو تکلیف پہنچانے پر قید کی سزا دی جاتی تھی اور لڑائی کے دوران شریک نہ ہونے والوں کو امن کے قیام تک قید میں رکھا جاتا تھا۔

☆ رومیوں کے ہاں جیل کا تذکرہ ملتا ہے مگر ان کے قانون میں قید کوئی مستقل سزا نہیں تھی بلکہ جرمانے کی ادائیگی یا سزا پر عمل درآمد تک مجرموں کو جیل میں بند کیا جاتا تھا۔

☆ قدیم امریکہ میں قید کی مختلف صورتیں موجود تو تھیں مگر بطور سزا اس کا نفاذ بہت کم تھا۔

☆ نبی کریم ﷺ کے دور میں بھی قید کا تصور ملتا ہے۔ آپ نے الزام میں اور قرض میں ٹال مٹول کرنے پر قید کیا۔ اس کے علاوہ اپنے غلام کو جان بوجھ کر قتل کرنے والے اور کسی کو پکڑنے والے کو تاکہ دوسرا اسے قتل کر دے پر قید کا حکم دیا۔

☆ خلفائے راشدین کے عہد میں بھی قید و بند کی مختلف نوعیتیں اور صورتیں ملتی ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ اپنے غلام کو قتل کرنے، قرض کی ادائیگی ٹال مٹول اور سزا پانے کے بعد تیسری مرتبہ چوری کرنے پر قید میں ڈال دیتے۔ حضرت عمرؓ نے ایک مکان خرید کر جیل کا درجہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے ہجو کہنے، بیت المال کی نقلی مہر بنانے، جھوٹی گواہی دینے، اپنے غلام کو جان بوجھ کر قتل کرنے اور تیسری بار چوری کرنے پر قید کی سزا دی۔ مرتد کو توبہ کے لیے تین دن تک قید میں رکھنے کا حکم دیا۔

حضرت عثمانؓ نے کسی کی ماں کو کتے کے ساتھ متہم کرنے اور حج و عمرہ کی اکٹھی نیت کرنے پر قید کیا۔

حضرت علیؓ نے پختہ جیل تعمیر کرائی اور رمضان میں شراب پینے، غلام کے اپنے آقا کے حکم پر قتل کرنے، کسی کے حق کی ادائیگی نہ کرنے، ایلاء کی صورت میں چار ماہ گزرنے پر رجوع یا طلاق نہ دینے، دوسرے کے قتل کرنے کے لیے کسی کو پکڑنے اور قطع عضو کے بعد تیسری بار چوری کرنے پر قید کر دیتے تھے۔

☆ خلفائے راشدین کے دور میں قید کرنا وسعت اختیار کر چکا تھا۔اس کے بعد کے ادوار میں قید و بند بہت عام ہوگئی۔عہد بنوامیہ میں قید خانے تعمیر کیے گئے اور حکومت کے مخالفین اور حکم نہ ماننے والوں کو دبانے کے لیے قید کا استعمال کیا گیا۔اس دور میں مشہور قاضی شریح اوران کے علاوہ دیگر مثلاً سعد بن ابراہیم ،عمر بن خلدہ ،محمد بن عمران طلحی ،حسن ، بلال بن ابی بردۃ اور ایاس بن معاویہ وغیرہم کے فیصلوں میں بکثرت قید کا ذکر ملتا ہے۔

☆ عباسی عہد میں بھی قید ایک اہم ہتھیار تھی جسے سیاسی مخالفین کے خلاف بے دریغ استعمال کیا گیا۔اس غرض کے لیے عباسیوں نے بہت سے قید خانے بنوا رکھے تھے۔ان میں زیر زمین قید خانے بھی تھے۔

☆ جدید قید و بند کے نظام کا آغاز ۱۱۶۶ء میں ہوا۔ جب شاہ ہنری دوم نے انگلستان میں جیلیں بنانے کا حکم دیا جن میں ملزموں ، بھکاریوں اور قرض نادہندگان کو رکھا جاتا تھا۔ سولھویں اور سترھویں صدی میں ورک ہاؤسز یا اصلاحی مقامات بنائے گئے جن کا مقصد عادی اور پیشہ ور بھکاریوں ، بیروزگار اور آوارہ لوگوں کو تنخواہ پر جبری ملازمت دینا تھا۔ ۱۷۷۸ء میں Prison Act پاس ہوا جو انگلستان میں جیل کے نظام کا آغاز تھا۔ ۱۸۴۲ء میں امریکہ میں قید تنہائی والی جیلیں وجود میں آئیں۔۱۸۷۶ء میں نیویارک میں نوجوان اور پہلی مرتبہ جرم کے مرتکب افراد کے لیے اصلاح گاہیں بنائی گئیں۔

☆ جدید جیلوں کی متعدد انواع ہیں جن میں مقامی جیلیں ، مجرموں کی بستیاں، احتیاطی نظر بندی کی جیلیں، عادی نشی مجرموں کی جیلیں، پاگل مجرموں کی جیلیں، بورسٹل ادارے اور اصلاحی جیلیں شامل ہیں۔

☆ قرآن کی آیات "فامسکوهن فی البیوت اور اوینفوا من الارض " سے سزائے قید کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے۔نیز "تحبسو نهما من بعد الصلاة فیقسمان بالله اور وخذوهم و احصروهم " سے بھی سزائے قید کا جواز نکلتا ہے۔اورقرآن

کی آیت ''واذا اثخنتموهم فشدوا الوثاق'' سے بھی قید کا جواز ثابت ہوا ہے کہ قید کا مقصد بھی تو پابند کرنا ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ سے بھی قتل کے الزام یا قرض کی ادائیگی نہ کرنے پر قید کرنا ثابت ہے جبکہ اپنے غلام کو جان بوجھ کر قتل کرنے پر ایک شخص کو ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا جبکہ قید جلاوطنی کی ایک صورت ہے۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے دوسرے کے قتل کرنے کے لیے پکڑنے والے قید کرنے کا حکم دیا۔

☆ خلفائے راشدین کے نزدیک قید مشروع ہے عبداللہ بن مسعودؓ کے ہاں بھی الزام میں یا سزا جاری ہونے تک قید کرنا مشروع ہے۔

☆ عقل بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ قید و بند کو سزا کے طور پر رکھا جائے کیونکہ قید کے ذریعے سزا کے مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں اور بعض مقاصد تو صرف قید کے ذریعے میں حاصل ہو سکتے ہیں۔ جیسے اگر کوئی شخص ایسا جرم کرے جس پر حد لاگو نہ ہو سکتی ہو مگر معاشرے کو اس سے محفوظ رکھنا بھی ضروری ہو تو قید کا سہارا لینا ہی پڑے گا۔

☆ قید کی مختلف اقسام ہیں جن میں تعزیری قید، احتیاطی قید، سزا پر عمل درآمد کے لیے قید اور نظر بندی شامل ہیں، تعزیری قید ایسے جرائم کے ارتکاب پر دی جا سکتی ہے۔ جن کے لیے شریعت میں حد مقرر نہ کی گئی ہو۔ مثلاً کسی کے حق کی ادائیگی نہ کرنے پر مجرم کو آئندہ جرم سے روکنے کے لیے یا مجہول کا اقرار کرنے اور تعین نہ کرنے پر یا کسی واجب تصرف سے رک جانے پر یا ایسے حقوق اللہ جن میں نیابت نہیں ہوتی مثلاً نماز اور روزہ کی ادائیگی سے نہ کرنے پر تعزیری قید مشروع ہے۔ یہ تعزیری قید اکیلی بھی دی جا سکتی ہے اور دوسری سزاؤں کے ساتھ ملا کر بھی۔ اسی کی مدت قاضی اور حاکم پر موقوف ہے کہ جرم اور مجرم کی مناسبت سے قید کی مدت متعین کرے۔ قانون میں تعزیری قید کی زیادہ سے زیادہ مدت ۲۵ سال کم سے کم کی کوئی حد نہیں۔

☆ استیثاقی قید کی دو اقسام ہیں، حوالاتی قید یا الزامی قید اور حق کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے قید جب کسی شخص پر اللہ یا بندوں کے حقوق میں سے کسی حق کا دعویٰ کیا جائے تو حق کے ثبوت یا برأت تک اگر اس شخص کو قید کر دیا جائے تو اسے حوالاتی یا الزامی قید کہتے ہیں۔ تعزیری قید کی مشروعیت قرآن کی آیت " یا ایها الذین آمنوا شهادة بینکم اذا حضر احد کم الموت ...... " تحبسو نهما من بعد الصلاة " اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث " انه حبس رجلا فی تهمة " سے ثابت ہے۔ فقہاء کی رائے میں بھی ملزم کو قید کرنا جائز ہے۔ حوالاتی قید کی کم سے کم کوئی مدت نہیں جبکہ بعض نے زیادہ سے زیادہ ایک ماہ بتائی ہے اور دوسری رائے کے مطابق یہ امام اور قاضی کی رائے پر موقوف ہے۔ قانون میں ایسا جرم جس کی سزا موت نہ ہو حوالاتی قید کی زیادہ سے زیادہ مدت ایک سال اور جس کی سزا موت ہو تو ملزم دو سال بعد ضمانت پر رہا ہونے کا حق دار ہے۔

☆ سزا کے طور پر نہیں بلکہ کسی امر کو یقینی بنانے یا حق کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے بھی قید کیا جا سکتا ہے۔ جیسے کسی کا حق ثابت ہونے کے بعد ٹال مٹول کرنے پر قید مرتد کو توبہ کے لیے تین دن الگ تک قید میں رکھنا اور قسامت کے فیصلے میں حلف اٹھانے سے انکار کرنے والے کا قید کیا جانا۔

☆ جب مجرم اور سزا کے عمل درآمد میں کوئی عذر حائل ہو جائے تو مجرم کو عذر دور ہونے تک قید کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً مریض اور حاملہ پر حد کے نفاذ میں تاخیر ہو یا قصاص کا ولی غیر حاضر ہو یا سزا کی توثیق ہونا باقی ہو۔

☆ مصلحت عامہ کے پیش نظر حفظ ماتقدم کے طور کسی شخص کو قید کر دینا تاکہ عوام اس کے شر اور فساد سے محفوظ رہ سکیں نظر بندی کہلاتا ہے۔ فقہاء نے بعض صورتوں میں اسے جائز قرار دیا ہے۔ پاکستانی آئین کے مطابق کسی شخص کو جس کے خلاف کوئی مقدمہ بھی نہ ہو حفاظتی

تحویل میں لیا جا سکتا ہے۔اس کے لیے اسے جیل وغیرہ میں نظر بند کر دیا جاتا ہے۔

☆ قید کے اسباب میں سے ایک قتل یا زخمی کرنا ہے جیسے قتل عمد کے مرتکب کا قید کیا جانا جبکہ قاتل اور مقتول میں برابری نہ ہو۔قتل عمد میں معافی کے باوجود مجرم کا قید کیا جانا۔قتل کا سبب بننے والے کا قید کیا جانا۔قصاص ممکن نہ ہونے کی صورت میں زخمی کرنے والے کا قید کیا جانا۔مار پیٹ کرنے پر یا غیر مستند طبیب کی غلطی پر اس کا قید کیا جانا۔

☆ دین اور شعائر دین پر حملہ بھی قید کا سبب بن سکتا ہے۔جیسے مرتد، زندیق، اہل بیت یا رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا، نماز کا تارک، رمضان کی بے حرمتی کرنے والا، بدعت پر عمل اور اس کی دعوت دینے والا اور کفارے کی ادائیگی نہ کرنے والا قید کیا جا سکتا ہے۔

اخلاقی جرائم بھی قید کا سبب ہو سکتے ہیں مثلاً غیر شادی شدہ زانی کو کوڑوں کے ساتھ ایک سال کی قید سزا دی جا سکتی ہے۔عمل قوم لوط میں ملوث شخص کو قید کی سزا مشروط ہے۔حد تک نہ پہنچنے والے اخلاقی جرائم پر بھی سزا دی جا سکتی ہے۔

☆ مال پر زیادتی قید کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔مثلاً تیسری بار چوری کرنے والے کا قید کیا جانا یا حد کے بعد چور کو توبہ کے لیے قید کرنا اور حد کو نہ پہنچنے والی چوری میں چور کا تعزیراً قید کیا جا سکتا ہے۔غصب، عدم ادائیگی زکوٰۃ یا قرض پر بھی قید ہو سکتی ہے۔

☆ توہین عدالت، جھوٹ دعوئ، جھوٹی گواہی کا مرتکب کو سزائے قید ہو سکتی ہے، نیز جب کوئی مجہول کا اقرار کرے مگر اس کی تفسیر سے انکار کرے یا مدعی علیہ حلف سے انکار کرے تو اسے قید کیا جا سکتا ہے۔

☆ ریاست کے خلاف کیے گئے جرائم مثلاً مسلمان کا جاسوسی کرنا، بغاوت کرنا، راہزنی کرنا بھی قید کا سبب ہیں۔

☆ قید موت، جنون، معافی، سفارش، توبہ اور برائت سے ساقط ہو سکتی ہے۔قید موت سے تو

ختم ہو جائے گی جنون سے بھی ساقط ہوسکتی ہے۔ کیونکہ مجنون سزا کا اہل نہیں قید کا سبب حق العبد ہوتو صاحب حق کے معاف کر دینے سے قید ختم ہو جائے گی۔ حقوق اللہ میں حاکم اگر معافی میں بہتری خیال کرے تو معاف کرسکتا ہے۔ کسی کو رہا کرنے کے لیے حاکم کو سفارش کرنا جائز ہے۔ پھر حاکم پر منحصر ہے کہ وہ معافی میں بہتری سمجھے تو معاف کر دے۔ اگر اصلاح اور تادیب کے لیے قید کیا گیا ہوتو توبہ کرنے پر حاکم قید ختم کرسکتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص تفتیش کے لیے بند ہوتو جب بے گناہ ثابت ہو جائے تو رہا کر دیا جائے گا۔

☆ قید کی وجہ سے قیدی کے کچھ تصرفات پر قدغن لگتی ہے۔ جیسے وہ بعض معاشرتی اور سماجی امور میں حصہ نہیں لے سکتا۔ مثلاً جنازے میں شرکت، مریض کی عیادت، عزیزوں کی زیارت اور ضیافت کی اجازت نہیں جبکہ اسے مالی، عائلی اور عدالتی امور سے متعلق تصرفات کی اجازت ہے کیونکہ اس کی اہلیت ادا موجود ہے اگر اصالتاً وہ امور سرانجام نہیں دے سکتا تو وکالتاً ادا کرے گا۔ اگر ایک طریقہ ممکن نہیں تو دوسرا طریقہ اپنا سکتا ہے۔ قیدی کو کسب معاش، خرید و فروخت، دوسرے کے لیے اقرار، اہل وعیال پر انفاق کی اجازت ہے۔ راجح رائے کے مطابق قیدی کے لیے ممکن بنایا جائے کہ وہ اپنی بیوی کا حق زوجیت ادا کرے۔ قیدی ایلاء کی صورت میں جب جماع پر قدرت نہ رکھتا ہوتو زبانی رجوع بھی کرسکتا ہے۔

اگر ممکن ہوتو قیدی دعویٰ کے لیے یا دعویٰ کی سماعت اور دفاع کے لیے یا گواہی کے لیے خود پیش ہوگا ورنہ وکالتاً وہ یہ کام کرسکتا ہے۔

☆ یہ جائز ہے کہ کسی خاص مقام کو جیل خانہ بنایا جائے۔ جیل کا جواز قرآن سے ملتا ہے۔ حدیث میں اشارہ موجود ہے اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے تو جیل بنائی تھی۔ فقہاء بھی اس کے جواز کے قائل ہیں، مالکیہ نے جیل کے قیام کو مصالح مرسلہ میں سے شمار کیا ہے۔

☆ جیل میں قیدیوں کو جنس، عمر، جرم اور سزا کے اعتبار سے الگ الگ رکھا جاتا ہے اور ایسا کرنا ضروری بھی ہے۔ جیل کے حکام کا امانت دار ہونا، ذہین و ہوشیار ہونا، نیک اور صالح ہونا، نرم خو ہونا اور باخبر ہونا بہت اہم ہے۔

☆ جیل کی نظام میں اصلاح کے لیے بنیادی تجاویز یہ ہیں کہ گنجائش کے مطابق قیدی رکھے جائیں، منشیات کے عادی قیدیوں کو ہسپتال میں منتقل کیا جائے۔ چھوٹے چھوٹے جرائم میں ملوث قیدیوں کو مشروط رہائی دی جائے۔ قیدی کو بیوی کا حق زوجیت ادا کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔ تعلیم و تربیت کا مناسب انتظام ہو۔ باجماعت نماز اور دینی تعلیم کا اہتمام کیا جائے۔ بیت الخلاء اور غسل کا بہتر انتظام کیا جائے۔ جیلوں میں فراہم کیا جانے والا کھانا بہتر نہیں تو کم از کم جیل مینوئل کے مطابق ہو۔ قیدیوں کے ساتھ روا غیر انسانی سلوک بند کیا جائے موسم کے مطابق کپڑے بستر وغیرہ دیے جائیں اور بلا امتیاز مکمل طبی سہولتیں مہیا کی جائیں اور سب سے اہم جیل سے رشوت اور بدعنوانی کا خاتمہ کیا جائے۔

☆ بنیادی ضرورت اس بات کی ہے کہ قید کی سزا ضرورتاً اور جرم و مجرم کے احوال پیش نظر رکھتے ہوئے دی جائے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے جیسا آج کل ہو رہا ہے کہ قید ایک بنیادی سزا بن چکی ہے۔ ہر جرم کا علاج اس سے کیا جا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے جیلوں میں گنجائش سے زیادہ قیدی موجود ہیں اور سزا کے مقاصد بھی پورے نہیں ہو رہے ہے۔ لہٰذا قید کی سزا صرف اسی صورت میں دی جائے جب اس کے بغیر چارہ نہ ہو اور دوسری سزاؤں سے مقصد پورا نہ ہو رہا ہو۔ خصوصاً جب کسی فرد کو معاشرے سے الگ رکھنے کی ضرورت ہو۔

مصادر و مراجع

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ ابراہیم انیس ورفاقہ، المعجم الوسیط، مجمع اللغۃ العربیہ، القاہرہ ۱۹۷۲ء

۳۔ ابن تیمیہ، تقی الدین، الفتاویٰ الکبریٰ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ

۴۔ ابن حجر، العسقلانی، احمد بن علی بن محمد، بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام مع تعلیق صفی الرحمان مبارک پوری، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱۳۹۴ھ

۵۔ ایضاً، فتح الباری، شرح صحیح البخاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۴۸ھ

۶۔ ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد بن سعید، المحلی، دار الجیل، بیروت (س ن)

۷۔ ابن رشد، ابو الولید محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد، مطبعۃ الاستقامۃ بالقاہرہ، ۱۹۲۸ء

۸۔ ابن سعد، محمد، الطبقات الکبریٰ، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۴ء

۹۔ ابن عابدین، محمد امین، حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، المکتبۃ التجاریۃ مصطفیٰ احمد الباز، المکۃ المکرمۃ، ۱۳۸۶ھ

۱۰۔ ابن العربی، ابو بکر محمد بن عبداللہ بن محمد عبد بن احمد، احکام القرآن، مطبعۃ السعادۃ، مصر، ۱۳۳۱ھ

۱۱۔ ابن الفرج، محمد بن الطلاع الاندلسی، اقضیۃ الرسول، تحقیق ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمن الاعظمی، (مترجم الیف الدین ترابی) ادارہ معارف اسلامی، لاہور ۱۹۹۱ء۔

۱۲۔ ابن فرحون، ابراہیم بن علی بن ابی القاسم بن محمد المالکی، تبصرۃ الحکام فی اصول الاقضیۃ و مناہج الاحکام علی ہامش فتح العلی المالک لابی عبداللہ محمد احمد علیش، مصطفیٰ البابی، الحلبی واولادہ بمصر، ۱۹۵۸ء

۱۳۔ ابن قتیبہ، ابو محمد عبداللہ بن مسلم، الشعر و الشعراء، دار الثقافۃ، بیروت، ۱۹۶۴ء

۱۴۔ ابن قدامہ، ابو محمد عبداللہ بن احمد، المغنی مع الشرح الکبیر لابی فرج، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۴ھ

۱۵۔ ایضاً، المغنی، مکتبۃ الریاض الحدیثہ، الریاض، ۱۹۸۱ء

۱۶۔ ابن قیم الجوزیہ، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین عن رب العالمین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۲ء

۱۷۔ ایضاً، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، مصطفیٰ البابی الحلبی، واولادہ بمصر، ۱۹۵۰ء

۱۸۔ ابن کثیر، الحافظ عماد الدین ابی الفداء اسماعیل، البدایہ و النھایہ (مترجم اختر فتح پوری) نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۹ء

۱۹۔ ایضاً، تفسیر القرآن العظیم، مکتبہ دارالفیحاء دمشق، ومکتبہ دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۴ء

۲۰۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، دارالحدیث قاہرہ، (س ن)

۲۱۔ ابن المرتضیٰ، احمد بن یحییٰ، البحر الزخار الجامع لمذاھب علی الامصار، موسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۹۷۵ء

۲۲۔ ابن منظور، لسان العرب، طبعۃ جدیدۃ محققۃ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۸ء

۲۳۔ ابن نجیم، زین العابدین بن ابراہیم، الاشباہ و النظائر علی مذھب ابی حنیفہ النعمان، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۳ء۔

۲۴۔ ابن واصل الحموی، تجرید الاغانی، مطبعۃ مصر شرکۃ مساھمۃ مصریۃ، ۱۹۵۵ء

۲۵۔ ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبدالواحد، شرح فتح القدیر، المکتبۃ التجاریہ الکبریٰ، بمصر (س ن)

۲۶۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، السنن، دارالجیل، بیروت، ۱۴۱۲ھ

۲۷۔ ابوزہرۃ، محمد، اصول الفقہ، دارالفکر العربی، القاہرۃ (س ن)

۲۸۔ ابویعلی محمد بن الحسن الفراء، الحنبلی، الاحکام السلطانیہ، مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ

بمصر، ۱۹۸۷ء

۲۹۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ۱۹۸۷ء

۳۰۔ الآبی، صالح عبدالسمیع، جواھر الاکلیل عیسیٰ البابی، الحلبی وشرکاہ بمصر، (س ن)

۳۱۔ احمد بن حنبل، المسند، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۱ء

۳۲۔ احمد رضا، الشیخ، معجم متن اللغة، دارمعجم متن اللغۃ، بیروت، ۱۹۶۰ء

۳۳۔ الالوسی، ابوالفضل السید محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم و السبع المثانی، داراحیاء التراث العربی، بیروت (س ن)

۳۴۔ امیر علی، سید (مترجم)، فتاویٰ عالمگیری (اردو ترجمہ فتاویٰ ہندیہ)، حامد اینڈ کمپنی لاہور (س ن)

۳۵۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دارالفکر، بیروت، ۱۹۸۱ء

۳۶۔ البلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر، فتوح البلدان، مکتبۃ النھضۃ المصریہ القاہرہ (س ن)

۳۷۔ البہوتی، منصور بن یونس بن ادریس، کشاف القناع عن متن الاقناع، مکتبۃ النصر، الحدیثۃ الریاض

۳۸۔ البیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین، السنن الکبریٰ، نشر السنہ، ملتان (س ن)

۳۹۔ الترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع الصحیح، دارالفکر، بیروت، ۱۹۸۱ء

۴۰۔ تنزیل الرحمٰن، جسٹس (ریٹائرڈ) ڈاکٹر، اسلامی قوانین، حدود، قصاص، دیت و تعزیرات، قانونی کتب خانہ، لاہور (س ن)

۴۱۔ جبران مسعود، الرائد، دارالعلم للملایین بیروت، ۱۹۸۶ء

۴۲۔ الجزیری، عبدالرحمٰن، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، دارالفکر، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ،

۴۳۔ الجوزی، ابوالفرج، جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد، زاد المسیر فی علم التفسیر، المکتب الاسلامی للطباعۃ والنشر بیروت، ۱۹۶۹ء
۴۴۔ الخضری، بک، محمد، اصول الفقه، دارالفکر العربی، القاہرہ (س ن)
۴۵۔ حنیف چوہدری، انسائیکلو پیڈیا قانونی کشنری، شان بک کارپوریشن لاہور (س ن)
۴۶۔ الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہرام بن عبدالصمد، سنن الدارمی، داراحیاء السنۃ النبویہ
۴۷۔ دیانند سرسوتی، ستیارتھ پرکاش (مترجم چموپتی)، مہاشہ کرشن منتری، آریہ پرتی ندھی، لاہور، ۱۹۴۶ء
۴۸۔ الرازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ
۴۹۔ راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، مطبعۃ المیمنیۃ بمصر، ۱۳۲۴ھ
۵۰۔ الزمخشری، ابوالقاسم جاراللہ محمد بن عمر، الکشاف عن حقائق التنزیل و عیون الاقاویل فی وجوہ التاویل، دارالفکر بیروت، ۱۹۸۳ء
۵۱۔ سالانہ رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل ۷۹۔۱۹۷۸ء، حکومت پاکستان، اسلام آباد
۵۲۔ سالانہ رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل ۸۲۔۱۹۸۱ء، حکومت پاکستان، اسلام آباد
۵۳۔ سالم عبدالغنی الرافعی، مختصر المجموع شرح المهذب، مکتبۃ السوادی للتوزیع جدہ، ۱۹۹۵ء
۵۴۔ سالمنڈ، سرجان، اصول قانون (مترجم سید علی رضا) جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن، ۱۹۲۵ء
۵۵۔ سحنون بن سعید التنوخی، المدونۃ الکبری، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۴ء
۵۶۔ السرخسی، شمس الدین ابی بکر محمد بن ابی سہل، المبسوط، مطبعۃ السعادۃ، مصر، ۱۳۲۴ھ

۵۷۔ سلامت علی خان، الاختیار، (مترجم عبدالسلام ندوی) مکتبہ امدادیہ، ملتان (س ن)

۵۸۔ سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، اردو سائنس بورڈ لاہور، ۱۹۹۵ء

۵۹۔ السید، سابق 'فقه السنة' دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۹۸۵ء

۶۰۔ السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمن بن ابی بکر، الاشباه و النظائر فی قواعد و فروع فقه الشافعية عیسی البابی الحلبی وشکارہ بمصر (س ن)

۶۱۔ ایضاً، الدر المنثور فی التفسير الماثور، دار الکتب العلمیہ، بیروت (س ن)

۶۲۔ سی۔ایس۔کمپنی مبادئ قانون فوجداری (مترجم حسین علی مرزا و مسعود علی) جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن، ۱۹۴۵ء

۶۳۔ الشاطبی، ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات فی اصول الاحکام، دار الفکر، بیروت (س ن)

۶۴۔ الشافعی، محمد بن ادریس، الام، دار المعرفہ، بیروت (س ن)

۶۵۔ الشربینی الخطیب، محمد، مغنی المحتاج الی معرفة معانی الفاظ المنهاج، مصطفیٰ البابی الحلبی واولاد بمصر، ۱۹۵۸ء

۶۶۔ الشوکانی، محمد بن علی، نیل الاوطار شرح منتقى الاخبار من الاحاديث سيد الاخيار، مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر، ۱۳۴۷ھ

۶۷۔ الشیرازی، ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف، المهذب فی الفقه علی مذهب الامام الشافعی، مطبعۃ عیسی البابی الحلبی وشرکاہ بمصر (س ن)

۶۸۔ الصاوی، احمد بن محمد المالکی، بلغة السالك لاقرب المسالك علی الشرح الصغير للدردير الموجود بالهامش، مصطفیٰ البابی الحلبی واولاد بمصر، ۱۹۵۱ء

۶۹۔ صبحی محمصانی، فلسفة التشريع فی الاسلام، دار العلم للملایین، بیروت، ۱۹۶۱ء

۷۰۔ الطبری، ابوجعفر محمد بن جریر، جامع البيان من تاویل ای القرآن، دار الفکر، بیروت، ۱۹۸۸ء

۷۱۔ عبدالرزاق، ابوبکر بن ہمام الصنعانی، المصنف، تحقیق حبیب الرحمن الاعظمی، ۳۹، من منشورات المجلس العلمی، ۱۹۷۰ء

۷۲۔ عبدالعزیز عامر، التعزیر فی الشریعة الاسلامیة (مترجم ساجد الرحمٰن کاندھلوی) اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۸۴ء۔

۷۳۔ عبدالقیوم جالندھری، منو کا قانون اور اسلامی قانون، سید محبوب عالم لاہور، ۱۹۶۸ء

۷۴۔ عبدالمجید، خواجہ، جامع اللغات، ملک دین محمد اینڈ سنز، لاہور (س ن)

۷۵۔ علی المتقی، علاؤالدین بن حسام الھندی، کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال، موسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۷۹ء

۷۶۔ عودہ، عبدالقادر، التشریع الجنائی الاسلامی مقارنة بالقانون الوضعی، دارالکتاب العربی، بیوت (س ن)

۷۷۔ الفیروزآبادی، مجدالدین، القاموس المحیط، المکتبۃ التجاریۃ الکبری بمصر، ۱۹۵۴ء

۷۸۔ فیروزالدین، مولوی، فیروزاللغات، نیا ایڈیشن، فیروز سنز، لاہور

۷۹۔ القرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، مطبعۃ دارالکتب، ۱۹۵۸ء

۸۰۔ القرافی، شہاب الدین ابی العباس، احمد بن ادریس، الفروق، داراحیاء الکتب العربیۃ، ۱۳۴۶ھ

۸۱۔ الکاسانی، علاءالدین ابی بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، ۱۴۱۰ھ

۸۲۔ گستاولی بان، تمدن ہند (مترجم سید علی بلگرامی) مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۶۲ء۔

۸۳۔ الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری، البغدادی، الاحکام السلطانیة (مترجم سید محمد ابراہیم) ادارہ اسلامیات لاہور، ۱۹۸۸ء

۸۴۔ المبارکپوری، عبدالرحمٰن، تحفة الاحوذی شرح جامع الترمذی، جید برقی دہلی، ۱۳۰۶ھ

۸۵۔ محمد اشرف، ابوعبدالرحمٰن بن امیر بن علی بن الحیدر الصدیقی، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، دہلی، ۱۳۱۸ھ

۸۶۔ محمد رواس قلعہ جی، ڈاکٹر، فقه ابو بکر، مترجم مولانا عبدالقیوم، ادارہ معارف اسلامی لاہور، ۱۹۸۹ء

۸۷۔ ب۔ ایضاً۔ فقه عمر (مترجم مولانا ساجد الرحمن صدیقی) ادارہ معارف اسلامی لاہور، ۱۹۹۰ء

۸۸۔ ۔ایضاً۔ فقه عثمان (مترجم الیف الدین ترابی) ادارہ معارف اسلامی لاہور، ۱۹۹۲ء

۸۹۔ ۔ایضاً۔ فقه علی (مترجم مولانا عبدالقیوم) ادارہ معارف اسلامی لاہور، ۱۹۹۲ء

۹۰۔ ۔ایضاً۔ فقه عبدالله بن مسعود (مترجم مولانا عبدالقیوم) ادارہ معارف اسلامی لاہور، ۱۹۹۲ء

۹۱۔ المرادوی، علاؤ الدین ابی الحسین علی بن سلیمان، الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف علی مذهب الامام المبجل احمد بن حنبل، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۶ھ

۹۲۔ المرغینانی، برهان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر، الهدایة مع شرح عبدالحی لکھنوی، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة، کراچی، ۱۴۱۷ھ

۹۳۔ المزنی، ابوابراہیم اسماعیل بن یحییٰ، مختصر المزنی، دارالمعرفة بیروت، (س ن)

۹۴۔ مسلم بن حجاج القشیری، الجامع الصحیح، دارالفکر بیروت، ۱۹۸۱ء

۹۵۔ منلا مسکین، معین الدین الہروی، شرح کنز الدقائق، السکة الجدیدة بمصر، ۱۹۳۶ء

۹۶۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، یہودیت قرآن کی روشنی میں، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۹۵ء

۹۷۔ نعمانی، مولانا محمد عبدالرشید، لغات القرآن، ندوۃ المصنفین دہلی، ۱۹۵۲ء

۹۸۔ النووی، محی الدین ابوذکریا یحییٰ بن شرف، شرح صحیح مسلم، دارالفکر، بیروت، ۱۹۸۱ء

۹۹۔ وکیع، محمد بن خلف بن حیان، اخبار القضاة، عالم الکتب، بیروت (س ن)

۱۰۰۔ وہبۃ الزحیلی، الفقه الاسلامی و ادلته، دارالفکر، دمشق، ۱۹۸۴ء

۱۰۱۔ یاقوت الحموی، شہاب الدین ابی عبداللہ بن عبداللہ، معجم البلدان، دارصادر بیروت (س ن)

انگریزی کتب

1. A.R. Sarkar, Summary of Salmond's Jurisprudence, Lahore.
2. Chamber's English Dictionary, Cambridge, New York, 1998.
3. The Code of Civil Procedure, 1908.
4. The Code of Criminal Procedure, 1898
5. The constitution of the Islamic Republic of Pakistan, 1973.
6. Criminal Law (Amendment) Act. 1998.
7. The Good Conduct Prisoners Porbational Release Act, 1928.
8. J. Duncan M. Derett, Religion, Law and the State in India, Faber and Faber, London, 19.
9. Law Reforms Ordinance (xii of 1972)
10. Mathew black, Peaks Commentory on the Bible, New York, 1962.
11. M. Anwar Ghuman, Legal Dictionary with Law Terms and Phrases, Lahore.
12. M. Ilyas Khan, Handbook of Legal Terms and Phrases, Karachi, 1968.
13. Offence Against Property (Enforcement of Hudood) Ordinance, 1979.
14. Offence of Qazf (Enforcement of Hudood) Ordinance, 1979.
15. Offence of Zina (Enforcement of Hudood) Ordinance, 1979.
16. Pakistan Criminal Law Journal, 1987.
17. Pakistan Law Digest, 1987.
18. The Pakistan Penal Code, 1860.

19. Pakistan Prison Rules (Jail Manual) (U/S 59 of Prison Act, 1894)(Rules for the Superintendence and Management of Prisons of Pakistan)

20. The Prison Act, 1894.

21. The Prison Act, 1900.

22. Prohibition (Enforcement of Hudood) Ordinance, 1979.

23. The Punjab Borstal Act, 1926.

24. The Reformatory Schools Act, 1897.

25. Regulation III of 1818, For the Confinement of State Prisoner.

26. Webster's Third New International Dictionary of English Language, Unabridiged, William Benton, 1966.

27. Miccheal R. Weisser, Crime and Punishment in Early Modern Europe, England, 1979.

28. James B. Jacobs, New Perspectives on Prisons and Imprisonment, London, 1983.

29. David Garland, Punishment and Modern Society, Oxford, 1990.

30. Antonio Cassesse, Imprisonment, Detention and Torture in Europe today, Cambridge, 1996.

31. Nigel Walker. Why Punish. Oxford, 1991.

32. R.A. Duff, Trials and Punishment, Cambridge, 1986.

انسائیکلوپیڈیاز اور معاجم

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۸۹ء

۲۔ بکر بن عبداللہ ابوزید، التقریب لفقہ ابن قیم الجوزیۃ، دارالہلال، الریاض، ۱۴۰۶ھ

۳۔ خلیل الیس، فہارس المبسوط شمس الدین السرخسی، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۹۸۰ء

۴۔ فہرس فتح القدیر شرح الہدایۃ فی الفقہ الحنفی، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ الکویت، ۱۹۸۲ء

۵۔ محمد فواد عبدالباقی، المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، النور پرنٹرز و پبلشرز لاہور، ۱۹۸۸

۶۔ معجم الفقہ الحنبلی، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ، الکویت، ۱۹۷۳ء

۷۔ الموسوعۃ الفقہیۃ، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ، الکویت، ۱۹۹۳ء

۸۔ ونسک، اے ی، المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی، مکتبہ بریل، لندن، ۱۹۳۶ء

۹۔ یوسف الیان سرکیس، معجم المطبوعات العربیۃ والمعربۃ، مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی المرعشی النجفی قم، ۱۴۱۰ھ

10. Cecil Roth, The Standard Jewish Encyclopedia, London, 1950.

11 Comptionm's Pictured Encyclopedia, Chicago. 1950

12. Encyclopedia Britanica, Great Britian, 1950.

13. James Hastings, Encyclopaedia of Religion and Ethics, New York, 1930

سزاؤں کو اگرچہ مفاد عامہ کے نقطہ نظر سے قانونی حیثیت دی گئی ہے۔ مگر سزاؤں کے خود اپنے اندر اور کوئی مصلحت پنہاں نہیں ہے بلکہ اپنی ذات کے لحاظ سے یہ مفاسد ہیں۔ شریعت اسلامیہ نے سزائیں اس لیے مقرر کی ہیں کہ ان کے ذریعے اجتماعیت کا حقیقی مفاد حاصل ہوتا ہے اور اس کا تحفظ ہوتا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جرائم بھی کچھ مفادات پر مشتمل ہوں، مگر شریعت نے ان مفادات کو نظر انداز کر کے ان کی اس لیے ممانعت کی ہے کہ بالآخر ان کے نتائج فساد پر مبنی ہوتے ہیں۔ چنانچہ زنا، شراب نوشی، چوری، استھانوں پر چڑھاوے چڑھانا یا پوجا کرنا، دوسروں کا مال چھیننا، گھر والوں کو چھوڑ دینا اور زکوٰۃ نہ دینا سارے ہی ایسے اعمال ہیں جن میں فرد کا کوئی نہ کوئی فائدہ ہے، مگر ان فوائد کا شارع کی نظر میں کوئی لحاظ نہیں بلکہ شارع نے ان کاموں سے منع کر دیا ہے کہ یہ اعمال انجام کار معاشرے کے فساد کا باعث بنتے ہیں۔ ایسے افعال کم ہی ہوتے ہیں کہ جن میں خالص فوائد اور نقصانات ہوتے ہیں۔ انسان طبعی طور پر ان امور کو ترجیح دیتا ہے جن کا فائدہ زیادہ ہو، شریعت اسلامیہ نے سزاؤں میں تہدید اور زجر کا عنصر اسی لیے رکھا ہے کہ طبیعت انسانی کا علاج ہو جائے، کیونکہ اس صورت میں جب انسان اپنے ذاتی مفاد اور اس پر مرتب ہونے والی سزاؤں کی جانب توجہ کرتا ہے تو طبعی طور پر اس سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔

(ڈاکٹر عبدالقادر عودہ شہیدؒ)